جلد دوم

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

گلدستۂ سُنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی مد ظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مد ظلہ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی مد ظلہ

مکتبہ عشقِ الٰہی

16A شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، پاکستان

0092 42 37632902

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

گلدستہ سنت ﷺ جلد دوم

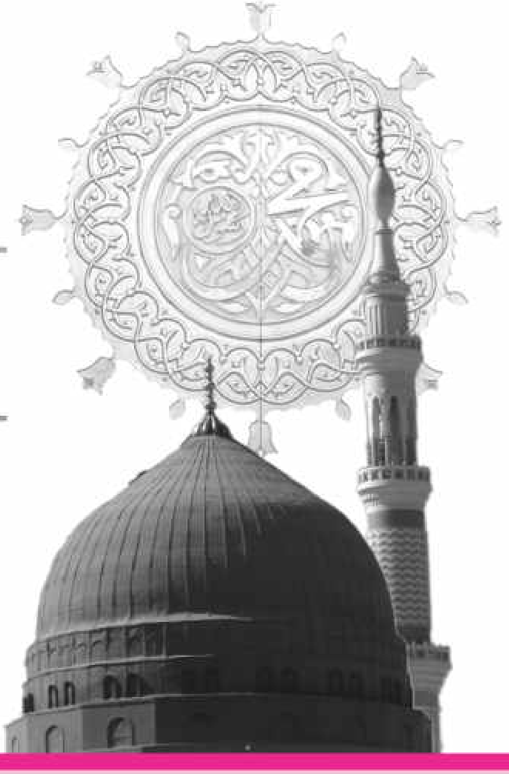

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبہ عشق الٰہی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

گلدستہ سنت جلد دوم

از افادات

حافظ محمد ابراہیم

پروف ریڈنگ و تخریج

مولانا محمد عمار صاحب
(فاضل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)
و دیگر علمائے کرام

مرتب

مولانا قاری محمد عمران خان صاحب
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
(فاضل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور)

کمپوزنگ

حافظ عبدالوحید اعوان (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

اشاعت اول

اپریل 2016ء

تعداد

2200

مکتبہ عشق الٰہی

www.ishqeilahi.com

Email:info.ishqeilahi@gmail.com

فیس بک پر براہِ راست بیانات کے کلپس اور احادیث حاصل کریں۔

fb.com/ishqeilahi1

لائیو بیانات کے اوقات کے متعلق جاننے اور روزانہ ایک حدیث پاک اپنے موبائل پر حاصل کرنے کے لیے اپنے موبائل سے یہ میسج سینڈ (Messege Send) کریں۔ ہر بیان شروع ہونے سے قبل آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

Twitter: F ishqeilahi Send 40404

نوٹ: مذکورہ کوڈ صرف پاکستان کے لیے ہے۔ بیرون ممالک والے حضرات ہمیں ای میل کر کے یا واٹس ایپ پر میسج کر کے اپنے ملک کا کوڈ حاصل کر سکتے ہیں۔

whatsapp کے کلپس حاصل کرنے کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کریں۔

0321-4159902 ,0300-9406489

اِنتساب

اپنے شیخ

محبوب العلماء والصلحاء
حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

کے نام جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے اس بندے
کے دل میں ایمان کی شمع کو روشن کر دیا۔

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد النبي
الأمي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرست مضامین

پیش لفظ	24
عرض مرتب	27

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند گوشت 29

افضل نعمتیں اور افضل اعمال	29
جنت میں جانے کا واحد راستہ	30
علمائے کرام کی دینی خدمات کا ایک نمونہ	31
کھانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند	31
اپنی پسند کو سنت کے مطابق بنائیے	32
کھانوں کا سردار	32
اتباع سنت کی نیت	33
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت	33
کثرتِ گوشت نقصان دہ ہے	33
گوشت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند	34
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی پسند کے اظہار کا ایک انداز	35
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ	36

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور معجزہ	37
غیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند سے واقف اور ہم؟	38
پیٹھ کا گوشت	38
شانے کا گوشت	39
گردن کا گوشت	39
بھُنا ہوا گوشت	40
صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ایک انداز	40
بھنا ہوا گوشت اور وضو	41
روٹی کے بغیر صرف گوشت کھانا	41
گوشت کو محفوظ کر کے رکھنا	42
شوربہ دار گوشت	42
شوربہ بڑھانا	43
کدو کے فوائد	44
ہڈی والا گوشت	44
کلیجی	44
قربانی کے گوشت کو بچا کر رکھنا	45
مغز اور گودا	46
اُونٹ کا گوشت	46
یخنی اور شوربہ پینے کا ثبوت	47
مرغی کا گوشت	47
خرگوش کا گوشت	48
نیل گائے	48
حالت احرام سے متعلق ایک اہم مسئلہ	48
چکور	49

حباری	49
پہاڑی بکرا	49
گائے کا گوشت	49
مچھلی	50
ناپسندیدہ چیزیں	50

خواب 53

کامیاب کون؟	54
سونے کی دعا	54
امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل	54
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل	55
سو کر اُٹھنے کی دعا	55
اچھے اور برے خواب سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات	56
خواب سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ	57
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تمنا	58
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کے بعد خواب کا پوچھنا	58
تعبیر پوچھنے سے متعلق اہم بات	59
خواب سننے کی دعا	59
اچھا خواب نبوت کا حصہ ہے	59
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول	61
خواب کی نوعیتیں	61
خواب کی اقسام	62
خواب کا اثر	63

- سچا خواب 64
- ایک غلط سوچ کی اصلاح 64
- کافر کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے 65
- خواب کس سے بیان کیا جائے؟ 66
- اچھے خواب کے آداب 67
- عجیب خواب بہترین تعبیر 67
- خواب دیکھنے والے کی حالت کا اعتبار 68
- آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے تعبیر 70
- نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا 70
- آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے والے 71
- خواب میں زیارتِ نبوی کے لیے اعمال 72
- زیارت کن کو ہوئی ہے؟ 73
- ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے 74

پگڑی، عمامہ 77

- گلدستہ سنت کیا ہے؟ 78
- آپ ﷺ کی افضلیت 78
- آبِ زمزم کی افضلیت 79
- آبِ زمزم سے افضل پانی 79
- افضل نماز 79
- حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت 79
- غیر مسلموں کی تقلید 80
- داڑھی میں یقیناً خوبصورتی ہے 80

کالے رنگ کا عمامہ	81
عمامہ باندھنے کا اہتمام	82
پگڑی باندھنے کے فوائد	82
انبیاء اور فرشتوں علیہم السلام کی سنت	83
جمعہ کے دن پگڑی کی فضیلت	83
نزول رحمت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہوگا	84
امت محمدیہ کا اکرام	85
شاگردوں کو عمامہ باندھنا	85
اسلام اور کفر میں امتیاز	86
عمامہ کیسے پہنیں	87
عمامہ کی مسنون لمبائی	87
عیدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ	88
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفری عمامہ	88
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستار بندی فرمانا	89
عمامہ باندھنے کا طریقہ	90
عمامہ کے ساتھ نماز کا ثواب	91
رومال وغیرہ باندھنا	91
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مبارک عادت	91
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا نام	91
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف لباسوں کا بیان	92
خواتین کے لیے سنت	93
خاص مواقع کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر	93
عید کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر	94
سرخ رنگ کی ممانعت	94

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام کا جواب نہ دینا	95
کفار کا لباس	95
کالے رنگ کا لباس	96
انسانوں کے لیے لباس کا انتخاب	97
بے حیائی اور اس کا انجام	97
لباس سے خوبصورتی اختیار کرنا	97
تقویٰ کا لباس	98
لباس پہننے کی صحیح اور غلط نیت	98
جنت کے لباس کی خوبصورتی	98
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کس کو ملے گا؟	99
کفار کی نقالی پر عذاب	99
دکھلاوے کے لیے لباس پہننے کا ایک بڑا نقصان	99
لباس پہننے میں نیت کیا ہو؟	101
عبادت سے نئے لباس کی ابتدا	102
ایک نیک خاتون کا قصہ	102
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیمتی لباس پہننا	102
امت کے بدترین لوگ	103
اندرونی حالت کا لوگوں کے سامنے اظہار	103
ناپسندیدہ لباس	104
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لباس	105
حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا لباس	105
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت	106
امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لباس کا حال	106
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لباس	106

جنتی انسان	107
بروز قیامت نعمتوں پر سوال	107
خوش قسمت لوگ	108
جنت کے لباس	109
جنت کے لباس کن کو ملیں گے؟	110

لباس کی سنتیں 111

لباس سے متعلق سنتیں	111
جادوگروں کے ایمان لانے کا واقعہ	112
رحمتِ الٰہی اور حب رسول کے حصول کا طریقہ	113
آپ کی پسند کُرتا	113
سوتی کُرتا بھی سنت ہے	114
کُرتے اور آستین میں مسنون لمبائی	115
کُرتے کے گریبان کا بیان	117
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کُرتے کا گریبان	117
کُرتے کے بٹنوں کا بیان	118
صحابہ رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا انداز	119
کپڑے پہننے کا مسنون طریقہ	120
جبہ پہننے کی بھی سنت	120
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت	121
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفری لباس	121
دھاری دھار لباس	121
حلّہ	122

تبرک کے حصول کا ایک خاص طریقہ	123
مستقین	123
بُرنس کا بیان	124
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر	124
اُونی چادر	125
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے شفقت	125
صوف پہننا انبیاء علیہم السلام کی پسند	125
ایمان کی حلاوت	126
کبر سے بچاؤ	126
بالوں سے بنی چادر	126
دھاری دار چادر	127
جھالر والی چادر	128
حبوہ کی وضاحت	128
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ طبیعت	129
چادر کا کنارہ سر پر ڈالنا	129
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سادہ چادر طلب فرمانا	130
چادر کا تکیہ کے طور پر استعمال کرنا	130
صحابیات رضی اللہ عنہن کی سادگی	131
سفید چادر	132
ریشم ملی چادر کا حکم	132
خمیصہ کی تعریف	132
کالی چادر اور کالا کمبل	133
پیوند لگی چادر	133
چادر کے اوڑھنے کا ایک مسنون طریقہ	133

مقامی اور غیر مقامی چادریں	134
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپیاں	134
سفید ٹوپی	135
صحابہ رضی اللہ عنہم کی ٹوپی	135
چمڑے کی ٹوپی	136
سفید لباس	136
بہترین لباس	136

لباس کے شرعی احکامات	139
تھوڑی دیر کا کام ہمیشہ کا انعام	139
ایمان کی علامت	140
رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کے سامنے دنیا کا تذکرہ	141
اللہ تعالیٰ کو کونسا بندہ محبوب ہے؟	141
انبیاء علیہم السلام کی عادات مبارکہ	142
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری لباس	142
سادہ لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند	142
دنیا کتنی کافی ہے؟	143
اللہ کا انعام	144
سادگی کے فضائل	144
تکبر سے پاک لباس	146
محمدی برانڈ اپناؤ	146
عمدہ لباس کب پہنا جائے؟	147
دگنا گناہ	147

نعمت کا اظہار اللہ کو پسند ہے	148
تکبر پر وعید	149
تکبر کسے کہتے ہیں؟	149
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی چاہت	150
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیمتی لباس	151
میلے اور گندے لباس کا حکم	151
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال	152
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف وفود سے ملاقات	153
ایک اعتراض کا جواب	154
نیا لباس کب پہننا سنت ہے؟	154
یوم جمعہ کا اہتمام	155
عیدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اہتمام	156
کپڑوں کو تہہ کر کے رکھنا	156
بہت خطرناک معاملہ	157
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے باہر ہی رک جانا	157
سب سے سخت عذاب	159
رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر	159
حضرت حکیم الامت کا حکیمانہ جواب	159
اپنے آپ کو بچائیں	160
ایک سچا خواب	160
مرد و زن کی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت پر وعید	162
موجودہ تعلیم اور نبوی تعلیم	162
عورتوں کے لیے دینی تعلیم کی ضرورت	162
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت	163

تین محروم آدمی	164
ہماری اخلاقی تباہی	164
عورتیں اپنے لباس میں احتیاط کریں	165
مردوں جیسی جوتیاں	166
پہلے دل بدلتا ہے پھر لباس	166
کافروں کے لباس کی ممانعت	167
کفار کی مخالفت کا حکم	167
ایمان کو بچانا ہے	169
تشبہ اور اس کا مفہوم کیا ہے؟	169
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان	169
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا فرمان	170
توہین اسلام سے بچنا	171
داڑھی کا حکم	171
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے رحمت	172
ایک افسوس ناک صورت حال	172

شریعت میں پسندیدہ لباس 173

لباس کا مقصد	173
لباس التقویٰ کیا ہے؟	174
نبی علیہ السلام کی ناراضگی	174
مشابہت والوں کے ساتھ حشر	174
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفار کی مشابہت سے منع فرمانا	175
نیت صحیح رکھنے کی تفصیل	178

مباح عمل میں غلط نیت	178
تشبہ اور مشابہت میں فرق	179
بچیوں کا پینٹ پہننا	181
کون سی پتلون مباح ہے؟	182
سفید کپڑے کے فضائل	183
سفید لباس کے فائدے	183
کن مواقع پر سفید لباس پہننا پسندیدہ ہے؟	184
اللہ تعالیٰ کی پسند ہے	184
لنگی (دھوتی) پہننا	184
لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟	185
بزرگوں کی چیزیں برکت کے لیے رکھنا	185
امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کا واقعہ	186
بشارت سنانے والے کو ہدیہ دینا	187
برکت کس کو ملے گی اور کیوں؟	188
لنگی کہاں تک باندھی جائے؟	189
لنگی، شلوار کو ٹخنوں سے نیچے کرنے کی ممانعت	189
گنجائش اور ممانعت	190
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت	191
پرہیزگاری کا سبب	192
نماز کی عدم قبولیت	192
مردوں اور عورتوں کے حکم میں فرق	192
زائد کپڑا ساتھ رکھنے کی سنت	193
پگڑی اور ٹوپی کے اوپر رومال ڈالنا	194
شلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا	194

حدیث سے نکلنے والے مسائل	196
''ہم ابھی آتے ہیں'' جھوٹ ہے	196
آپ ﷺ کا پاجامہ خریدنا	199
انبیاء علیہم السلام کا پاجامہ پہننا	199
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پاجامہ پہننا	200
عورتوں کے لیے تنگ لباس کی ممانعت	200
آپ ﷺ کو پاجامے کا ہدیہ	201
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے صاحبزادے کا لباس	202

اللہ کے مقبول بندوں کا لباس 203

بہترین لباس	203
اللہ کی رضا و ناراضگی جاننے کا آسان طریقہ	204
نبی ﷺ کا ایک معجزہ	204
مشابہت کا مفہوم	205
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دور بینی	206
ہمیں کیسا لباس اختیار کرنا چاہیے؟	206
پاجامے کا بیان	207
آپ ﷺ کی پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعا	207
ممنوع لباس	208
عورتوں کا مسنون لباس کیا ہے؟	208
باریک لباس کا حکم	209
آپ ﷺ کا باریک لباس بارے حکم	209
امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا باریک دوپٹہ پھاڑ دینا	209

باریک کپڑے میں احتیاط	210
مہاجر صحابیاتؓ کے دوپٹے	210
زمانہ جاہلیت اور آج کے فیشن	211
سنت کی اہمیت بارے عمدہ مثال	211
جہنمی لوگوں کے دو گروہ	212
ناجائز زیب و زینت	213
ریشمی لباس	214
مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا حکم	214
ہلاکت و بربادی کے پانچ اسباب	214
مکس ریشمی کپڑے کا حکم	215
لباس کے متعلق چند مسائل	216
نیا کپڑا پہننے کی دعا	218
لباس پہنانے پر عظیم ثواب	219
جنتی نعمتوں کا حقدار	219
مومن کو خوش کرنے والے تین اعمال	220
نیا کپڑا پہننے کا بہترین وقت	220
اگلے پچھلے گناہ معاف	220
سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید از روئے قرآن	221
سنتوں کی اہمیت و تاکید احادیث کی روشنی میں	225
شادی کی ایک قبیح رسم اور اس کا نقصان	227
دیور اور جیٹھ سے پردہ	228
اتباع رسول ﷺ محبت رسول ﷺ کی علامت ہے	228
سنت میں نجات	228
قرب قیامت میں سنت کا مقام	229

سنت سے دوری گمراہی ہے	229
اسلام دو چیزوں کا نام ہے	230
جنتی انسان	230
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سنت کا اہتمام	231
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت سے محبت	231
سنت پر عمل کا عجیب انداز	232
ہماری اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ میں فرق	233
چھ لعنتی لوگ	233
سنت زندہ کرنے کا عظیم ثواب	234
گمراہی سے بچاؤ کا نبوی نسخہ	234
آج کل سنت پر عمل کرنے والے کی مثال	235
سنت پر عمل کا آسان فارمولا	235
جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی	237

غیرِ ضروری بالوں کا صاف کرنا 239

اسلام مکمل دین ہے	239
اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا پیمانہ	240
اسلام صفائی کو پسند کرتا ہے	242
کیا تم کسی میلے کچیلے کو دوست بناتے ہو؟	242
زیرِ ناف بالوں کی صفائی احادیث کی روشنی میں	243
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت	243
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	243
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول	244

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول	244
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول	244
آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ	244
نبی علیہ السلام کی ناراضگی	245
زیرناف بال کتنے اور کیسے کاٹے جائیں؟	245
زیرناف بال دور کرنے کا طریقہ	246
شریعت مطہرہ کا پاکیزہ حکم	246
فطرت سے کیا مراد ہے؟	248
پہلی چیز ختنہ	248
بغل کے بال صاف کرنا	248
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	249
بغل کے بال صاف کرنے کا مستحب طریقہ	249
آپ ﷺ کی بغل مبارک کی کیفیت	249
ناک صاف کرنے کا طریقہ	250
ناک کے بالوں کا ایک فائدہ	251
جوڑوں کا صاف رکھنا	251
انتقاص الماء کی وضاحت	252
خضاب لگانا	252
بہترین خضاب مہندی	253
کتم کسے کہتے ہیں؟	253
خضاب کے درجات	253
سیاہ خضاب لگانے پر وعیدیں	254
مسلم اور کافر کا خضاب	255
عورتوں کا خضاب لگانا	255

نیل پالش	256
مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے ممانعت	257
دل کی صفائی	258
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول	259
اکابر علماء کا اصلاحی تعلق	260
محدث العصر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول	260
اللہ والوں کی صحبت کیوں ضروری ہے؟	261
اللہ والا بننے کا نسخہ	263
فی زمانہ بیعت فرض ہے	263
بیعت ہونے کے فوائد	264
شیخ سے محبت	265
سورۂ طور میں اللہ رب العزت کا فرمان	266
اللہ کے لیے محبت کرنے پر انعام	267
محبت پر اشعار	268

عصا 269

عقل مند کون؟	269
کفن کا کپڑا	270
اللہ سے ملاقات کی تیاری	270
اللہ کی رضا و ناراضگی جاننے کا طریقہ	271
جنت میں کون جائے گا؟	271
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک	272
عصا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے	273

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی تاریخ	273
عصا مومن کی علامت ہے	273
علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے	274
مبارک لوگ	274
چلتے وقت عصا کا استعمال	275
نبی علیہ السلام کا ترکہ	276
خطبات میں عصا کا استعمال	276
اہتمامِ عصا	277
عیدین کے موقع پر عصا کا استعمال	277
عصا کے فوائد	278
بروز قیامت تھوڑے لوگ	279
عصا کا قرآن مجید میں ذکر	280
اللہ تعالیٰ کی قدرت	281
ترکی کے میوزیم میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا	282
عصا کے ذریعے بارہ راستے بننا	282
Logic کے دلدادہ	284
اللہ تعالیٰ کی ماننے میں نجات	284
توبہ کب تک مقبول ہے؟	285
ٹی وی کی تباہ کاریاں	286
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا تین جگہ ذکر	287
اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے رکھنا	287
عقل پر خبر کی لگام ضروری ہے	288
سیدنا سلیمان علیہ السلام کا عصا مبارک	288
مہلت کس کے لیے نہیں	290

کھڑے پیر جانے کی وضاحت	290
ماہِ شعبان کی فضیلت	291
مغفرت سے محروم تین اشخاص	292
ہر گناہ سے توبہ کرنے کی ضرورت	293
15 شعبان میں کرنے کے کام	293
رمضان کی تیاری	293

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب :71)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول (علیہ السلام) کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔" (ترجمہ از بیان القرآن)

آج کے مادہ پرستی کے دور میں جہاں ہر سو چکا چوند ترقی کا چرچا ہے تو دوسری طرف انسانی بے بسی اور بے حسی کی مثالیں بھی بر زبانِ عام ہیں۔ اگر ظاہر کی دنیا میں روشنی ہے تو مَن کی دنیا میں تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں۔ اگر تیز رفتار گاڑیوں نے، ہوائی جہاز نے، راکٹوں نے انسان کے لیے چاند پر پہنچنا آسان کر دیا ہے تو دل کی اندھیر نگری نے دو قدم کے فاصلے پر آدمی کے ماں باپ اور عزیز واقارب سے ملنا مشکل کر دیا ہے۔ چہرے کی رونق اور خوش نمائی کے لیے تو نت نئے پوڈر اور غازے مارکیٹوں میں مہنگے داموں بھی خرید لیے جاتے ہیں، مگر چہرے کے نور کو اللہ کریم سے مفت لینے میں بھی ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔ ہزاروں روپے کے سوٹ پہن کر بھی بے لباس ہیں اور چہرے پر مسکراہٹ سجائی ہوئی ہے جب کہ سرورِ کائنات، سرکارِ دو عالم محمد مصطفی ﷺ کا سا لباس جس میں نورانیت ہی

نورانیت ہے اس کے پہننے میں شرم آتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کیا بھروسا ہے زندگانی کا
انسان بلبلا ہے پانی کا
جی رہے ہیں کپڑے بدل بدل کر
اِک دن اِک کپڑے میں چلے جائیں گے کندھے بدل بدل کر

اگر اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں، تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی تو دل کہے گا: ''او نادان! اپنی آنکھوں اور کانوں کے بجائے کبھی مجھ سے بھی پوچھ لیا کر، میں بھی کچھ دیکھتا ہوں کچھ سنتا ہوں۔''

ہم نے آج کے الیکٹرونک دور میں دل سے پوچھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

تیرا اے نئی روشنی! منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر ہے اجالا

دلوں کا سکون ہے؟ اور کہاں سے ملتا ہے؟ یہ اللہ کی یاد سے میسر آتا ہے۔ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (دلوں کا سکون تو یادالٰہی میں ہے) ایک آدمی کے پاس مال و دولت کوٹھی گاڑی ہر چیز ہے مگر ذہنی سکون نہیں۔ ذہنی سکون کا مرکز روح ہے۔ روح کا پیٹ مال و دولت سے نہیں بھرا جا سکتا۔ اسے بھی خوراک کی ضرورت ہے اور اللہ والے اُس کی خوراک ذکر وغیرہ سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ جب روح کا پیٹ بھرتا ہے تو دل بھی پرسکون ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ کی یاد کی صورت میں غذا مل جاتی ہے۔ اور غذا ملنے کے بعد دلوں میں روشنی آنے لگتی ہے۔ جسے ایمان کا نور کہتے ہیں۔ ایمان کا نور سنت کی اتباع کیے بغیر نہیں ملتا۔ جیسے جیسے زندگی سنت کے مطابق قریب ہوتی ہے، قیمتی سے قیمتی

ہوتی چلی جاتی ہے۔اور حضرت پیر ذوالفقار صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔"سنتوں کو زندہ کرنے سے فرائض کو زندہ کرنے کی توفیق مل جاتی ہے"۔ اور یہی بات گلدستۂ سنت جلد اول کے بعد کارگزاریوں کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

اور کافی سارے حضرات نے (جن میں علماء کرام بھی شامل ہیں) سنت کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے باقاعدہ اس کی تعلیم شروع کروادی ہے۔اور الحمدللہ جو فرضوں سے غافل تھے وہ سنتوں کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے سب سے بہترین طرزِ حیات اپنائیں اور وہ نبی ﷺ کا ہے۔اس طرزِ حیات کو سیکھنا کتنی بڑی عبادت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں: ایک دن علم کی تلاش کرنا سیکھنا، تین ماہ کے نفلی روزے رکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔اور گھڑی (لمحہ) دین سیکھنے میں لگانا، پوری رات نوافل میں کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

اور علم دین سیکھنے سکھانے والی محافل کو جنت کے باغات کہا گیا ہے۔(الطبرانی) آیئے ان سنت طریقوں کو پوری طرح سے اپنی زندگیوں میں لائیں، عمل کریں آگے پہنچائیں، گھروں میں مذاکرے کریں۔ان شاء اللہ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی سنور جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام ساتھیوں کی محنت وکاوش کو قبول فرمائیں۔مزید ہمت واستقامت کے ساتھ اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو سنت کا نور عطا فرمائیں۔اور قیامت کے دن حضور کی شفاعت نصیب فرمائیں۔

دعا گو و دعا جو

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی
مہتمم جامعہ رقیہ للبنات ٹاؤن شپ لاہور

عرضِ مرتب

انتظار کی طویل گھڑیاں بالآخر اختتام کو پہنچیں اور گلدستہ سنت کی دوسری جلد اللہ کے فضل واحسان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مادہ پرستی، حرص وہوس، قحط الرجال کے اس پرفتن دور میں جہاں دلوں کی بستیاں اُجڑ چکی ہیں، یوں لگتا ہے کہ دلوں کی جگہ پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ قدم قدم پر گناہوں کی دعوت مل رہی ہے۔ تو خزاں زدہ اس بستی میں اُجالے کی صورت نبی محمد ﷺ کے مبارک طریقے، مبارک سنتیں ہیں جنہیں زندہ کرکے ان بستیوں کی روشنیاں اور نورانیت واپس لائی جاسکتی ہے۔ یہ مبارک طریقے وہی ہیں جنہیں رب کا کلام ''بہترین طرز حیات'' قرار دیتا ہے۔ اور بلاشبہ یہی طرز حیات مردہ دلوں میں سنت کی نئی روح اور اس کی محبت پھونک دیتا ہے۔ جس کی برکات سے دل سنت نبوی کی محبتوں اور نورانیت سے مالا مال ہوجاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب کو بھی جزائے خیر مرحمت فرمائیں جنہوں نے نبوت کے خزانے میں سے موتی جمع فرما کر ہمارے سامنے رکھے۔ ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ اب ان موتیوں کو مالا بنا کر امت کو پیش کردی جائے اور ایسے اکابر، بزرگوں کی اللہ ہمیں قدر بھی نصیب فرمائیں جو امت کی خاطر رات مصلّوں پر کھڑے ہوکر، رب کائنات کے سامنے ہاتھ اُٹھا کر امت کی ہدایت ونجات کا سوال کررہے ہوتے ہیں۔ اور ایسے بزرگ تیزی سے رخصت ہوتے جارہے ہیں اور جن کا سایہ ہمارے سروں پر ہے ان سے فائدہ اُٹھالیجیے۔ انہیں ہمارے اموال کی ضرورت نہیں

بلکہ آخرت کی فکر ہے، دین کی فکر ہے۔ آپ بھی اپنے دین کی فکر کرلیں۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے پڑھیں، سیکھیں، عمل میں لائیں اور آگے پہنچادیں۔ ارشاد نبوی کا مفہوم ہے۔ اگر آپ علم کا ایک باب Chapter سیکھ لیں، تو آپ کے لیے 1000 رکعت ایسی نفل نماز پڑھنے سے بہتر ہے جسے اللہ نے اپنی بارگاہ میں قبول کرلیا ہو اور اگر وہی باب Chapter آپ لوگوں کو بھی سکھادیں، بے شک وہ لوگ اُس پر عمل کریں یا نہ کریں تو ان کو سکھانا بھی ایک ہزار 1000 رکعت ایسی نفلی نماز سے بہتر ہے جسے اللہ نے اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا ہو۔ (ترمذی)

نبی ﷺ کی باتیں حکمت سے بھرپور ہیں۔ اس ضمن میں بھی ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں کہ حکمت کی بات جسے آدمی سنتا ہے وہ اس آدمی کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الدیلمی عن ابوہریرہ)

اندازہ کیجیے علم دین کا سیکھنا سکھانا کس قدر اہمیت کا حامل ہے اور یہی علم دین سیکھنا سکھانا پچھلے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے۔ (ترمذی)

آپ تمام احباب خود بھی سیکھیں عمل کریں اور آگے بھی پہنچائیں تاکہ ہم سب کا صدقہ جاریہ بن جائے۔ میں اپنے تمام معاون ساتھیوں کا بالخصوص مولانا عمار صاحب کا بے حد شکرگزار ہوں جنہوں نے رات دن اس عظیم مقصد کے لیے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جو کسی بھی طرح سے اس کام میں شریک ومنسلک رہے ہیں۔ آپ تمام احباب سے دعاؤں کی التجا کے ساتھ ساتھ درخواست ہے کہ جہاں جہاں کمی، غلطی نظر آئے تو میری جانب منسوب کرتے ہوئے ضرور ہمارے پتے یا نمبرز پر اطلاع دے دیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

نبی کریم ﷺ کی پسند گوشت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ (الواقعہ:21)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضور پاک ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ حضورِ پاک ﷺ کی زندگی کا ہر ہر عمل ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں سے قیامت تک ہیرے اور موتی نکلتے چلے جائیں گے۔

افضل نعمتیں اور افضل اعمال:

حضور پاک ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہر نبی علیہ السلام کو بہترین نعمتیں

عطا فرمائی ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ مختلف انبیاء کو کتابیں ملیں لیکن جو کتاب آقا ﷺ کو ملی وہ سب کتابوں سے اعلیٰ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کو جو چیز عطا فرمائی گئی وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ ہر نبی کو امت ملی لیکن نبی علیہ السلام کو خیر الامم ملی امتوں میں سے جو سب سے بہترین امت تھی وہ ملی، تو نبی علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے ہر چیز بہترین عطا فرمائی۔ کسی بھی چیز میں کمپرومائز (Compromise) نہیں کیا کہ کسی دوسرے نبی کو آقا علیہ السلام سے بڑھ کے کوئی چیز مل گئی ہو۔ باقی انبیاء کو بہترین نعمتیں ملیں، لیکن نبی علیہ السلام کو اُن سے بھی بڑھ کر نعمتیں ملیں۔

اسی طرح نبی علیہ السلام کو اعمال میں سے افضل اعمال ملے۔ آپ ﷺ کا زکوٰۃ کو ادا کرنا، آپ ﷺ کا نماز کا پڑھنا، آپ ﷺ کا حج ادا کرنا اور باقی کا اہتمام کرنا گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اعمال کو جامع ہے، تو حضور پاک ﷺ کو جو دین ملا وہ تمام ادیان کا سردار ہے۔ پچھلی امتوں کو بھی دین ملا، لیکن نبی علیہ السلام کو کامل دین ملا، اکمل دین ملا۔

جنت میں جانے کا واحد راستہ:

قیامت تک کے لیے جنت میں جانے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ کون سا ہے؟ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کے طریقے پر چلنا۔ جو نبی کریم ﷺ کے راستے پر چلتا چلا جائے گا انشاء اللہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت حکیم اختر رحمۃ اللہ علیہ ان کا ایک بہت ہی پیارا شعر ہے، فرماتے ہیں:

نقشِ قدم نبیؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

سبحان اللہ! کتنا پیارا شعر ہے۔ اگر ہم سنت پر عمل کرنا شروع کر دیں گے تو یقیناً اللہ

تعالیٰ سے ہماری ملاقات قیامت کے دن اس حال میں ہوگی کہ اللہ ہم سے راضی ہوں گے۔ اگر ہم چاہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے تو ایک ہی طریقہ ہے کہ سنتوں کے اوپر اپنی زندگی کو لے آئیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے پتا چل سکے گا کہ اللہ ہم سے راضی ہے یا نہیں۔ اگر سنتوں پر عمل ہے تو یہ اللہ کے راضی ہونے کی نشانی ہے نہیں ہے تو ناراض ہونے کی نشانی ہے۔

علمائے کرام کی دینی خدمات کا ایک نمونہ:

علمائے امت نے دین کی نشر و اشاعت کے لیے بہت بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ ایک کتاب لکھی گئی شمائلِ کبریٰ، بہت عظیم کتاب ہے اس میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کی اداؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کھانا کیسے کھاتے تھے، آپ ﷺ پانی کیسے پیتے تھے، آپ ﷺ سوتے کیسے تھے، جاگتے کیسے تھے۔ کھانوں میں کیا پسند تھا؟ لوگوں کے ساتھ رہن سہن کیسا تھا، قرض کے معاملے میں کیا برتاؤ تھا، تجارت میں صداقت کیسی تھی، تمام معاملات کو بہت پیارے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آج ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ کتابیں پڑھنے کا وقت بھی نہیں اور وقت سے زیادہ شوق بھی نہیں۔

کھانے میں آپ ﷺ کی پسند:

آج کی اس مبارک مجلس میں اس بات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کھانے میں کس چیز کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ کھانا پینا ہماری زندگی کا ایک حصہ ہے اگر ایک یہی کام سنت کے مطابق ہو جائے تو کیا بات ہے۔ دیکھا جائے تو ایک طرف بشری ضرورت، بشری تقاضے کو پورا کیا جا رہا ہے لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ادا پر پورا کیا جا رہا ہے اس لیے یہ بشری ضرورت بھی ہے عبادت بن جائے گی۔

اپنی پسند کو سنت کے مطابق بنائیے:

بہت سارے لوگ سامان خریدتے ہیں، سودا خریدتے ہیں تو وہ چیزیں خریدلیں جو سنت کے مطابق ہوں، جو نبی علیہ السلام کو پسند ہیں۔ کھانا تو کھائیں گے لیکن سنت کا ثواب بھی مل جائے گا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے امت کے بگاڑ کے وقت میری ایک سنت کو زندہ کیا، پروردگارِ عالم اس کو 100 شہیدوں کے برابر اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔ اب کھانا پینا تو ہمارا روزمرہ کا کام ہے اگر ہم اس کو تھوڑا سا سیکھ اور سمجھ لیں سنت کے مطابق کرلیں تو بتائیں کہ عبادت بھی ہوگئی اور کھانا بھی ہوگیا۔

کھانوں کا سردار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بہترین سالن گوشت ہے جو سالنوں کا سردار ہے۔ (کنز العمال، جلد 19 صفحہ 204)

ایک حدیث میں فرمایا کہ دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔
(مجمع الزوائد، جلد 5 صفحہ 38)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت کے ہدیے کو یا گوشت کی دعوت کو رد نہ فرماتے بلکہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ: جلد 2 صفحہ 241)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ (الواقعہ: 21)

''ترجمہ: اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان (جنتیوں) کا جی چاہے''۔

تو گوشت کھانا سنت ہے اور اس کی دعوت کو قبول کرنا یا ہدیہ میں قبول کرنا یہ بھی سنت مبارکہ ہے۔

اتباع سنت کی نیت:

گوشت تو پکے گا ہی لیکن آج تک ہمیں اس بات کا پتا نہیں تھا تو ہم نے اس میں اتباع سنت کی نیت نہیں کی تھی، اب ہم گوشت کھائیں تو اس نیت سے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو بھی پسند تھا۔ پھر دیکھیں ان شاء اللہ گوشت کی برکتیں اللہ رب العزت عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ کی چاہت:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہتا کہ مجھے روزانہ گوشت ملے تو میں نوازا جاتا اور اللہ رب العزت میری اس چاہت کو قبول فرما لیتے، لیکن میں نے نہیں چاہا۔

علماء نے لکھا ہے کہ گوشت کھانا گوشت کو ہی بڑھاتا ہے یعنی گوشت کھانا انسان کے گوشت کو ہی بڑھاتا ہے۔

کثرتِ گوشت نقصان دہ ہے:

مگر یہ خیال رہے کہ جہاں اس کے فوائد ہیں وہاں اس کی کثرت سے نقصانات بھی ہیں۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انسان روزانہ گوشت کا استعمال نہ کرے، اس سے خون کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ جو شخص چالیس دن تک گوشت ہی گوشت کھائے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اسے ناغہ کر کے کھاتے تھے۔

(مواہب، جلد 4 صفحہ 427)

یعنی اپنی جسمانی صحت میں اعتدال رکھے، کبھی گوشت کھائے تو کبھی باقی اللہ کی نعمتوں کو بھی کھائے۔

ہدیہ کو قبول کرنا تو نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔

گوشت میں آپ ﷺ کی پسند:

اب گوشت کے اندر کونسا گوشت آپ ﷺ کو پسند تھا۔ نبی علیہ السلام کو دستی کا گوشت پسند تھا۔
(شمائل ترمذی، جلد 2 صفحہ 12)

ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں گوشت لایا گیا، دست یعنی دستی آپ ﷺ کے سامنے رکھی گئی، یہ آپ ﷺ کو بہت پسند تھی تو آپ اس کو اپنے دانت مبارک سے نوچ کر کھانے لگے۔ (بخاری، صفحہ 814، ابن ماجہ، جلد 2 صفحہ 241)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام کو ہڈی دار گوشت میں دست کا گوشت بہت مرغوب تھا یعنی بکری کی دستی۔ (ابوداؤد، صفحہ 530)

نبی علیہ السلام کے بارے میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کو دستی بہت مرغوب تھی، لیکن آپ کے یہاں روزانہ گوشت نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ دستی کو پسند فرماتے تھے۔ کیونکہ دستی کا گوشت جلدی پک جاتا ہے۔ (شمائل ترمذی، صفحہ 12)

اہم نکتہ:

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بتارہی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دستی کے گوشت کو کیوں پسند فرماتے تھے؟ کیوں کہ جلدی پک جاتا ہے۔ اس بات میں بھی ہمارے لیے ایک (Massege) ہے کہ ہم کھانا وہ پکائیں جو جلدی پک جایا کرے۔ ایسا کھانا کہ جس میں گھنٹوں تیاری میں لگ گئے تو دین کا کام بندہ کب کرے گا؟ اس لیے ہم بھی یہ کوشش کریں کہ اپنے یہاں ایسا کھانا تیار کریں جس میں وقت زیادہ نہ لگے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے زیادہ وقت مل سکے۔

آپ ﷺ کا اپنی پسند کے اظہار کا ایک انداز:

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضورِ پاک ﷺ کے لیے ہانڈی میں گوشت پکایا گیا۔ آپ ﷺ کو چوں کہ دستی کا گوشت زیادہ پسند تھا تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دستی نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کی اور باقی گوشت ہانڈی میں رکھا ہوا تھا۔ نبی علیہ السلام نے وہ نوش فرمائی اور نبی علیہ السلام نے نوش فرمانے کے بعد ایک اور طلب کی، فرماتے ہیں کہ میں نے دوسری نکالی اور وہ بھی نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کردی، پھر نبی علیہ السلام نے تیسری مرتبہ طلب فرمایا کہ نکالو! تو فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! بکری کے اندر تو دو ہی دست ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے! اگر تم چپ رہتے اور انکار نہ کرتے، میں طلب کرتا رہتا تم ہانڈی سے نکالتے رہتے تو ہانڈی سے دستیاں نکلتی رہتیں۔ (شمائل ترمذی، صفحہ 12)

ہمارے لیے سبق:

فائدہ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کہنے پر ہانڈی میں دست دیکھتے یعنی تلاش کرتے تو نکالتے ہی رہتے اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہوتا اور انہوں نے انکار کردیا جس کی وجہ سے یہ معجزہ نہ ہوا۔ اس سے کیا معلوم ہوا کہ بڑوں کی بات پر قیاس سے کام نہ لے۔ جو بڑے کہہ رہے ہیں محض تعمیل کرے، خاموشی کے ساتھ بلا چوں و چراں جس طرح کہتے چلے جائیں کرتا چلا جائے۔ اپنی عقل کو استعمال نہ کرے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کی بات کو مانے، البتہ وہ اگر کوئی ایسا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کے خلاف ہو تو پھر تعمیل نہ کرے۔ (خصائل، صفحہ 832)

آپ ﷺ کا ایک معجزہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلے میں کھجوریں تھیں۔ نبی علیہ السلام نے اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی غزوے کے موقع پر یہ معاملہ پیش آیا کہ کھانے کے لیے کچھ بھی میسر نہ تھا سوائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس تھیلی کے۔ نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! چند کھجوریں اس تھیلی میں رکھی ہوئی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے اس تھیلی میں سے کھجوریں نکال لیں اور ان کو پھیلا دیا وہ کل 21 کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے ہر کھجور پر بسم اللہ پڑھی اور دعا پڑھی اور دعا کرنے کے بعد کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم جاؤ اور دس دس لوگوں کو بلاتے رہو، اور کھلاتے رہو۔ دس دس آدمی آتے رہے اور دستر خوان پہ بیٹھ کے کھجوریں کھاتے رہے اور پورا لشکر فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد جو کھجوریں بچیں، اُن کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو ہریرہ! اپنی تھیلی میں واپس رکھ دو، اور خیال رکھنا تھیلی میں سے کھجوریں نکالتے رہنا کبھی اس کو اُلٹ کر پورا خالی نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تھیلی رہتی تھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھیلی میں سے کھجوریں نکال کر خود بھی کھاتے اور اس میں سے صدقہ بھی کرتے، اوروں کو بھی کھلاتے تھے، فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی زندگی میں وہ تھیلی میرے پاس رہی میں کھاتا رہا، اُن کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں میرے پاس رہی میں کھاتا رہا، کھلاتا رہا۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں رہی میں کھاتا رہا، کھلاتا رہا۔

فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت گیارہ سال کا رہا، تو اُن کی شہادت کے وقت حادثے میں کسی نے مجھ سے وہ تھیلی چھین لی اور وہ مجھ سے دور ہو گئی۔

تقریباً پچیس سال کے قریب وہ اس تھیلی سے نکال کر کھاتے رہے اور کھلاتے رہے، جو ابتداء میں دانے تھے وہ سالوں چلے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے شاگردوں کو یہ واقعہ سنایا تو پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائے ہوں گی؟ انہوں نے عرض کیا: انہوں نے عرض کیا ہمیں نہیں معلوم فرمایا کہ دو سو وسق سے زیادہ۔ (ایک وسق دو سو چالیس کلوگرام ہوتا ہے تو دو وسق اڑتالیس ہزار کلوگرام ہوا اور فرمارہے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ اس سے کھجوریں نکالی ہیں۔) (خصائل، صفحہ 832)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور معجزہ:

اسی طرح ایک اور واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولیمہ تھا۔ اس میں میری امی نے ایک ملیدہ تیار کیا اور پیالہ میرے ہاتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، جب وہ پیالہ لے کر میں پہنچا، نبی علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ انس! اس پیالہ کو نیچے رکھ دو، اور فلاں فلاں کو بلاؤ اور اس کے علاوہ جو تم کو ملتا چلا جائے سب کو بلا لو، آج ولیمہ کی دعوت ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں گیا اور جن لوگوں کو نبی علیہ السلام نے کہا تھا کہ اُن کو بلاؤ، اُن کو بھی بلایا اور جو جو مجھے ملتا گیا سب کو کہتا رہا۔ کہ آیئے۔ حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کے تمام مکانات ازواجِ مطہرات کے رہنے کی جگہ اور اہلِ صفہ کے رہنے کی جگہ سب کی سب آدمیوں سے پُر ہوگئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس، دس آدمی اس پیالہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں۔ پیالہ ایک ہے دس آدمی اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھیں اور کھاتے رہیں۔ چنانچہ دس، دس آدمی آتے رہے اس پیالہ میں سے کھاتے رہے جب پیٹ بھر جاتا اُٹھ جاتے، پھر دوسری جماعت دس آدمیوں کی آتی وہ بیٹھتی وہ کھاتی اور جب وہ جاتی تیسری جماعت آتی حتیٰ کہ ہر آدمی نے کھانا کھالیا۔ جب سب

فارغ ہو گئے تو حضورِ پاک ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ انس! اس پیالہ کو واپس اُٹھالو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتدا میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا آخر میں سب کے کھانے کے بعد جب میں نے اُٹھایا تو اس وقت زیادہ بھرا ہوا تھا۔ تو یہ نبی علیہ السلام کے معجزات تھے۔

غیر بھی آپ ﷺ کی پسند سے واقف اور ہم؟

جیسا کہ ابھی یہ بات سامنے آئی کہ حضور پاک ﷺ کو دستی کا گوشت مرغوب تھا، اور اسی میں آپ ﷺ کو زہر دیا گیا۔ (شمائل، صفحہ 12)

فتح خیبر کے وقت ایک یہودی عورت کو جب معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت خوب مرغوب ہے، تو اُس نے بکری کو بھونا اور اس میں زہر ڈال دیا اور خصوصاً دستی میں زیادہ ڈالا اور نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ نبی علیہ السلام نے لقمہ منہ میں رکھا، لیکن ابھی نگلنے کی نوبت نہیں آئی یا ہلکا سا کچھ اثر اندر گیا، آپ ﷺ نے اس کو تھوک دیا اور ارشاد فرمایا کہ گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے۔ لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر اندر پہنچ گیا تھا جو کبھی کبھی نبی علیہ السلام کے اوپر تکلیف کا باعث بن جاتا تھا۔ اور اسی زہر نے حضورِ پاک ﷺ کے وصال (دنیا سے پردہ کر جانے کے وقت) اپنے اثر کو زیادہ دکھایا اور نبی علیہ السلام کی شہادت کا ذریعہ بنا۔ (خصائل نبوی ﷺ، 130)

پیٹھ کا گوشت:

ایک تو دستی کے گوشت کی بات ہو گئی۔ اس کے علاوہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہت بہترین گوشت ہے۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت تم پر لازم ہے کہ وہ اچھا ہوتا ہے۔ (مجمع، جلد 5 صفحہ 39)

ہمارے یہاں کی ایک مثال ہے۔ کہتے ہیں کہ ''لے آویں پٹھ ورنہ آجاویں اُٹھ'' یعنی اگر تم قصائی کی دُکان پر جاؤ اور تمہیں پٹھ کا گوشت ملے تو لے آنا، وہ نہ ملے تو واپس آجانا کچھ اور نہ لے کر آنا۔

شانے کا گوشت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ گوشت شانے کا تھا۔ (سیرۃ، جلد 7 صفحہ 290)

ایک صحابی عمر بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیکھا کہ شانے کا گوشت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ (بخاری، جلد 2 صفحہ 814)

گردن کا گوشت:

یہ بھی نبی علیہ السلام کو پسند تھا۔ چنانچہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُن کے گھر میں بکری ذبح کی گئی تو نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ اپنی بکری میں سے ہمیں بھی کچھ کھلاؤ جب قاصد وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ بھئی! سب کچھ تو استعمال ہوگیا، اب سوائے گردن کے اور کچھ بھی باقی نہیں، مجھے لحاظ معلوم ہوتا ہے کہ میں یہ نبی علیہ السلام کے پاس بھیجوں۔ قاصد نبی علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور ضباعہ سے کہو کہ بھیج دو کہ گردن جانور کا اگلا حصہ ہے، ہر اچھائی سے قریب ہے گندگی سے دور ہے۔ (شرح مواہب، جلد 4 صفحہ 329)

یعنی کہ اگلا حصہ ہر اچھائی سے قریب ہے۔ پیشاب، یا پاخانہ کی گندگی سے دور ہے

معلوم ہوا کہ دست، پیٹھ، شانہ اور گردن یہ چار قسم کے گوشت نبی علیہ السلام کو پسند تھے۔

بھُنا ہوا گوشت:

اب ذرا باربی کیو کے بارے میں بھی بات ہو جائے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ ایک صحابی عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام کے ساتھ بھُنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا یعنی نبی علیہ السلام بھی موجود تھے صحابہ بھی موجود تھے، تو سب نے بھُنا ہوا گوشت کھایا۔ (ابن ماجہ، جلد 2 صفحہ 241)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مہمان ہوا، کھانے میں بھُنا ہوا گوشت لایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاقو سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرمانے لگے۔ (شمائل ترمذی، صفحہ 11)

غور کرنے کی بات ہے کہ اس دین میں کتنی اپنائیت ہے اور کسی آسانی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ایک انداز:

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حریرہ بنانے کا حکم دیا۔ میں نے حریرہ بنایا۔ پھر میرے والد نے کہا کہ دیکھو! حریرہ تیار ہو گیا ہو تو جاؤ، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کھالیں۔ چنانچہ میں اس کو لے کر آیا تو اس وقت نبی علیہ السلام مسجد میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ جابر! یہ کیا ہے؟ کیا گوشت لے کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ نہیں اے اللہ کے نبی! یہ تو حریرہ ہے۔ بہر حال میں اپنے والد کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا جو تم نے ہدیہ دیا تھا؟ تو میں نے کہا: جی ابا جان! انہوں نے دیکھا تو تھا، لیکن ایک بات پوچھی تھی کہ جابر! کیا تم گوشت لے کر آئے ہو؟ کیا لائے ہو؟ تو میں نے کہا تھا کہ نہیں یہ تو

حریرہ ہے۔ والد صاحب کہنے لگے کہ اچھا! ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو آج گوشت کی خواہش موجود ہے۔ اب تم ایسا کرو، ہماری پالی ہوئی ایک بکری ہے۔ تم اس کو ذبح کردو۔ ذبح کر کے اس کو بھونو۔ جب بھون دیا گیا، پھر حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری لے جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میں دوبارہ گیا تو نبی علیہ السلام نے دوبارہ پوچھا کہ جابر یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں آپ کے لئے بھُنا ہوا گوشت لے کر آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری طرف سے قبیلہ انصار کو بہترین جزا دے اللہ اکبر۔ (نسائی، سیرۃ جلد، 7 صفحہ 292)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے کتنی محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کو بھانپ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت کی رغبت ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف پوچھا تھا کہ کیا گوشت لائے ہو یا کچھ اور لائے ہو؟ اور اس میں خواہش کا کوئی اظہار نہیں تھا، لیکن محبت اور عشق کی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد نے گھر کی پالی ہوئی ایک بکری ذبح کر ڈالی اور خدمت میں بھیج دی۔

بھنا ہوا گوشت اور وضو:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے سے وضو تھا، اس لیے گوشت کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ وضو نہیں کیا اور نماز پڑھی۔

(شمائل، طحاوی، جلد 1 صفحہ 39)

روٹی کے بغیر صرف گوشت کھانا:

اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ گوشت کو بڑے شوق سے روٹی کے بغیر کھایا کرتے تھے۔

اس لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی کبھی بغیر روٹی کے صرف گوشت کھالیا کرتے تھے۔

گوشت کو محفوظ کر کے رکھنا:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کی حالت میں تھے۔ ہم نے نبی علیہ السلام کے لئے ایک بکری ذبح کی تو آپ ﷺ نے اس کو ٹھیک کرنے کا حکم دیا، یعنی فرمایا کہ اس کو نمک لگا کر سکھا کر رکھ لو۔ چنانچہ ہم نے اس گوشت کو نمک اور مصالحہ وغیرہ لگا کر رکھا اور مدینہ منورہ پہنچنے تک اس کو کھاتے رہے۔ (سنن اربعہ، مواہب جلد 4 صفحہ 331)

گوشت کو اگر لمبے ٹکڑے کر کے اس میں نمک وغیرہ لگا کر سکھا لیا جائے، تو ایسا سوکھا ہوا گوشت کئی کئی ہفتے کھایا جا سکتا ہے۔ یہ توکل اور زہد کے منافی نہیں ہے اور اس میں فریج کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ نبی علیہ السلام نے قربانی کے گوشت کو بھی کئی کئی دن استعمال کیا ہے۔
(عینی جلد 21 صفحہ 65)

بلکہ پندرہ دن تک ایک ایک مہینہ تک قربانی کے گوشت کو سنبھال کر رکھا۔ اور بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب القدید کے نام سے اس امر کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (بخاری، باب القدید)

شوربہ دار گوشت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے آپ ﷺ کی کھانے کی دعوت کی۔ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ کھانے پر گیا وہاں جو کی روٹی تھی اور گوشت کا شوربہ تھا جس کے اندر لوکی یعنی گھیا پڑا ہوا تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ برتن کے چاروں طرف سے لوکی یعنی گھیے کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے بھی

لوکی سے محبت ہوگئی اور میں بھی لوکی رغبت سے کھانے لگا۔

(بخاری، جلد2 صفحہ 817)

دیکھیں! صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کیا تھی کہ جو چیز نبی علیہ السلام کو پسند وہ ہمیں بھی پسند۔ مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام نے شوربے والا گوشت بھی استعمال فرمایا۔

ایثار کی تعلیم:

بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربانی کے موقع پر بھی شوربے والا گوشت بنوایا، اور یہ بھنے ہوئے گوشت سے بہتر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شوربہ پڑوسی کو دینے کی تاکید فرمائی ہے۔

(عینی، جلد21 صفحہ 64)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو گوشت خریدے اسے چاہیے کہ شوربہ زیادہ رکھے، پس اگر کوئی بوٹی نہ پائے گا تو شوربہ تو پا ہی لے گا۔ اور آگے فرمایا کہ یہ بھی تو گوشت ہے۔ (ترمذی، جلد2 صفحہ 5)

یعنی گوشت کا پورا پورا اثر شوربہ کے اندر آجاتا ہے۔

شوربہ بڑھانا:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی نیک کام کو معمولی نہ سمجھو، اگر نیکی نہ کرسکو تو یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کو مسکراتے ہوئے ملو۔ اور فرمایا کہ جب گوشت خریدو تو شوربہ زیادہ رکھو اور اس میں سے اپنے پڑوسی کو بھیج دیا کرو۔

(ترمذی، جلد2 صفحہ 5)

ایک اور روایت ہے کہ فرمایا کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربہ زیادہ کرو۔ پانی ڈال دیا کرو، تاکہ پڑوسی کو بھیجنا آسان ہوجائے۔ (مجمع الزوائد، جلد5 صفحہ 22)

کدو کے فوائد:

ایک حدیث میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوکی یعنی کدو کھاؤ۔ آگے فرمایا کہ اس سے زیادہ نفع دینے والا کوئی درخت ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام پر اس ہی کو اُگاتے۔ اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شوربہ بنائے تو لوکی کا اضافہ کردے، وہ عقل اور دماغ کو قوت دیتی ہے۔ (کنز العمال، جلد 19 صفحہ 202)

گھیا اور کدو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھی چیز ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے شانے کی ہڈی کا گوشت منہ مبارک سے نوچ کر نوش فرمایا۔ (بخاری، جلد 2 صفحہ 824)

ہڈی والا گوشت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ہڈی جس پر گوشت لگا ہوا ہو، بہت مرغوب تھا۔ نہایت رغبت سے ہڈی پر سے گوشت نوچ کر تناول فرماتے۔ اکثر تو دانت سے نوچ کر کھاتے اور کبھی کبھی چاقو سے کاٹ کر بھی تناول فرماتے تھے۔ (شمائل، کبریٰ جلد 1 صفحہ 91)

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہانڈی سے ہڈی دار گوشت کو نکالا اور اسے تناول فرمایا۔ (بخاری، جلد 2 صفحہ 814)

غرض یہ کہ ہڈی دار گوشت نبی علیہ السلام کو پسند تھا۔ ہم گوشت خریدیں تو ہڈی دار گوشت لیں کہ نبی علیہ السلام کو ہڈی والا گوشت محبوب تھا۔

کلیجی:

اس کے علاوہ کلیجی یہ بھی نبی علیہ السلام کو پسند تھی۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے لئے کلیجی بھونی اور نبی علیہ السلام نے اسے

نوش فرمایا اور (جب نماز کا وقت ہوا تو) نماز پڑھی۔ (بخاری، مسلم، صفحہ 157، نسائی)

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے پاس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے یہاں کلیجی اور دل وغیرہ لٹکے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کلیجی ہمارے لیے پکا دو تو کتنا اچھا ہو، ہم اسے کھالیں۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اُسے پکا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھایا۔ (طحاوی، جلد 1 صفحہ 39)

تو کلیجی کھانا بھی سنت ہے۔ اب کلیجی قربانی کے موقع پر ہمارے یہاں کھائی جاتی ہے۔ یہ ایک عام رواج ہے۔ دارِقطنی کی ایک حدیث میں ہے کہ قربانی کے جانوروں کی اولاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلیجی ہی کھاتے تھے۔ (مواہب، جلد 4 صفحہ 332)

ہمارے یہاں بھی الحمدللہ! جیسے ہی جانور صبح کو ذبح ہوجاتا ہے تو ذبح ہونے کے بعد سب سے پہلے کلیجی اس میں سے نکالی جاتی ہے اور اس کو تیار کر کے کھالیا جاتا ہے۔ اگر آسانی ہو اور بہت زیادہ تاخیر نہ ہو رہی ہو تو اس طرح سے کھانا یہ مناسب ہے۔

قربانی کے گوشت کو بچا کر رکھنا:

یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ نبی علیہ السلام ایک مہینہ تک بھی گوشت کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قربانی کے گوشت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا تین دن سے زیادہ اس کو رکھ سکتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے لیے پائے ایک ماہ تک رکھتے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے۔ (نسائی، جلد 2 صفحہ 208)

تو یہاں سے پتا لگا کہ پائے کھانا بھی سنت ہے۔ پائے تو ہم کھاتے ہی ہیں آگے پیچھے، لیکن یہ شاید آج معلوم ہوا ہو کہ پائے کھانا بھی سنت ہے۔ نبی علیہ السلام گھر والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لیے قربانی کے جانور کے پائے رکھتے تھے اور ایک ماہ تک اس کا استعمال ہوتا رہتا تھا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہم لوگ پائے اُٹھا کر رکھ دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے پندرہ یوم کے بعد تک کھاتے رہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت کو کئی دن تک کھاتے رہنا یہ بھی نبی علیہ السلام سے ثابت ہے اور یہ زہد و توکل کے خلاف نہیں۔

(عمدۃ، جلد 21 صفحہ 56)

مغز اور گودا:

اس کے علاوہ مغز اور گودا، ہڈیوں کے اندر جو گودا ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک پیالہ مغز بھرا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا تو نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابو ثابت! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے چالیس جانور ذبح کیے تو خواہش ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں، تو پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے اُسے نوش فرمایا اور میرے لیے خیر کی دعا کی۔ (سیرۃ الشامی، جلد 7 صفحہ 298)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھر میں کوئی نعمت دیکھتے تو خوشی ہوتی اور اسے تو نبی علیہ السلام کے لیے لے کر آیا کرتے تھے۔

اُونٹ کا گوشت:

جب نبی علیہ السلام نے حج کے موقع پر قربانی کی تو 100 اونٹ ذبح ہوئے۔ 23 اونٹ تو نبی علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح کیے وہ بھی ایک عجیب شام تھی کہ اونٹ آتے تھے اور نبی علیہ السلام کو دیکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں خنجر دیکھتے اور اپنی گردن آگے بڑھا دیا کرتے کہ اے اللہ کے نبی! پہلے میں پہلے میں۔ تو 23 اونٹ تو نبی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے ذبح کیے

اور 37 اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ذبح ہوئے، تو نبی علیہ السلام نے حج کے موقع پر اپنی طرف سے 100 اونٹوں کی قربانی دی۔ اب جب 100 کے 100 اونٹ قربان ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر اونٹ سے تھوڑا تھوڑا سا گوشت لے لو جب سب میں سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے لیا گیا اور اسے ہانڈی میں ڈال دیا گیا اور پکنے کے بعد سب نے گوشت کھایا اور اس کا گرم گرم شوربہ پیا۔ (مواہب، جلد 4 صفحہ 332)

یخنی اور شوربہ پینے کا ثبوت:

یہ جو چائے پینے والے لوگ ہیں، اُن کو حدیث سے تو کوئی دلیل تو ملتی نہیں، کہنے کو ملتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے گرم گرم شوربہ پیا تھا۔ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو دیکھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو دیکھیں۔ زندگی گزارنا آسان ہو جائے گا۔ ہماری زندگیاں تکلفات سے پُر ہیں نہ اگلا پتا نہ پچھلا۔ اس لیے ہمیں ان مبارک لوگوں کی مبارک زندگیوں کو دیکھ کر عمل کرنا چاہیے۔

مرغی کا گوشت:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے نبی علیہ السلام کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔
(بخاری، صفحہ 829، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو چند یوم تک اُسے اپنے گھر میں باندھ کر رکھتے، پھر اس کے بعد کھاتے۔ مرغی کھانا بھی سنت ہے اور یہ نبی علیہ السلام نے کھائی اور اس کو کھانا مناسب ہے، لیکن اس کے اندر ایک احتیاط یہ ہے کہ اگر مرغی گندگی وغیرہ کھاتی ہو اس کی غذا ٹھیک نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ تین دن تک اس کو باندھ کے اپنے

پاس رکھا جائے، اُسے حلال پاک غذا دی جائے اور پھر اس کو استعمال کیا جائے ویسے یہ تھوڑا سا مشکل کام ہے۔ (شمائل کبریٰ، جلد 1 صفحہ 93)

خرگوش کا گوشت:

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خرگوش کا گوشت بھی کھایا۔
(زاد المعاد، جلد 1 صفحہ 54)

نیل گائے:

اس کے علاوہ یہ بات حدیث شریف سے ملتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے نیل گائے کا گوشت بھی کھایا ہے۔ (مواہب، جلد 4 صفحہ 332)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ کے کسی راستے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور تمام لوگ احرام کی حالت میں تھے، میں محرم نہیں تھا۔ میں نے نگاہ اوپر کی تو میں نے نیل گائے کو دیکھ لیا۔ پھر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور کوڑا اور نیزہ بھول گیا۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ کوڑا مجھے پکڑا دو۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ہم حالت احرام میں ہیں۔ چنانچہ مجھے غصہ آیا میں اُترا میں نے نیزہ لیا سوار ہوا اور میں نے نیل گائے کو سخت وار کیا اور اس کے پیر کو کاٹ ڈالا اور اسے شکار کر کے لے آیا اب اس کی جان نکل چکی تھی، ہم سب نے نبی علیہ السلام کے ساتھ مل کر اسے کھایا۔

حالت احرام سے متعلق ایک اہم مسئلہ:

اس کے اندر مسئلہ یہ ہے کہ محرم (جس نے احرام باندھ رکھا ہو) وہ شکار نہیں کر سکتا۔ ایک

صحابی رضی اللہ عنہ ایسے تھے جنہوں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا تو وہ شکار کر سکتے تھے جب انہوں نے شکار کو دیکھا گھوڑے پر سوار ہوئے اور بغیر نیزے کے تھے اس لیے انہوں نے باقی لوگوں سے کہا کہ بھئی! نیزہ مجھے پکڑاؤ، مگر لوگوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں دے سکتے، کیونکہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خود اپنا نیزہ لے کر نیل گائے کا شکار کیا اور اس کے بعد نبی علیہ السلام نے بھی اور سب نے مل کر کھایا۔ (بخاری، سیرۃ خیر العباد جلد 7 صفحہ 297)

چکور:

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھنا ہوا چکور لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! اپنے بندوں میں سے بہتر کو میرے پاس بھیج دیجئے جو میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ چکور کو کھایا۔ (ترمذی، جلد 2 صفحہ 213)

حباری:

اس کے علاوہ ایک پرندہ حباری ہے۔ (شمائل، صفحہ 11)

اور ایک پرندہ ہے اس کا نام ہے سرخاب تو ان کا گوشت بھی نبی علیہ السلام نے تناول فرمایا ہے۔

پہاڑی بکرا:

اس کے علاوہ پہاڑی بکرے کا گوشت کھانا بھی ثابت ہے۔

(سیرت خیر العباد، جلد 7 صفحہ 297)

گائے کا گوشت:

اس کے علاوہ نبی علیہ السلام نے گائے کا گوشت بھی کھایا۔ نبی علیہ السلام کا گائے کو ذبح کرنا اور اس کے گوشت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے پاس آنے کا ذکر صحیح مسلم اور صحیح

بخاری میں بھی ہے تو گائے کا گوشت کھانا نبی علیہ السلام کی سنت سے ثابت ہے۔

مچھلی:

نبی علیہ السلام نے مچھلی کو بھی کھایا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ایک جگہ جہاد کے لیے سفر کیا اور ہمارے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے ہم لوگ سخت بھوک کی حالت میں ہو گئے۔ کافی دن گزر گئے کچھ کھانے پینے کو نہ ملا تو اللہ رب العزت نے سمندر سے ایک مچھلی باہر نکال کر ہمارے لیے پھینک دی۔ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ ہم نے اس سے پہلے اس جیسی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی اور اس کو عنبر کہا جاتا ہے۔ ہمارے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی لی تو اونٹ پر ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا، یعنی ناپنے کے لیے ایک پسلی کو زمین کے اوپر کھڑا کیا گیا جس کو ہم کانٹا بھی کہہ سکتے ہیں سمجھنے کے لیے تو اونٹ چھوٹا تھا اور وہ پسلی یا کانٹا اس سے بڑا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس کی آنکھ کا جو حلقہ تھا اس میں پانچ آدمی بیٹھ جاتے تھے۔ اتنی بڑی مچھلی ہم نے کبھی نہ دیکھی، ہم نے خوب انجوائے کیا، کھانا کھایا اور اس کو استعمال کرتے رہے حتی کہ ہم لوگ مدینہ واپس آئے تو نبی علیہ السلام کے سامنے اس مچھلی کا گوشت پیش کیا گیا اور نبی علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے رزق کے طور پر نکالا ہے اور اگر کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اور نبی علیہ السلام نے اس مچھلی کو کھایا تو مچھلی کا کھانا بھی ثابت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اور جنت میں مسلمانوں کی سب سے پہلی غذا مچھلی ہوگی۔

(بخاری، جلد 2 صفحہ 265)

ناپسندیدہ چیزیں:

چند چیزیں ایسی بھی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسندیدہ ہیں۔ گردے کو پیشاب وغیرہ کی وجہ

سے نبی علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا۔ (سیرۃ خیر العباد، جلد 7 صفحہ 337)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانور کی سات چیزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اور انہیں استعمال نہیں کرتے تھے:

1. پتّہ
2. مثانہ
3. شرمگاہ
4. غدود
5. خون
6. خصیے
7. فرج مادہ (مادہ کی شرم گاہ) (سیرت الشامی جلد 7 صفحہ 338)

تو یہ چیزیں ایسی ہیں جو نبی علیہ السلام نہیں کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمارے کرنے کا کام:

کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں، پکاتے ہیں۔ ہم مچھلی پکائیں تو اتباع سنت کی نیت کر سکتے ہیں۔ گائے کا گوشت پکائیں تو نیت کر سکتے ہیں۔ مرغی کا گوشت پکائیں تو کر سکتے ہیں۔ ہم جب نبی علیہ السلام کے طریقوں کے مطابق یہی کھانا بنالیں گے تو یہ ہمارے لیے سنت بن جائے گا، اور نبی علیہ السلام کی محبت کا ذریعہ بھی بن جائے گا، اور اتباعِ سنت کا ثواب الگ ملے گا۔ اب مرغی کھانا جیسے سنت ہے اگر کوئی آدمی مرغی منگوائے تو سنت کی بھی نیت کر لے۔ بہر حال یہ دیسی مرغی کی

بات ہے، فارمی مرغی علماء نے اس کو بھی حلال قرار دیا ہے، اگر اس کی غذا ٹھیک ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور پاک ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ ایک ایک کام کو نبی علیہ السلام کے طریقے پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دین مشکل نہیں ہے دین بہت آسان ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمارے اوپر بہت احسان فرمایا کہ نبی علیہ السلام کو ہمارے اندر مبعوث فرمایا ہمیں ان کی امت میں سے بنایا۔ آپ ﷺ کی سنتوں کو اگر ہم سمجھ لیں گے سیکھ لیں گے تو چوبیس گھنٹے کی ہماری زندگی دین ہی دین بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نبی علیہ السلام کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

خواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ﴾ (الصّافات:102)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

لاہور میں ہمارے مدرسے میں کچھ تربیتی بیانات چل رہے تھے اور چل رہے ہیں۔ ان کا تعلق نبی پاک ﷺ کی مبارک سنتوں سے ہے۔ چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور زندگی کے مختلف امور میں نبی ﷺ کی مبارک سنتیں اپنانا ہمارے لیے کتنی ضروری

ہیں، اس کی ایک ترتیب چل رہی ہے۔ اُسی ترتیب کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم بات کریں گے ان شاء اللہ!

کامیاب کون؟

آج انسان دنیا میں سمجھ رہا ہے کہ مال ہوگا تو میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ بینک بیلنس ہوگا تو کامیاب ہوجاؤں گا۔ ڈگری ہوگی، عہدہ ہوگا، نام ہوگا تو میں اُونچا ہوجاؤں گا۔ یہ دنیا کی باتیں ہیں حالانکہ دنیا کے حاصل ہوجانے میں کامیابی نہیں ہے، لیکن پھر بھی دنیا کی باتیں ہیں۔ محشر کے میدان میں کامیاب کون ہوگا؟ جو حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق زندگی گزارے گا۔ جس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بیوی بچوں کے ساتھ معاملات، جس کے اندر باہر کے سارے معاملات نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوں گے وہ کامیاب ہوگا اور اللہ اُس سے راضی ہوں گے۔

سونے کی دعا:

نبی پاک ﷺ جب رات کو سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی. (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

''اے اللہ! تیرے نام پر میں مرتا ہوں اور تیرے نام پر جیتا ہوں''۔

جس کی زندگی میں اللہ نہیں اس کی زندگی بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت اپنی رحمت سے عطا فرمائے۔ آمین

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا جب رات کو سونے لگتی تو اس دعا کو پڑھ لیتیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رُؤْیَا صَالِحَۃً صَادِقَۃً غَیْرَ کَاذِبَۃٍ نَافِعَۃً غَیْرَ ضَارَّۃٍ))(الاذکار صفحہ 79)

''اے اللہ! میں آپ سے سچے خواب کا سوال کرتی ہوں جو سچا ہو جھوٹا نہ ہو، نافع ہو نقصان دہ نہ ہو''۔

یعنی جو سچے ہوں، اچھے ہوں اور نفع دینے والے ہوں، میں ایسے خواب کی تمنا کرتی ہوں کہ آپ سوتے ہوئے بھی مجھے سچی اور نافع چیز دیکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم بستر پر جاؤ تو یہ دعا کیا کرو:

((بِسْمِ اللّٰہِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ)) (نسائی صفحہ 769)

''میں سو رہا ہوں اللہ کے نام سے اور اللہ کے راستے میں اور ملّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر''۔

یہ مسنون دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سو کر اُٹھنے کی دعا:

جب سو کر اُٹھ جائیں تو کیا دعا کیا کریں؟

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صبح اُٹھ کر یہ دعا پڑھی جائے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ)) (ابوداؤد: 688)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے نیند یعنی موت کے بعد زندہ کیا اور اُسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے''۔

یہ نیند موت کی بہن ہے۔ اُس کی طرف یاد دلوائی جا رہی ہے کہ آج تم تھوڑی دیر کے

لیے سو رہے ہو مگر اُٹھنے کی اُمید ہے، لیکن ایک وقت ہو گا جب تم قبر میں سو رہو گے، یعنی نیند کے ساتھ موت کو یاد دلوایا گیا۔

ایک جامع دعا:

ایک اور جگہ یہ دعا منقول ہے۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِہٖ)) (عمل الیوم و لیلۃ لنسائی صفحہ 866، ترمذی صفحہ 176)

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے جسم میں عافیت دی، اور میری روح واپس فرمائی اور اپنی یاد کی توفیق دی''۔

کسی جانور نے نہیں کاٹا، کوئی اور پرابلم نہیں ہوئی تو یہ اللہ نے میرے سارے جسم کو ٹھیک رکھا صحیح سلامت رکھا۔ یعنی تعریف اس اللہ کی کہ جس نے مجھے میرے جسم میں عافیت دی اور مجھے میری روح واپس لوٹا دی اور مجھے اپنی یاد کی توفیق عطا فرما دی۔

یہ جو آخری بات ہے:

((وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِہٖ))

مجھے اپنی یاد کی توفیق عطا کر دی۔ تو یہاں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ جو دن گزارنا ہے وہ اللہ کی یاد میں گزارنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اچھے اور برے خواب سے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات:

انسان سوتے میں خواب بھی دیکھ لیتا ہے تو خواب کے بارے میں کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم

میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پس **الحمدللہ** کہے اور اُس کا (دوسروں سے) ذکر کرے۔ (بخاری صفحہ 1034)

دوسری جگہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوتھو کردے اور تین بار تعوذ پڑھے یعنی

((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)) (اذکار صفحہ 83، مسلم صفحہ 241)

تین بار پڑھ لے۔ تو ان شاء اللہ یہ ناپسندیدہ خواب اس کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ پریشان ہونے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

خواب سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ:

خواب کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اکثر پوچھتے تھے کہ بتاؤ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی اچھی سی تعبیر بیان فرماتے۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 1043)

مومن کا خواب مبشراتِ الٰہی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں میں سے ایک بشارت ہے اور نبوت کا ایک حصہ اس کو قرار دیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب کی بہت عمدہ تعبیر دیا کرتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھا بھی کرتے تھے۔

(فتح الباری جلد 12 صفحہ 440)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پوچھنا عام طور سے نمازِ فجر کے بعد ہوا کرتا تھا۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 1043)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تمنا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو بھی شخص خواب دیکھتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی سی تعبیر بتائیں۔ چنانچہ میرے دل میں بھی آیا کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعبیر پوچھوں۔ چنانچہ ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! کوئی خیر ہو تو مجھے بھی کوئی خواب دکھا دیں کہ میں اُس کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھوں۔ چنانچہ (دعائیں کر کر کے میں نے) اُس رات خواب دیکھا۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 1041)

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم دعا کرتے تھے کہ ہمیں خواب آئے تو ہمیں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے کا موقع ملے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نکاح (شادی) سے پہلے مسجد میں سوتا اور اپنے دل سے کہتا کہ اگر تجھ میں بھی کوئی بھلائی ہوتی تو تجھے بھی اللہ خواب دکھا دیتے۔ ایک رات دعا مانگ کر میں سویا کہا: اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اچھائی ہے تو مجھے بھی خواب دکھائیے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 1041)

ایک صحابی حضرت ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھے خواب بہت پسند تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے خواب کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فجر کے بعد خواب کا پوچھنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو (لوگوں سے) پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ فرماتے کہ میرے بعد نبوت نہیں رہے گی، مگر اچھے خواب باقی رہیں گے۔ (ابوداؤد صفحہ 584)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد خواب پوچھتے اور اُسی وقت تعبیر بھی

بیان فرماتے۔ اُس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ فجر کے بعد انسان نے جو رات کو خواب دیکھا ہوتا ہے وہ نسبتاً اُسے یاد رہتا ہے۔ ٹائم گزرنے کے بعد وہ بھول جاتے ہیں، یا مکسنگ ہو جاتی ہے، تو فجر کے بعد معاملہ ذرا تازہ تازہ ہوتا ہے۔

تعبیر پوچھنے سے متعلق اہم بات:

کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر ایک سے تعبیر پوچھتے ہیں، تو اس تعبیر کا اعتبار ہو گا جس سے سب سے پہلے پوچھا گیا ہو وہی تعبیر نافذ ہو جائے گی اور باقیوں کی پیچھے رہ جائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو پہلے تعبیر دے دیں اُسی کا اعتبار ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ 279)

اور اسی لیے حکم ہے کہ خواب ہر ایک سے بیان نہ کریں۔

خواب سننے کی دعا:

حضرت ضحاک جہنی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب سننے کے وقت یہ دعا پڑھی:

خَيْرٌ تَلْقَاهُ شَرٌّ تَوَقَّاهُ خَيْرٌ لَّنَا وَ شَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

''تم کو بھلائی حاصل ہو تم برائی سے محفوظ رہو بھلائی تمہارے لیے اور برائی دشمنوں کے لیے تعریف اُس خدا کی جو تمام عالمین کا رب ہے''۔ (سیرۃ جلد 7 صفحہ 411)

اچھا خواب نبوت کا حصہ ہے:

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں (46) حصہ ہے۔ اب یہ چھیالیسواں حصہ کیوں کہا گیا؟ نبوت کا عرصہ 23

سال رہا ویسے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع سے نبی ہیں لیکن نبوت کا اظہار 40 سال کی عمر میں کیا۔ 63 سال میں پردہ فرمالیا تو 23 سال کا عرصہ نبوت کا عرصہ کہلایا اور اظہار نبوت سے پہلے 6 ماہ کا عرصہ اچھے اور سچے خوابوں کا رہا۔ تو 23 کو اگر 2 پر Multiply کر لیں 46 ہو جائے گا۔ ایک سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں اور نبوت کے سال 23 ہیں، ان کو چھ چھ ماہ کر لیا جائے تو 46 چھ ماہ بنتے ہیں، اس لیے علماء نے کہا کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور نبوت سے قبل چھ ماہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچے خواب آیا کرتے تھے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ شاید اس کا مطلب یہ ہو باقی اللہ بہتر جانتے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کی مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں ہمیں معلوم نہیں۔

(فتح الباری جلد 12 صفحہ 364)

اچھے خواب بشارت ہیں:

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

"ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے"۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ اچھے خواب ہیں جن کو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھا دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ 278)

بعض اوقات خود اچھا خواب دیکھ لیتا ہے اور اُسے تسلی مل جاتی ہے، بعض اوقات کوئی اور اچھا نیک آدمی اُس کے بارے میں دیکھ لیتا ہے تو خواب مؤمن مرد اور مؤمن عورت دونوں کے حق میں بشارت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

وحی کے ختم ہونے اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا لیکن خواب کے ذریعے انسان کو کچھ علم اور بشارتیں یا آگے آنے والی کسی چیز کا اللہ کی طرف سے انسان کو علم ہوتا رہے گا۔

خواب کی نوعیتیں:

اب خواب کی کچھ نوعیتیں بھی ہوتی ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

پہلی نوعیت:

ایک تو وہ جو نفس اور ذہن کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو سارا دن انسان سوچتا ہے، کر رہا ہے وہ رات کو نظر آگیا تو اسے لوگ خواب سمجھ لیتے ہیں۔ یہ خواب نہیں بلکہ خیالات ہیں۔

دوسری نوعیت:

دوسری شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے۔ بائیں طرف تھتھکار دے تو ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تیسری نوعیت:

وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ اور یہ خواب نبوت کا 46 واں حصہ ہے۔ اور اسے بھی صاحب خیر آدمی کے سامنے بیان کریں

تا کہ وہ اچھی تعبیر بتائے اور اچھی بات بتائے۔ (ابو اسحق، سیرۃ جلد 7 صفحہ 407)

خواب کس کو بتایا جائے؟ جو دین کا علم رکھتا ہو اور خیر خواہ بھی ہو۔

خواب کی اقسام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں:

1. اللہ کی طرف سے بشارت
2. خیالی باتیں
3. شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ 279)

بعض اوقات انسان جو بیداری میں کرتا اور سوچتا ہے وہ اس کے دماغ میں بات چل رہی ہوتی ہے وہی رات کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور شیطان بھی پریشان کرنے کے لیے ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو (جو تم سے محبت کرنے والا ہے تم سے مخلص ہے اسی سے بیان کرو، اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو (نہ دوست سے، نہ دشمن سے کرے) تو ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ 279)

کوئی پریشانی کی بات نہیں۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگ لو، اور کسی سے بیان نہ کرو تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 1043)

خواب کا اثر:

بعض اوقات خواب سے انسان بیمار بھی ہوجاتا ہے۔یعنی خواب اثر بھی ڈال لیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی! میں ایسا ڈراؤنا خواب دیکھ لیتا ہوں کہ دیکھنے کے بعد میں بیمار ہی پڑ جاتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور بُرے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔پس تم میں سے جو بُرا خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے اور

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے۔اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

(مجمع جلد 7 صفحہ 176)

پھر نہ بیمار ہوگا، نہ پریشان ہوگا۔اس طرح اگر عمل کرلیا جائے تو ان شاء اللہ نقصان نہیں ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر انسان ناپسندیدہ خواب دیکھ لے تو اُٹھ جائے اور نماز پڑھے۔(رات کو خواب دیکھا بُرا خواب تھا مثلاً کوئی سانپ،کوئی بیل اچانک دوڑتا ہوا آرہا ہے،تو اس کو چاہیے کہ یہ اُٹھ جائے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ لے)اور خواب کو کسی سے بھی بیان نہ کرے۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 1043)

بُرے خواب کے آداب کیا ہوئے؟ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر بُرے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں کہ اللہ سے پناہ مانگے،اعوذ باللہ پڑھ لے،تین دفعہ بائیں طرف تھتھکار دے،اُٹھ کے بیٹھ جائے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے،اور کسی سے بھی

بیان نہ کرے۔بعض حضرات نے فرمایا کہ بُرا خواب دیکھے تو آیۃ الکرسی بھی پڑھ لے۔

(فتح الباری جلد 12 صفحہ 370)

سچا خواب:

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی صفحہ 397)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو خواب سحری کے وقت انسان دیکھتا ہے، اس کی تعبیر جلدی واقع ہو جاتی ہے اور خواب کے اندر احکامات مردوں اور عورتوں کے لیے ایک جیسے ہیں۔ (فتح الباری)

اور یہ بات ذرا دل کے کانوں سے سنیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والے کا خواب سچا ہوتا ہے۔ (فتح الباری جلد 12 صفحہ 390)

ایک غلط سوچ کی اصلاح:

آج ہم میں سے اکثر خواب دیکھ لیتے ہیں۔کسی بزرگ کو دیکھ لیا،کوئی اچھی چیز دیکھ لی، کوئی گرینری (Greenery) دیکھ لی تو اپنے اوپر ناز کرنے لگتے ہیں اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ میرے بھائی خواب سے درجے نہیں ملا کرتے۔خواب کی حقیقت ایک حد ایک درجے تک ہے بس! اگر کوئی شخص رات خواب میں اپنے آپ کو وزیراعظم یا صدر بنا ہوا دیکھے اور صبح اُٹھ کے فلائٹ لے اور (President House) پہنچ جائے کہ بھئی! میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو وزیراعظم یا صدر بنا ہوا دیکھا ہے تو میں اب پاکستان کا صدر ہوں تو لوگ اس کو جوتے ماریں گے۔جس طرح

صدر اور وزیر اعظم کا خواب دیکھنے سے کوئی صدر اور وزیر اعظم نہیں بنتا اسی طرح ولایت کے خواب دیکھنے سے کوئی ولایت نہیں مل جاتی۔ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں زندگی شریعت کے خلاف گزر رہی ہوتی ہے، نمازیں قضا کر رہے ہیں، جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں، نامحرموں سے تعلقات ہیں۔ اس میں کوئی اچھا خواب دیکھ لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں میں تو اللہ کا بڑا مقرب ہوں۔ یاد رکھیے! اللہ کا تقرب تقوی سے معلوم ہوگا، نیکی سے معلوم ہوگا۔ اگر ہماری زبان جھوٹی ہے تو ہمارے خواب بھی جھوٹے ہیں۔ سچے آدمی کا خواب سچا، جھوٹے کا خواب بھی جھوٹا۔

کافر کا خواب بھی سچا ہوسکتا ہے:

لیکن یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ بعض اوقات انسان خواب دیکھ لیتا ہے اور وہ سچا ہوتا ہے۔ زندگی شریعت کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اپنے آپ کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سمجھنے لگتا ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں پتہ نہیں کیا ہوگیا، تو خواب تو کافر کا بھی سچا ہوسکتا ہے۔ دلیل قرآن عظیم الشان سے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳

(یوسف:43)

مصر کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا کہ سات گائیں ہیں وغیرہ پوری تفصیل ہے، جس کی حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی تھی۔ پہلے سات سال خوب اچھی فصل ہوگی، اس کے بعد سات سال قحط سالی کے ہوں گے۔ تو یہ جس بادشاہ نے دیکھا تھا وہ مسلمان نہیں تھا اس سے معلوم ہوا کہ سچا خواب تو کافر کو بھی آسکتا ہے تو یہ ولایت کی دلیل نہیں۔ پھر جب

حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں تھے تو دو قیدیوں نے خواب بیان کیے تو اچھے خواب دیکھنے کے لیے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔

تو بھائی! اپنے آپ کو صرف شریعت کے دائرے میں رکھیں، کہیں پہنچے نہیں کہ میں ولی بن گیا وغیرہ۔ تو جو آدمی جھوٹ بولتا ہے، اس کا خواب بھی جھوٹا۔ اس سے اندازہ لگالیں کہ ہمارا خواب کیسا ہوگا۔

دو سیکنڈ دو منٹ:

آج کل جھوٹ کی بیماری بہت عام ہے۔ بلاوجہ جھوٹ بول لیتے ہیں پرواہ ہی نہیں کرتے۔ جیسے کوئی بات کر رہے ہیں۔ فون پر تو کہتے ہیں کہ میں ایک سیکنڈ بعد فون کرتا ہوں، یا امی! ایک سیکنڈ میں آیا۔ اب معلوم ہے کہ جو کام کر رہے ہیں، اس کو ختم ہوتے ہوتے ایک دو منٹ لگ جائیں گے، تو یہ جو سیکنڈ کا لفظ بلا ساختہ، بلا سوچے سمجھے نکلا تو یہ تو جھوٹ ہوا۔ فرشتوں نے تو وہی لکھنا ہے جو منہ سے نکلا ہوگا۔ کتنی دفعہ ہم ایسا کرتے ہیں۔ بس! ایک منٹ کے لیے، حضرت! آپ دو منٹ کے لیے آ جائیں میرے گھر میں اور وہ دو منٹ 20 منٹ بعد بھی پورے نہیں ہوتے۔

خواب کس سے بیان کیا جائے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب کسی عالم اور خیر خواہ کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی خواب دیکھے تو حبیب کو بتائے یا لبیب کو بتائے۔ حبیب وہ جو آپ سے محبت کرنے والا ہے اور لبیب وہ جو دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ خواب نبوّت کا 46 چھیالیسواں حصہ ہے۔ جب تک کسی

سے بیان نہ کیا جائے معلق رہتا ہے اور جب آپ کسی عام دوست سے بیان کر دیتے ہیں اور وہ تعبیر دے دیں چاہے غلط ہی کیوں نہ ہو تو وہ خواب اس کی تعبیر کے موافق واقع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے علماء نے فرمایا کہ اپنے مخلص دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی حسد، بغض رکھتا ہے تو ویسے آدمی کو خواب بیان نہ کرو کیونکہ وہ بُرا مطلب نکالے گا اور خواب کی تعبیر نافذ ہو جائے گی اور تمہارے ساتھ نقصان والا معاملہ ہو جائے گا۔ اگر کسی خیر خواہ سے بیان کرو گے تو وہ اچھی تعبیر دے گا اور تمہارے ساتھ معاملہ آسان ہو جائے گا۔

اچھے خواب کے آداب:

جب اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور الحمدللہ پڑھے۔ اس کو بیان کرے۔ اُس کی تعبیر کسی نیک اور خیر خواہ دوست سے نکلوائے یا لے۔

نبی ﷺ نے امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دیا کرو تو اچھی تعبیر دیا کرو، خواب کی تعبیر اس کے دینے والے کے موافق واقع ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری جلد 12 صفحہ 432)

تو خواب کی تعبیر انسان کوشش کر کے اچھی سی اچھی دیا کرے۔

عجیب خواب بہترین تعبیر:

ایک دفعہ ایک خاتون نے خواب دیکھا کہ اُس کے ساتھ ہر قسم کے لوگ جانور، چرند، پرند اور درندے محبت کا عمل کر رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہوا کہ انسان بھی اور جانور بھی۔ وہ شرم وحیا کا زمانہ تھا۔ اُس نے اپنی کنیز کو بلا کر کہا: ابن سیرین سے جا کر اس کی تعبیر پتہ کر کے آؤ۔ کنیز گئی اور خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ یہ تمہارا

خواب نہیں ہے۔تم اس قابل ہی نہیں کہ تم اتنا اچھا خواب دیکھو۔ یہ تو کسی بڑے بندے کا خواب ہے۔ ملکہ زبیدہ جو ہارون رشید کی بیوی تھی۔اُس نے خواب دیکھا تھا اور اُس نے کہا تھا کہ میرا نام نہ لینا کہ ملکہ وقت کا خواب ہے، لوگوں میں مشہور ہوا تو پتہ نہیں لوگ کیا گمان کریں گے۔ اب کنیز نے کہا: یہ میرا خواب ہے۔ انہوں نے کہا: یہ تمہارا ہو ہی نہیں سکتا۔ بعد میں جب پتہ چلا کہ زبیدہ خاتون کا ہے تو غالباً ابن سیرین نے تعبیر دی تھی کہ تم سے اللہ تعالیٰ ایسا کام لیں گے کہ لوگ جانور، چرند، پرند سب کو اُس سے فائدہ ملے گا۔ اب ظاہر میں خواب دیکھا کہ انسان کو عزت کے لالے پڑے ہوئے ہیں، لیکن تعبیر دینے والے نے ایسی تعبیر دی کہ اللہ ایسا کام لیں گے جس سے سب کو فائدہ ہوگا۔ اس کے بعد اُس نے نہر زبیدہ بنوائی جس سے کافی عرصہ تک حجاج کرام اور دوسرے قافلے اور سب چرند پرند فائدہ حاصل کرتے رہے اور سیراب ہوتے رہے۔

خواب دیکھنے والے کی حالت کا اعتبار:

خواب دیکھنے والا فاسق ہے، فاجر ہے تو یہ حالت بھی خواب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو کسی سے تعبیر پوچھنے آیا۔ تو اُس نے تعبیر دی کہ تم حج پر جاؤ گے یا عزت ملے گی یعنی اچھی تعبیر دی۔ تھوڑی بعد ایک اور آدمی نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تو تعبیر دی کہ تم پر چوری کا الزام لگے گا۔ تو طالب علم نے پوچھا کہ حضرت! ایک جیسے خواب کی دونوں کو آپ نے مختلف تعبیر دی تو فرمایا کہ پہلا والا شخص متقی تھا، اُس نے خواب سنایا تو مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی:

وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴿۲۷﴾ (الحج:27)

''تم لوگوں کو حج کے لیے اذان دو اُن کو بلاؤ''۔

تو میں نے اُس نیک بندے کی اذان کو اس آیت سے تعبیر دی۔ اور جو دوسرا بندہ آیا، یہ فاسق اور فاجر قسم کا تھا، نیک نہیں تھا۔ جب اس نے اذان کی بات کی تو مجھے قرآن کی ایک اور آیت یاد آ گئی:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ (یوسف:70)

تو دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا لیکن اُن کی اپنی کیفیات کی وجہ سے مختلف تعبیر بتائی۔ تو تعبیر میں کوئی حتمی چیز نہیں ہوتی، یہ وقت بندے اور مختلف کیفیات کی وجہ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

موسم کا بھی اعتبار:

ایک دفعہ ایک بندے نے خواب دیکھا کہ آگ جل رہی ہے۔ تعبیر پوچھی تو کہا گیا کہ تمہیں مال ملے گا۔ ایک اور بندے نے خواب دیکھا کہ آگ جل رہی ہے تعبیر بتائی گئی کہ اپنا گھر خالی کرو یہ گرنے والا ہے۔ علماء نے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا؟ دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا آپ نے ایک کو کہا کہ مال ملے گا اور دوسرے کو کہا کہ گھر خالی کرو گرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے والے نے سردی میں آگ کو دیکھا تھا تو آگ سردی میں رحمت ہوا کرتی ہے دوسرے نے پھر گرمی کے موسم میں آگ کو دیکھا تھا تو گرمی میں آگ زحمت ہوا کرتی ہے۔ تو اس لیے تعبیر اس طرف چلی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام کیفیات خواب پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

خلاصہ کلام:

یہ تمام بات سمجھانے کا لبِ لباب یہ ہے کہ اگر بندہ اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا

کرے، اور کسی اچھے دین دار عالم بندے سے اس کی تعبیر پوچھے۔ ہر کسی سے، ایسے ویسے لوگوں کو نہ بتا تا پھرے، تا کہ عالم اور دین دار بندہ اُس کو اُس کی اچھی تعبیر بتائے اور معاملہ اچھا ہو جائے، کیونکہ اعتبار پہلی تعبیر کا ہے اور جیسے ہی وہ تعبیر بتائے گا معاملہ ویسا ہی ہوگا، اگر وہ غلط بھی دے گا تو وہ غلط بھی ہو جائے گا۔

آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے تعبیر:

اُم الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے گھر میں آپ ﷺ کے اعضاء میں سے کسی ایک عضو کو دیکھتی ہوں (آپ ﷺ کو سنایا تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا تم میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو دودھ پلاؤ گی۔

(ابن ماجہ صفحہ 280)

اولاد جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے، جسم کا ٹکڑا ہوتی ہے۔ اس خواب سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد مراد لی گئی۔ اس معلوم ہوا کہ تعبیر دینے والے اچھے انداز سے تعبیر دیں تو معاملہ اچھا ہو جاتا ہے۔

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا:

نبی ﷺ نے فرمایا کہ پس جس نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (شمائل کبریٰ صفحہ 30)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا تحقیق اُس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ (دارمی، کنزل العمال جلد 19 صفحہ 274)

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ (منتخب الکلام ابن سیرین جلد 1 صفحہ 57)

آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا بہت بڑی سعادت ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا اشتیاق

رکھنا چاہیے۔

کتنے نیک لوگ ہیں جو یہ خواہش دل میں رکھے دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر اُن کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔ خیال رہے کہ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہونا یقیناً اچھی بات ہے مگر نہ ہونا دین میں کسی نقص کی وجہ نہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر دیندار آدمی کو خواب میں دیدار بھی ہو جائے۔ لیکن اتنی بات ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی دیکھتا ہے، شیطان کسی بزرگ نیک بندے کے روپ میں آسکتا ہے لیکن شیطان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپ اختیار نہیں کر سکتا۔ اور شیطان کسی نیک یا بزرگ صورت کی میں آکر انسان کو ورغلا بھی سکتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں نہیں آسکتا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیطان انبیا علیہم السلام کی شکلوں میں بھی نہیں آسکتا۔

(جمع صفحہ 233)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والے:

اب سب کی یہ خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جائے تو اس معاملے میں ایک دو عمل سن لیجیے۔ لیکن اس سے پہلے ایک خواب سن لیجے جو چند دن پہلے ایک بزرگ نے دیکھا۔ بنگلہ دیش کے بزرگ ہیں۔ روح الامین ان کا نام ہے۔ اُن کو 88 دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو چکی ہے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ جو میرے روضۂ اقدس میں میرے قریب آکر کیمرے سے تصویریں کھینچتے ہیں، مجھے بڑی تکلیف پہنچاتے ہیں۔

اور یہ خواب بیان کرنے والے ہیں

حضرت مولانا عبداللہ برنی صاحب زید مجدہ یہ انوار البیان تفسیر کے لکھنے والے مولانا

عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں۔ ابھی یہ حیات ہیں اور خواب دیکھنے والے بھی حیات ہیں اور خواب بیان کرنے والے بھی حیات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ کر تصویریں کھینچتے ہیں۔ ہمارے اکابر کی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاتے ہی جان جاتی تھی، ڈر لگ رہا ہوتا تھا۔ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈرتے تھے نہ معلوم کیا معاملہ ہو۔ اور آج ہم اتنے بڑے اور بہادر ہو گئے کہ جا کر تصویریں کھنچواتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔ آج اگر ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی لیکن قیامت کے دن اچھی طرح سمجھ آ جائے گی کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سچی تھی۔ آپ کو سارا واقعہ خواب روایت کے ساتھ پہنچا دیا یہ سب علمائے حق ہیں جنہوں نے یہ خواب دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہم تک پہنچائی۔ وہاں جا کر کچھ ایسے بدنصیب ہیں کہ ادھر آ کر تصویریں دکھائی ہوتی ہیں کہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ گیا اپنی پیٹھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر کے چہرہ کیمرے کی طرف کر دیتے ہیں اور تصویر کھینچتے ہیں کہ میری تصویر جالی کے ساتھ آ جائے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

خواب میں زیارتِ نبوی کے لیے اعمال:

بات چل رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ جان لیجیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں بڑی نعمت ہے۔ اس کے بارے میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب اہل السعادۃ میں لکھا کہ شب جمعہ میں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں 11 بار آیۃ الکرسی اور 11 بار

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پوری سورت اخلاص پڑھے۔

اور سلام پھیرنے کے بعد سو بار 100 درود شریف پڑھے۔ تین شبِ جمعے گزرنے نہ پائیں گے کہ ان شاء اللہ اگر اللہ کو منظور ہوا تو دیدار ہو جائے گا۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 277)

دوسرا عمل:

اسی طرح علماء نے یہ بھی لکھا کہ انسان دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد للہ کے بعد 25 دفعہ سورہ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ والا درود شریف 1000 مرتبہ پڑھے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (فضائل درود شریف صفحہ 53)

اگر کوئی ایسا بھی کرے گا تو ان شاء اللہ نبی ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جائے گی۔ ہم عمل کر لیں ہونا یا نہ ہونا اللہ کی طرف سے ہے۔ کم از کم ہم نام لکھوا سکتے ہیں کہ ان کے دل میں نبی ﷺ کی محبت تھی۔

زیارت کن کو ہوئی ہے؟

لیکن میرے بھائیو! یہ خوابوں میں زیارت اکثر اُن کو ہوتی ہے جن کی زندگی سنت کے مطابق ہوتی ہے۔ ہمارے بہت سے بزرگ اور علماء ایسے بھی تھے کہ جو یہ عمل بھی نہیں کرتے تھے کہ ہم نبی ﷺ کو اپنا چہرہ کیسے دکھائیں گے۔ خوب ڈرتے تھے۔ تو بھائیو! اپنے چہروں کو داڑھی سے سجائیں۔ لباس کو سنت کے مطابق بنائیں۔ اپنے 24 گھنٹے کے اعمال کو سنت کے مطابق بنائیں۔ اپنی زبان کو جھوٹ سے خالی کریں۔ نامحرموں سے تعلقات کو ختم کریں۔ موبائل فون کے غلط استعمال سے بچیں۔ نگاہوں کی بد پرہیزی سے بچیں۔ جو نگاہیں نامحرموں پر بے حیائی اور غلط طریقے سے پڑتی ہیں یہ غلیظ نگاہیں نبی ﷺ کے چہرہ پر کیسے پڑیں گی۔ ایک

غیرت مند شوہر کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کو لوگ دیکھیں، اس کو پردے میں رکھتا ہے۔ نہیں پسند کرتا کہ کوئی غیر اس کو دیکھے۔ اللہ تعالیٰ بھی بڑے غیرت والے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بڑے غیرت والے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہیں۔ اگر اللہ نے قیامت کے دن یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ میرا محبوب تو اتنا خوبصورت ہے حسنِ بے مثال ہے۔ جن لوگوں نے دنیا میں اپنی نگاہیں غلیظ اور ناپاک کردی ہیں نامحرموں کو، موبائل فونوں پہ گلی کوچوں اور بازاروں میں انہوں نے اپنی نگاہیں ناپاک کردی ہیں، وہ میرے حبیب ﷺ کے خوبصورت چہرے کو نہیں دیکھ سکتیں۔

اصل محرومی:

اگر یہ فیصلہ اللہ نے سنا دیا تو ہم دنیا میں بھی محروم ہیں نبی ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھنے سے۔ اس لیے کہ ہم ایسے وقت میں پیدا ہوئے جب آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما چکے۔ تو اگر ہمیں قیامت کے دن بھی اندھا کھڑا کر دیا گیا ان موبائل فونوں، Whatsapp اور اس طرح کی دوسری چیزوں کے غلط استعمال کی وجہ سے تو میرے بھائیو! ہم قیامت کے دن بھی نبی ﷺ کے دیدار سے محروم ہو جائیں گے۔

ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے:

بازار میں چاکلیٹ لینے جائیں تو قیمت مانگتے ہیں، تو نبی ﷺ کی زیارت کی کوئی قیمت نہیں؟ یہاں جس کی چاہیں ماں بہن کو دیکھتے جائیں، عزتیں لوٹتے جائیں، گناہوں کی زندگی گزاریں اور قیامت کے دن جا کر نبی ﷺ کا دیدار کرلیں۔ ارے میرے بھائیو! اگر اللہ نے فیصلہ سنا دیا کہ پاک نگاہیں میرے پاک پیغمبر ﷺ کو دیکھیں گی تو بتائیں اس دن کیا ہوگا؟ یہ قرآن کا کہنا ہے:

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ (طٰہٰ:125)

''وہ کہے گا اے رب! کیوں اُٹھالایا تو مجھ کو اندھا اور میں تو دیکھنے والا تھا''۔

انسان کہے گا: اے اللہ! میں تو بڑی آنکھوں والا تھا۔ میری نظر ایسی تھی کہ Ultrasound والے بھی بعد میں بتاتے تھے میں تو پہلے بتادیا کرتا تھا۔ اتنی تیز نگاہیں تھیں۔ مجھ سے کوئی بچ کے نہیں جاسکتا تھا۔ آج آپ نے مجھے اندھا کھڑا کردیا۔ یہ کیا معاملہ ہوگیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے میرے بندے! دنیا میں تو نے میرے احکامات کو بھلا دیا آج ہم نے تجھے بھلا دیا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

نگاہوں کو جھکا لینا:

میرے بھائیو! اگر آقا ﷺ کا دیدار خواب میں چاہتے ہیں اور محشر کے میدان میں شفاعت چاہتے ہیں، تو اتنی بڑی بڑی نعمتوں کی کوئی قیمت دینی پڑے گی۔ وہ قیمت کیا ہے؟ نگاہوں کو نامحرم سے جھکا لیجیے۔ نگاہوں کو نامحرم سے جھکا لیجیے۔ نگاہوں کو نامحرم سے جھکا لیجیے۔ پھر دنیا میں بھی اللہ ایمان کی حلاوت عطا فرمائیں گے۔ دلوں میں بھی سکون عطا فرمائیں گے۔ اور جنت میں بھی نبی ﷺ کا ساتھ عطا فرمائیں گے۔ اپنا دیدار بھی عطا فرمائیں گے۔ آقا ﷺ کا دیدار بھی عطا فرمائیں گے۔ جو آج یہ قیمت دینے کو تیار ہوجائیں گے تو دنیا میں اگر دیدار نصیب نہ بھی ہوا تو جنت میں اللہ تعالیٰ آقا ﷺ کا دیدار عطا فرمائیں گے اگر آقا ﷺ کا دیدار چاہتے ہیں۔ بات 2+2 = 4 ہے۔ زیادہ لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔ امید ہے سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اللہ نبی ﷺ کے دیدار کی قیمت دینی پڑے گی۔ اللہ کے محبوب ﷺ کا دیدار بڑی قیمتی چیز ہے، بہت بڑی نعمت ہے، جس نے آج یہ قیمت ادا کی وہ اللہ اور آقا ﷺ کا دیدار کرے گا۔ جو بندہ اپنی نگاہوں کی حفاظت

کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایمان کی حلاوت عطا کرے گا۔

مختصر جائزہ:

خواب کے سلسلے میں جو آداب بیان ہوئے۔ اُن کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ انسان اچھے خوابوں کو پسند کرے اور اُس سے خوش ہو۔ اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور جو بڑے لوگ ہیں وہ چھوٹوں سے خواب معلوم کریں۔ مسجد میں خواب معلوم کریں۔ مسجد میں خواب سُنیں۔ تعبیر بیان کرتے ہوئے دعا کریں۔ خواب دیکھنے والا کسی نیک بندے سے خواب کی تعبیر پوچھے ہر نیک آدمی بھی تعبیر نہیں دے سکتا۔ یہ فن بھی اللہ اپنے کچھ مخصوص لوگوں کو عطا فرماتے ہیں۔ اور خواب صرف نیک لوگوں سے اور محبت کرنے والوں سے بیان کریں۔ اور بُرے خواب کے اوپر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

پڑھیں۔ اُٹھ کر نماز پڑھیں اور بُرے خواب کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ ایک اور بات بھی ہے کہ جو بندہ سنت کے مطابق دائیں کروٹ سوتا ہے اُس کو بُرے خواب نہیں آتے، اور جو بائیں کروٹ خلافِ سنت سوتا ہے اُس کو خواب بھی بُرے آتے ہیں۔ اگر ہم دائیں کروٹ سوئیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بُرے خوابوں سے بچائیں گے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

پگڑی، عمامہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ (الاعراف:26)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

گلدستہ سنت کے بیانات ابھی تک تو الحمدللہ! مدرسۃ البنات کے اندر طالبات کی تربیت کے لیے چل رہے تھے، اور ان کی اصلاح کے لیے ہو رہے تھے لیکن اُمت کو نبی علیہ السلام کی سنتوں کے بارے میں آگاہی ہو جائے اس کے لیے حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب کے حکم پر آج پہلی مرتبہ گھر سے باہر لاہور میں کہیں کیا جا رہا ہے۔ محبت

کے ساتھ، توجہ کے ساتھ بات کو سنیں، ان شاء اللہ دلوں میں اثر آ جائے گا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (ق:37)

’’یہ باتیں اس کو فائدہ دیں گی جس کے سینے میں دل ہوگا‘‘۔

اور جس کے سینے میں سِل ہوگا اس کو فائدہ نہیں ملے گا۔

گلدستۂ سنت کیا ہے؟

یہ بتادوں کہ گلدستۂ سنت کیا ہے؟ یہ اصل میں حضورِ پاک ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ ﷺ کا چلنا کیسا تھا، اُٹھنا کیسا تھا، بیٹھنا کیسا تھا اور کھانا کیسا تھا۔ کھانے میں کیا پسند فرماتے تھے، کیا ناپسند فرماتے تھے۔ کب کیا کھایا، کب کیا پہنا، پہنتے کیا تھے۔ ہر ہر چیز کے بارے میں ان شاء اللہ تفصیلات آئیں گی۔ تو مقصد اس کا یہی ہے کہ مجھے بھی نبی علیہ السلام کی اتباع مل جائے اور سننے والوں کو بھی جہاں تک اللہ چاہیں، پوری امت ہے اللہ کے حبیب کی جہاں تک چاہیں اللہ آواز کو پہنچا دیں۔

آپ ﷺ کی افضلیت:

ایک بات دیکھیے! یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضورِ پاک ﷺ افضل الانبیاء ہیں، اور اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب حضورِ پاک ﷺ کو ہر وہ چیز عطا کی جو سب سے افضل ہے۔ تفصیلات اس کی بہت ہیں۔ چند ایک اشارے دے کر بات کو شروع کرتے ہیں۔ کتابیں کتنی آئیں؟ چار۔ سب سے افضل کون سی؟ ’’قرآنِ پاک‘‘ اور وہ ہمارے نبی ﷺ کو ملی۔ امتیں بے شمار آئیں، سب سے افضل امت کس کی؟ حضورِ پاک ﷺ کی۔ پانی بیشمار ہیں لیکن افضل پانی کونسا؟ ’’آبِ کوثر‘‘ اس سے افضل علماء نے لکھا ’’آبِ زمزم‘‘۔

آبِ زمزم کی افضلیت:

جب معراج کی رات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور سینہ مبارک کو چاک کیا تو اس وقت جو پانی استعمال کیا گیا وہ آبِ زمزم تھا۔ اگر جنت کا پانی آبِ کوثر کا پانی افضل ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہ لے کر آتے۔ زمزم استعمال ہوا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ افضل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے افضل پانی استعمال ہونا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں کوئی (Compromise) نہیں کیا کہ افضل کوئی چیز کسی اور کو دے دی ہو کسی جگہ ایسا نہیں ہوا۔

آبِ زمزم سے افضل پانی:

غور کیجیے! اس سے بھی افضل پانی علماء نے لکھا وہ کونسا ہے۔ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر پانی کی (Shortage) ہوگئی تو آقا علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی نکلنے لگا سبحان اللہ! اور سب کا کام ٹھیک ہوگیا۔ تو علماء حضرات نے لکھا ہے کہ یہ پانی زمزم سے بھی افضل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے۔

افضل نماز:

نماز کو دیکھ لیجیے! پہلی امتوں پر جو نمازیں تھیں وہ اس وقت کے حساب سے بالکل ٹھیک تھیں، لیکن یہ کہ قیام بھی ہو، رکوع بھی ہو، سجدہ بھی ہو، یہ ساری چیزیں نہیں تھیں کہیں کچھ تھا، کہیں کچھ تھا۔ اس امت کو جو نماز ملی وہ کامل ملی، اکمل ملی اور وہ بھی نبی علیہ السلام کی برکت سے ملی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہی دیکھ لیجیے! ہر ایک نبی علیہ السلام کو ساتھی ملے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ملے، موسیٰ علیہ السلام کو بھی ملے سب کو ملے لیکن آقا علیہ السلام کو جو ساتھی ملے کسی اور کو اُن جیسے نہیں مل

سکے۔ ایسے یار اللہ نے عطا فرمائے اللہ اکبر۔ ابھی تفصیلات تو اس میں اور بھی بہت سی بیان کر سکتے ہیں، لیکن ایک بات کو سمجھنے کے لیے کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں، انبیاء میں سب سے افضل ہیں اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہر چیز سب سے افضل اور بہتر سے بہتر ملی، کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو کسی اور کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی دیدی گئی ہو۔ اگر ہم ان باتوں کو مانتے ہیں دوسری چیزوں کے بارے میں، تو اعمال کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سے اچھے اعمال کسی کو مل سکتے ہیں؟

غیر مسلموں کی تقلید:

آج ہم کافروں کی تقلید کرتے ہیں، یہودیوں کی تقلید کرتے ہیں، نصاریٰ کی تقلید کرتے ہیں، اللہ کے دشمنوں کی تقلید کرتے ہیں۔ لباس میں، اپنے انداز میں، چلن پھرن میں، کھانے پینے میں۔ ارے میں تو بڑھ کے کہوں گا کہ کسی نبی کو اللہ نے وہ طریقہ نہیں دیا جو میرے نبی علیہ السلام کو اللہ نے دیا۔ کافروں اور یہودیوں کی بات کیا کرنی، کسی نبی کو وہ طریقہ نہیں ملا جو میرے آقا علیہ السلام کو ملا۔ آقا علیہ السلام کا لباس سب سے افضل، آقا علیہ السلام کا مبارک چہرہ داڑھی والا سب سے افضل، عمامہ پہن لینا (پگڑی) سب سے افضل۔ ہر چیز آقا علیہ السلام کی سب سے افضل ہے۔

داڑھی میں یقیناً خوبصورتی ہے:

آج لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی شادی کے بعد رکھیں گے، خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے۔ بیچارے کھڑے ہوتے ہیں شیو کروا کے شیشے کے سامنے کہ خوب نظر آرہے ہیں، یقین مانیں اس جیسا بدصورت کوئی نہیں۔ مجھے بتائیں کہ اگر ڈاڑھی خوبصورتی میں رکاوٹ ہوتی، تو یوسف علیہ السلام کو اللہ نہ دیتے آپ علیہ السلام کو دیکھ کر تو مصر کی عورتوں نے ہاتھ کاٹ

لیے تھے، اتنا حسن تھا۔

مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف:31)

اور آقا علیہ السلام کو جو حسن دیا اس کے بارے میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا فرمایا؟ کہنے لگیں کہ اے مصر کی عورتو! تم نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ہاتھ کاٹ لیے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتیں تو سینہ کاٹ لیتیں، سینے پر چھریاں پھیر دیتیں۔ تو آقا علیہ السلام کا چہرہ مجھے بتائیں! داڑھی والا تھا یا بغیر داڑھی کے تھا؟ کہیں کوئی روایت ملتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے شیو کروائی ہو۔ اس کا مطلب کیا کہ افضل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہر چیز افضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔

اب اپنے موضوع سے متعلق چند باتیں ہم کریں گے۔ جیسے پہلے کھانے پینے کے بارے میں نو اور دس بیان چلے، اب لباس کے بارے میں بات چل رہی ہے۔ قمیض اور پاجامہ کے بیان کے بعد اب عمامہ کے متعلق بات عرض کی جا رہی ہے۔ جس کو ہم پگڑی کہتے ہیں۔ اب اتباعِ سنت کے شوق کے ساتھ ذرا آقا علیہ السلام کی سنتیں پڑھیے میری دعا ہے اللہ کرے کہ یہ مبارک باتیں، نبی علیہ السلام کی باتیں تو جہاں بھی ہوں مبارک ہیں اور یہ تو اللہ کا گھر ہے، مسجد ہے ہو سکتا ہے کہ آج کوئی ارادہ کر ہی لے کہ آج کے بعد میں نبی علیہ السلام کا ہر طریقہ اپناؤں گا۔ کوئی ایک بھی ارادہ کر لے تو مجھے لگتا ہے کہ حضرت کا یہاں بُلانا فائدہ مند ہو جائے گا۔ ہم تو فقیر لوگ ہیں، آواز لگاتے ہی رہتے ہیں۔ عمامہ یہ نبی علیہ السلام کی مبارک سنت ہے پگڑی آقا علیہ السلام کی مبارک سنت ہے اس کے بارے میں تفصیل سنیے!

کالے رنگ کا عمامہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے وقت جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ (شمائل، صفحہ 9)

اتنے قیمتی اور اہم وقت پر آپ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ تھا۔ ایک اور صحابی عمر بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ (خوشنما اور پُر وقار) منظر آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے اور سیاہ عمامہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان میں تھا۔

(شمائل، صفحہ 9، مسلم صفحہ 440)

دونوں کندھوں کے درمیان میں پیچھے تھا۔ فرماتے ہیں کہ وہ منظر آج بھی مجھے نظر آرہا ہے گویا کہ نبی علیہ السلام کو میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور سیاہ عمامہ آپ ﷺ نے پہنا ہوا ہے۔ یہ محبت کی باتیں ہیں۔

عمامہ باندھنے کا اہتمام:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''عمامہ باندھو''۔ یہ باندھو کا کیا مطلب ہے؟ خواہش بتا رہے ہیں اور حکم بھی دے رہے ہیں۔ جب بڑے کوئی بات کریں تو حکم کے درجے میں ہوتی ہے۔ تو نبی علیہ السلام اپنے امتیوں کو کہہ رہے ہیں یا صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہہ گئے تھے؟ کیا یہ حدیث ہمارے لیے نہیں ہے؟ صرف صحابہ کے لیے تھی یا ہمارے لیے بھی ہے؟ ہم سب کے لیے ہے، پوری امت کے لیے ہے۔ تو ذرا سنیے! اگر میرے لیے ہے تو میں بھی سنوں اپنے کانوں سے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''عمامہ باندھو'' کیوں؟ کیونکہ یہ حضرات ملائکہ کی خاص نشانی ہے، اور اس کے کنارے کو پیچھے ڈال دیا کرو۔ (مشکوٰۃ، صفحہ 277)

یہ شملہ ہے جو بچ جائے اس کو پیچھے ڈال دیا کرو، کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔

پگڑی باندھنے کے فوائد:

ایک حدیث میں آتا ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ عمامہ باندھا کرو، اس سے تمہارے حلم

اور بردباری میں اضافہ ہوگا۔ (بزار، مجمع جلد 5 صفحہ 122)

بردباری کو وقار سمجھ لیجیے، اور حلم اس کے بارے میں خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا (الاحزاب:51)

اللہ علم والے ہیں، حلم والے ہیں۔

آپ عمامہ باندھیے! آقا علیہ السلام کا فرمان دیکھیے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ غصہ بڑا چڑھتا ہے، اللہ حلم عطا فرما دیں گے۔ باقی یہ تفسیر میں نے کہیں پڑھی نہیں ہے، اللہ نے دل میں ڈال دی اس میں کوئی غلطی ہو، تو میری اصلاح فرما دیں۔

انبیاء اور فرشتوں علیہم السلام کی سنت:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ آقا علیہ السلام کے پاس آئے تو سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 123)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر اور غزوہ حُنین میں ہماری مدد کے لیے جو ملائکہ بھیجے تھے وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

(طیالسی، کنز صفحہ 222)

تو پگڑی باندھنا انبیاء علیہ السلام کی بھی سنت ہے اور فرشتوں کی بھی سنت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی پہنتے تھے۔ اور ترکی کے اندر میں نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عمامہ آج بھی موجود ہے۔ اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی پگڑی باندھتے تھے یہی ایک بات ہمارے لیے کافی ہے۔

جمعہ کے دن پگڑی کی فضیلت:

جمعہ کے دن ہم تیاری کرتے ہیں، ناخن کاٹتے ہیں اور باقی مسنون اعمال کرتے ہیں تو

عمامہ بھی پہن لیں کہ میرے آقا کی خواہش ہے کہ میرے امتی اس کو پہنیں۔اس پر ذرا غور کریں۔حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ اور اس کے فرشتے جمعہ والے دن عمامہ باندھنے والوں پر دعائے رحمت کرتے ہیں۔

(مجمع جلد 5 صفحہ 124)

اور آج بعض حضرات پہلے وہ نائی کے پاس جا کر شیو بنواتے ہیں کہ جمعہ پڑھنا ہے۔العیاذ باللہ

نزول رحمت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ہوگا:

اللہ کی رحمت تو نبی علیہ السلام کی سنتوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، ہم سنتوں پر عمل کرتے چلے جائیں رحمتوں کا اور برکتوں کا نزول دیکھتے چلے جائیں گے۔ہماری زندگی میں جتنی سنتیں آئیں گی اتنی برکتیں آئیں گی۔جتنا ہم یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر چلیں گے اتنی بے برکتیاں آتی چلی جائیں گی۔اور یہ عمامہ کیا ہے؟ سبحان اللہ، اللہ اکبر کبیرًا!

عربوں کا تاج:

ہمارے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ عمامہ عربوں کا تاج ہے۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 182)

یہ آقا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ یہ عربوں کا تاج ہے۔ارے میرے بھائیو! آج اپنے سروں پر کپڑے کا عمامہ سجا لو، کل اللہ تعالیٰ سونے اور چاندی اور ہیرے کا عمامہ عطا فرمائیں گے جو چمک رہا ہوگا، سورج سے زیادہ روشن ہوگا، لیکن آج یہ کپڑے کا پہن کر دکھائیں۔مجھے نہیں دکھانا، نہ حضرت کو دکھانا ہے۔اللہ کو دکھانا ہے، اللہ کے لیے پہننا ہے۔آپ یہاں کپڑے کا عمامہ لے کر پہن لیں ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ اس کی برکت سے

اللہ ہمیں جنت میں اور قیامت والے دن ایسے عمامے عطا فرمائیں گے کہ اس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔سودا ہے اللہ سے کرلیں ان شاء اللہ اللہ دیں گے۔

امت محمدیہ کا اکرام:

اس امت کا اکرام اللہ تعالیٰ نے پتا ہے کیسے کیا ہے؟ آقا علیہ السلام سے سن لیجیے! نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کا اکرام عمامہ سے کیا ہے۔(شمائل کبریٰ صفحہ 182 جلد 1)

عمامہ کو اللہ تعالیٰ نے تو عزت افزائی کے لیے اُتارا ہے۔کتنا بڑا شرف ہے مسلمان کے لیے۔دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ایمان والے کو صاحب تاج بنارہے ہیں اور آخرت میں بھی اللہ اکبر کبیرًا۔

کنزالعمال کی حدیث میں ہے کہ عمامہ مومن کا وقار ہے۔

(کنزالعمال جلد 19 صفحہ 222)

سفر اور حضر یعنی ہر حال میں اور سفر میں نبی علیہ السلام عمامہ پہنتے تھے۔یہ سنت استمراری کہلائے گی کہ ہمیشہ پہنا عادتاً پہنا لازمی پہنا،ایسا نہیں کہ ایک نماز عمامہ والی ایک بغیر عمامہ والی۔عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا اور مستقلاً پہنا۔

شاگردوں کو عمامہ باندھنا:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا اور چار اُنگل کے برابر شملہ چھوڑ دیا۔(سیرت خیر العباد،جلد 7 صفحہ 434)

یعنی عمامہ شاگردوں کو باندھنا بھی سنت ہے۔خود باندھنا یہ بھی سنت ہے اور شاگردوں کو باندھنا یہ بھی سنت ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو خلافت مل جاتی ہے تو حضرت کو دیکھا عمامہ باندھتے ہیں،اور مدارس میں بھی دیکھا کوئی عالم بن جائے تو اس کو عمامہ باندھتے

ہیں۔کوئی حافظ بن جائے تو اس کو بھی عمامہ باندھتے ہیں۔تو یہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔سنت کو زندہ کر رہے ہوتے ہیں، لیکن یہ لوگ بیچارے کتنا کر سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ کپڑے کا عمامہ پہنا سکتے ہیں۔آپ اس کو زندگی بھر باندھے رکھیں۔ اللہ آپ کو ہیرے اور چاندی کا عمامہ عطا فرمائیں گے۔ چاندی بھی کوئی اتنی بڑی چیز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہیرے کا عمامہ عطا فرمائیں گے۔

اسلام اور کفر میں امتیاز:

رسولِ اکرم ﷺ نے غدیر خم کے دن یہ ایک ایسا موقع تھا کہ آقا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ خاص فضائل بیان فرمائے۔اس موقع پر نبی علیہ السلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور عمامہ باندھا اور شملہ پیچھے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ دیکھو عمامہ اس طرح باندھا کرو۔عمامہ خاص کر کے اسلام کی نشانی ہے اور آگے فرمایا کہ یہ مسلمان اور کافروں کا امتیاز ہے۔ (شرح مواہب لدنیہ جلد 5 صفحہ 10)

اسلام اور کفر کا امتیاز یہ کوئی چھوٹی چیز ہے؟ اور یہ آقا ﷺ خود اسلام اور کفر میں فرماتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب عمامہ باندھا اور چار اُنگل یا ایک بالشت کے برابر اس کا شملہ چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد 5 صفحہ 12)

ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو الگ ساخت دی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حق دنیا میں آجائے اور پھر حق و باطل میں فرق بھی نہ ہو۔تو یہ عمامہ باندھنا مسلمانوں کی نشانی ہے۔

عمامہ کیسے پہنیں:

اس کے بارے میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 374)

بہت سے مشرک بھی عمامہ باندھتے ہیں۔ اُس زمانے میں بھی باندھتے تھے اِس زمانے میں بھی باندھتے ہیں۔ فرق آقا علیہ السلام نے بتادیا کہ وہ ٹوپی کے اوپر نہیں باندھتے، فقط سر کے اوپر عمامہ باندھ لیتے ہیں۔ تو پہلے ٹوپی ہو اور پھر ٹوپی کے اوپر عمامہ ہو یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ تو مسلمان ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے تھے اور کفار بلا ٹوپی کے باندھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا اظہار فرمایا۔

عمامہ کا شملہ رکھنا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ باندھتے، تو شملہ کبھی آگے چھوڑتے اور کبھی پیچھے چھوڑتے۔

(زرقانی جلد 5 صفحہ 13)

بہتر دونوں شانوں کے درمیان میں ہے۔ (خصائل، صفحہ 93)

نیز یہ شملہ چھوڑنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ ہے۔

(سیرت الشامی، جلد 7 صفحہ 440)

کوئی انسان عمامہ تو باندھے مگر شملہ نہ چھوڑے کہ جی اچھا نہیں لگتا یا کوئی اور بہانے تراشنے لگے فرمایا کہ اس کا ترک مکروہ ہے کیونکہ یہ میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

عمامہ کی مسنون لمبائی:

لمبائی کے متعلق موٹی سی بات سمجھ لیں کہ چھوٹا ہو یا بڑا لمبا ہو، کیسا بھی ہو، آپ نے

باندھ لیا اتباعِ سنت کی نیت سے تو بس سنت کا ثواب مل گیا، لیکن مسنون لمبائی بھی کتابوں میں آتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ دس ہاتھ تھی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ سفر و حضر کے صافہ کی لمبائی سات ہاتھ ہوتی تھی۔ عمامہ کو صافہ بھی کہتے ہیں، تو لمبائی سات ہاتھ ہوتی تھی اور چوڑائی ایک ہاتھ ہوتی تھی۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 183)

اب یہ ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ تو اس زمانے میں فٹ، گز یا میٹر نہیں ہوتے تھے تو بالشت کے ساتھ چیز کو ناپا جاتا تھا یا ہاتھ سے لے کر کہنی تک ناپ لیتے تھے۔ تو سات ہاتھ کا مطلب ہوا سات بالشت، تو سات ہاتھ، دس ہاتھ دو روایتیں آئیں۔ اس کے علاوہ 6 ہاتھ اور 12 ہاتھ بھی منقول ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 5 صفحہ 4 مناوی صفحہ 70)

عیدین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ:

مسلمان عید والے دن بھی بڑے تیار ہو کر جاتے ہیں تو نبی علیہ السلام کی بات بھی سنیے!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس سیاہ رنگ کا عمامہ تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین میں استعمال فرماتے تھے، اور شملہ پشت کی جانب ڈال دیا کرتے تھے۔

(حاوی سیرت خیر العباد صفحہ 430)

اس کے علاوہ جب نبی علیہ السلام کسی کو کہیں خاص جگہ پر بھیجتے تو بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے معرکہ میں بھیجا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا اور پھر بھیجا۔ (حاوی جلد 2 صفحہ 104)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفری عمامہ:

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفری عمامہ سفید تھا۔ (زرقانی جلد 5 صفحہ 4)

سفر میں بھی پہنا اور ویسے بھی پہنا تو سفید رنگ کا عمامہ بھی آپ ﷺ پہنتے تھے۔ یہ دو رنگ تو پکے ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ۔ ایک اور روایت بھی آتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے زرد رنگ کا عمامہ بھی پہنا۔ (ابن عساکر، مستدرک حاکم، حاوی جلد 2 صفحہ 104)

لیکن اس کے بارے میں علماء نے لکھا کہ بالکل ابتدائے اسلام کی بات ہے اس کے بعد باقاعدہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں سُرخ اور زرد رنگ کو استعمال نہیں کرتا۔ (مختصر مشکوٰۃ صفحہ 375)

اس کا مطلب ہے کہ بالکل ابتدا میں استعمال ہوا ہے، لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اس کو منع فرما دیا۔ اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 869)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عمامہ میں زرد رنگ کی جو روایتیں ہیں وہ ممانعت سے قبل کی ہیں۔ (سیرت خیر العباد جلد 7 صفحہ 441)

اس سے دو ہی رنگ ثابت ہوئے ہیں سیاہ اور سفید تیسرا رنگ زرد ہے، لیکن اس کے منسوخ ہونے کی اور منع ہونے کی روایت بھی آ چکی۔ تو ٹوٹل تین رنگ ملے ان میں سے بھی ایک کینسل (Cancel) ہو گیا تو دو ہیں جو قیامت تک ان شاء اللہ حدیث کے مطابق نبی علیہ السلام کی سنت ہیں۔

آپ ﷺ کا دستار بندی فرمانا:

نبی علیہ السلام جب کسی کو کسی مہم پر بھیجتے یا کسی کو حاکم بناتے یا گورنر بناتے، ولی بناتے، تو اس کو بھی عمامہ پہنایا کرتے تھے۔ آج کوئی آپ کو نظر آیا کونسلر علاقے کا یا کوئی وزیر کہ سنت پر عمل کر کے عمامہ پہنا ہوا ہو، ذرا غور کریں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کو کسی مقام کا والی یا گورنر بناتے تو اسکے سر پر عمامہ باندھتے اور اس

کے کنارے کو دائیں جانب کان کی طرف چھوڑ دیتے۔

(زرقانی جلد 5 صفحہ 13، سیرت خیر العباد جلد 7 صفحہ 432)

یعنی عمامہ باندھا کرتے تھے کہ تمہارے اوپر ذمہ داری ڈالی جارہی ہے۔

عمامہ باندھنے کا طریقہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے اتنی محبت تھی کہ ایک ایک بات کو نوٹ فرما لیا کرتے تھے، کتنا دیکھتے ہوں گے۔ میں تو حیران ہوگیا اس حدیث کو پڑھ کر کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے سر مبارک اور ریش مبارک (داڑھی مبارک) میں کل ملا کر جو سفید رنگ کے بال تھے وہ بیس نہیں تھے، یعنی بیس سے کم تعداد تھی۔ کتنی محبت سے دیکھتے ہوں گے کہ بال تک گن لیے کہ کتنے سفید ہیں۔ ٹکٹکی باندھ کے دیکھتے ہوں گے، یہ محبت ہوتی ہے۔ جیسے آج کل کے لڑکے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ کوئی ملے جس کو داؤ لگائیں ہر وقت دماغ لڑکیوں کی طرف ہی رہتا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو نبی علیہ السلام کے سچے عاشق تھے۔

اب عمامہ کیسے باندھیں؟ فرمایا کہ عمامہ کھڑے ہوکر باندھنا چاہیے اور پاجامہ، پتلون، شلوار یہ بیٹھ کر پہننی چاہیے کہ سنت ہے۔ عمامہ کھڑے ہوکر باندھنا سنت ہے اور پاجامہ، شلوار یا پینٹ بیٹھ کر پہننا سنت ہے۔ اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ میں کہ اگر کوئی عمامہ بیٹھ کر پہنے تو اس کے حافظے میں کمزوری جانے کا خطرہ ہے۔ اور اگر کوئی شلوار وغیرہ کھڑے ہوکر پہنے تو اس کا حافظہ کمزور ہوجائے گا۔

(زرقانی جلد 5 صفحہ 4)

یعنی اس کو بھولنے کی بیماری لگ جائے گی۔ یہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

عمامہ کے ساتھ نماز کا ثواب:

اور عمامہ سنت ہے خاص طور پر نماز کے وقت نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ (مناوی صفحہ 165)

رومال وغیرہ باندھنا:

کبھی ایسا ہوا کہ عمامہ موجود نہ تھا تو نبی علیہ السلام کے پاس جو رومال وغیرہ ہوتا، تو اس کو باندھ کر لپیٹ لیا کرتے تھے۔ (عمدۃ جلد 21 صفحہ 309)

صاحب سیرت الشامی نے بیان کیا ہے کہ اگر عمامہ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے کے ٹکڑے کو سر اور پیشانی پر باندھ لیتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد 7 صفحہ 430)

بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کندھے والا کپڑا سر پر لگا یا اور عمامہ کی طرح لپیٹا اور نماز شروع کر دی۔ تو کتنی پیاری بات ہے، لیکن اس کی عادت نہ بنائی جائے۔ عادت عمامہ کی ہو۔ اور اگر عمامہ نہ ہو تو رومال استعمال کر لیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مبارک عادت:

نبی علیہ السلام کی مبارک عادت یہ بھی تھی کہ نبی علیہ السلام چیزوں کے نام رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کے نام سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گدھا تھا جس کا نام ''عفیر'' تھا۔ (سیرت الشامی، صفحہ 406، ابن سعد جلد 1 صفحہ 492)

ہر چیز کا نام رکھ دیا کرتے تھے، یہ اس زمانے کا ایک عام سا رواج تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کا نام:

اسی طرح نبی علیہ السلام کے پاس ایک عمامہ تھا، اس کا نام سحاب تھا۔ (زرقانی جلد 5 صفحہ 4)

اس سے معلوم یہ ہوا کہ کسی کپڑے کا نام رکھ کر اس کو اس نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ مثلاً

اگر ہمارے پاس عمامہ ہو اور اس کا نام سحاب رکھیں تو یہ بھی سنت پوری ہو جائے گی۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے بگاڑ کے وقت جو میری سنت کو زندہ کرے گا، اسے 100 شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ تو سر پر عمامہ باندھ لیں سنت کا ثواب، عمامہ کا نام سحاب رکھ لیں تو مزید ثواب۔ تو دیکھیں! مزے ہی مزے ہو جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف لباسوں کا بیان:

اب اس کے بعد چند اور لباس بھی ہیں جن کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے رنگین دھاری دار لباس بھی استعمال فرمایا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سبز کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (مشکوۃ صفحہ 376)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض وفات میں تھے تو اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قطری کپڑا تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لپیٹ رکھا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(مشکوۃ صفحہ 376)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قطر ایک قسم کی چادر ہوتی تھی جو یمن سے آتی تھی اور اس میں لال رنگ کے کچھ نشان یا ڈیزائن بنے ہوئے ہوتے تھے اور وہ موٹی ہوتی تھی۔

لباس میں گنجائش:

پچھلے بیان میں گزرا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سفید رنگ پہنا کرو کہ جنت بھی سفید ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ اور پچھلے بیان میں یہ بھی آیا تھا کہ اپنے مُردوں کو سفید لباس میں دفن کیا کرو، تو پچھلی دفعہ سفید کے بارے میں روایت تھی۔ ایک دن میں نے کہیں بیان کیا تو وہاں کسی نے مجھ سے پوچھا کہ ساری زندگی سفید لباس پہننا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

دھوتے ہوئے ذرا مشکل ہوتا ہے۔ بھائی! یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے مختلف رنگ پہن کر امت کے لیے گنجائش نکالی ہے لیکن پسند سفید کپڑے کو کیا ہے۔ یہ تو شوق اور رغبت کی باتیں ہیں۔ جو عمل پر آجاتا ہے تو اس کے لیے منجانب اللہ آسانیاں بھی ہوجاتی ہیں۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ سبز رنگ اہل جنت کا رنگ ہے۔

(زرقانی علی المواہب جلد 5 صفحہ 15)

خواتین کے لیے سنت:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں کو ہم نے خوشبو سے رنگا تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں بھی پہنتے تھے، ازواج مطہرات کے پاس جاتے تب بھی پہنتے تھے اور اس میں نماز بھی پڑھتے تھے۔ (سیرت صفحہ 495)

پتا چلا کہ خوشبوؤں میں بھی رنگ کو استعمال کر لیتے تھے۔ اب یہ محبت کی بات ہے کہ بیوی کو شوہر سے اتنی محبت ہو کہ شوہر کے کپڑے خوشبو سے رنگ رہی ہے۔ بیوی کے لیے بھی تو سنت ہونی چاہیے یہ تو نہیں کہ مرد ہی پوری کریں گے، کوئی عورت بھی پوری کرے۔

خاص مواقع کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سبز رنگ کی چادر تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفود کے آنے پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (ابن سعد، سیرت جلد 7 صفحہ 490)

چادروں کے بارے میں پیچھے تو یہ تفصیل گزری کہ یمن کی چادریں آتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت شوق سے اُن کو پہنا کرتے تھے۔ تو چادر کا پہن لینا اپنے پاس رکھنا عید کے لیے جاتے ہوئے اتباعِ سنت سے یہ ثواب کی بات ہے۔ ایک صحابی یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبز رنگ کی چادر میں طواف کرتے دیکھا ہے جسے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بغل سے نکالے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد)

ویسے تو بہتر ہے کہ سفید رنگ ہو اگر کسی وجہ سے سفید موجود نہ ہو تو احرام کے وقت کوئی دوسرا رنگ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

عید کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر:

عید کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر کا استعمال کیا کرتے تھے، کبھی کسی رنگ کی، کبھی کسی رنگ کی، لیکن وہ جو رنگ ہوتے تھے عام طور سے اُن کا رنگ بالکل ایک نہیں ہوتا تھا۔ ان پر کبھی دھاریاں کبھی کوئی ڈیزائن بنا ہوتا تھا، بالکل سرخ رنگ سے تو نبی علیہ السلام نے سیدھی سیدھی بات کی اور مردوں کو منع فرمایا کہ سرخ رنگ کا لباس نہ پہنیں۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 51)

اور آج 14 فروری کو کیا ہوتا ہے؟ سارے کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ سُرخ لباس پہنیں۔

سرخ رنگ کی ممانعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ یہ بات بیان فرما دی کہ سرخ رنگ کا لباس مردوں کے لیے پسندیدہ نہیں اور اس کی وجہ آقا علیہ السلام نے خود بتائی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار لال رنگ مت استعمال کرو کہ یہ شیطان کا محبوب رنگ ہے۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 133)

لیکن یہ ممانعت مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں وہ پہن سکتی ہیں۔

14 فروری کو کام بھی شیطانی اور رنگ بھی شیطانی۔

حضرت رافع بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان لال رنگ کو پسند کرتا ہے۔ لہذا تم اس سے پرہیز کرو۔ اور اسی طرح شہرت والے لباس سے بھی

پرہیز کرو۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 133)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لال رنگ شیطان کی زینت ہے۔

(کنز جلد 19 صفحہ 225)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لال ریشمی جوڑے سے منع فرمایا۔

(بخاری)

ریشمی لباس تو ویسے ہی مردوں کو منع ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لال رنگ کو ناپسند فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد 22 صفحہ 23)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام کا جواب نہ دینا:

ذرا ایک عجیب بات سنیں! عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ہوا وہ دو لال کپڑوں میں ملبوس تھا، اوپر بھی لال نیچے بھی لال اور اس نے گزرتے ہوئے نبی علیہ السلام کو سلام کیا السلام علیکم، نبی علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔

(ترمذی، ابوداؤد)

اس لیے کہ اس نے لال کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

کفار کا لباس:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے لال رنگ پہنا ہوا تھا تو نبی علیہ السلام نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کفار کا لباس ہے، اسے مت پہنو۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 193)

حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت میرے جسم پر لال رنگ کا لباس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں سے لے کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری بیوی نے بُنا ہے، تو فرمایا کہ اس کو جلا دو۔

(مدارج النبوۃ جلد 6 صفحہ 28)

یوں نہیں کہا کہ بیوی کو دے دینا یا صدقہ کر دینا بلکہ کہا کہ جلا دو اتنا ناپسند کیا۔ سفید لباس کی بڑی ترغیب دی کہ اللہ کو پسند ہے اور جنت کا رنگ بھی سفید ہے۔

(بزار، مجمع جلد 5 صفحہ 131)

ایک روایت میں ہے کہ سفید رنگ پہنا کرو۔ (ترمذی جلد 1 صفحہ 118، ابوداؤد صفحہ 62)

کالے رنگ کا لباس:

سیاہ (یعنی کالے) رنگ کے لباس کے بارے میں بھی چند باتیں ہیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سیاہ رنگ کا لباس بنایا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں سے صوف کی بُو محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینہ میں تو خوشبو تھی، اور کپڑا صوف کا یعنی اُون بنا ہوا تھا۔ نبی علیہ السلام تو بہت سلیم الطبع تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت بہت ہی صاف ستھری تھی اور صفائی پسند تھے، اس کپڑے کی (Smell) باہر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اُتار دیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ 376)

لیکن بہرحال حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالا لباس پہنا، لیکن لباس پورا کالا پہننا مناسب نہیں ہے کالے لباس سے مراد کالی چادر پہن لینا اس کی اجازت ہے، اس کی گنجائش ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کالا لباس استعمال کیا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالا لباس یعنی کالی چادر کالا کمبل استعمال کیا ہے، لباس میں آپ کا عمامہ عموماً سیاہ ہوتا تھا باقی اور لباس نہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ 166)

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نمازِ استسقا کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ چادر زیب تن فرماتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد 7 صفحہ 493)

ایک روایت میں مسلمان مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کو منع فرمایا ہے۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 869)

انسانوں کے لیے لباس کا انتخاب:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے لباس کو اُتارا

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ (الاعراف:26)

لباس اللہ تعالیٰ نے کیوں اُتارا۔

تین مقاصد خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع میں بیان فرمائے۔

بے حیائی اور اس کا انجام:

پہلی بات اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمائی کہ تمہارے ستر کو ڈھانپتا ہے۔ جانوروں کو ننگا رکھا یعنی کہ جو ننگے ہوتے ہیں وہ دوسروں کو ننگا کرنا چاہتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ خود بھی ننگے کھڑے ہوں گے۔ کسی کی ماں، بہن کسی کی بیٹی یا کسی بھی عورت کا لباس اُتروانا، یہاں تو ممکن ہے کہ دھوکہ دے کر میسج کر کے یا کسی بھی طریقے سے بے لباس کروالو، قیامت کے دن جب خود بے لباس ہو کر کھڑے ہونا پڑے گا تمام امتوں کے سامنے تب پتا لگے گا کہ کسی کے لباس کو اُتروانا یہ کتنی بُری چیز ہے۔ اور آج موبائل فون، انٹرنیٹ، فیس بک، لباس اُتروانے کے لیے بہترین چیز بنا ہوا ہے۔ آقا علیہ السلام لباس پہنانے آئے تھے، آبرو دینے آئے تھے، حیا اور شرم سکھانے آئے تھے، عصمت کیا ہوتی ہے یہ بتانے آئے تھے اور آج کے بے حیا میڈیا نے کیا سکھایا ہے دوست کون اور دشمن کون؟ ہمیں خود فیصلہ کرنا ہے۔

لباس سے خوبصورتی اختیار کرنا:

دوسری بات یہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ تم اس سے زینت حاصل کرو اس عزت والے

لباس سے تمہاری خوب خوبصورتی مقصود ہے۔ جب تن غیر سے چھپا ہوگا تو من (دل) کو غیر سے چھپانا آسان ہو جائے گا۔ بہترین لباس سے آدمی کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب سر پر عمامہ ہو اور جسم پر نبی علیہ السلام والا لباس ہو تو اس کی بزرگی اور چہرے کی رونق خود ہی عیاں ہوگی۔

تقوٰی کا لباس:

تیسری بات ارشاد فرمائی کہ بہترین لباس تو تقویٰ ہے۔ علماء نے فرمایا کہ حیا مراد ہے۔ سب سے بہترین لباس تو حیا کا لباس ہے۔ جس کے پاس حیا نہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔

لباس پہننے کی صحیح اور غلط نیت:

جان لینا چاہیے کہ لباس انسان کیوں پہنتا ہے؟ ستر پوشی کی وجہ سے، زینت کی وجہ سے، یا ماحول سے بچاؤ کی وجہ سے، گرمی سردی سے بچاؤ کی وجہ سے۔ تو یہ نیتیں ٹھیک ہیں، خود قرآن میں آئیں۔ لیکن ایک نیت ہوتی ہے کہ میں اچھا لگوں، میں کچھ ذرا (Different) مختلف لگوں، لوگ میرے لباس کی تعریف کریں، میرے پہناوے کو دیکھ کر لوگ خوش ہوں اور میری تعریف کی جائے، میں ایسا لباس آج پہن کر جاؤں گی جیسا کسی نے بھی نہ پہنا ہوگا اور شوہر کو کہتی ہیں کہ میرے لیے ایسا لباس لانا ہے۔ اور ہر دفعہ نیا لباس چاہیے، دنیا میں تمہاری یہ خواہش نہیں پوری ہوسکتی اور تفاخر کی نیت انسان کو لے ڈوبے گی۔

جنت کے لباس کی خوبصورتی:

جنت کے اندر ایک ایک لباس اللہ تعالیٰ ایسا عطا فرمائیں گے کہ اس میں سے ستر ستر ہزار رنگ جھلک رہے ہوں گے۔ (سبحان اللہ)

جنت کے لباس جب اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے تو اُن کو عطا فرمائیں گے جو دنیا میں شریعت کا لباس پہنیں گے، اُن کو جنت میں اللہ تعالیٰ جنت کا لباس عطا فرمائیں گے۔

لیکن جو دنیا کے اندر کفار کا لباس پہنیں گے، یہ ہندوؤں کا لباس یہ فلاں فلم میں، فلاں ڈرامے میں، فلاں جگہ پر میں نے اسے یہ لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے، میں نے وہی لباس پہننا ہے۔تو آگے حدیث سن لیجیے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ کس کو ملے گا؟

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

آقا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس نے جس کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ قیامت کے دن اُن ہی کے ساتھ ہوگا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا تو اس کے لیے اس میں مزا ہے، خوف والی بات نہیں ہے کیونکہ وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔

کفار کی نقالی پر عذاب:

اور جو یہود ونصاریٰ کے لباس اور ہندوؤں کے لباس اختیار کرے گا، تو اُن کو پھر جہنم کے اندر جو لباس پہنایا جائے گا وہ گندھک کا بنا ہوا ہوگا اسے وہ پہنایا جائے گا۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ (ابراھیم:50)

''اُن کے قمیص تارکول کے ہوں گے''۔

دکھلاوے کے لیے لباس پہننے کا ایک بڑا نقصان:

تو لباس انسان پہنے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دکھاوے کے لیے لباس پہننے کے بارے میں حدیث ہے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جو شخص ایسا کوئی لباس پہنے جس سے وہ دوسروں پر بڑائی ظاہر کرے، اور یہ کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نگاہِ رحمت نہیں فرماتا۔ یہاں تک کہ اس لباس کو وہ اُتار نہ دے۔ (طبرانی، ترغیب جلد 3 صفحہ 115)

یعنی جب ہم نے ایسا لباس پہنا کہ جس کی نیت یہ ہو کہ لوگ آج مجھے دیکھیں گے کہ کتنا اچھا لباس پہنا ہوا ہے، کتنا اچھا لگ رہا ہوں، یا میں کتنی اچھی لگ رہی ہوں۔ فرمایا کہ جس وقت یہ اس نیت سے پہن لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر کرنا چھوڑ دیں گے۔ مسجد میں بھی بیٹھا ہے اگر ایسا لباس پہن کے کہ لوگ دیکھیں گے کہ جناب! آج شیخ صاحب نے کیا پہنا ہے؟ کیسا پہنا ہے، تو ایسے بندے کو اللہ دیکھنا چھوڑ دیں گے۔

دوسرا بڑا نقصان:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو انسان شہرت کے لیے، دکھاوے کے لیے، نام کے لیے کوئی لباس پہنے گا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شہرت چاہنے والے کو وہی پہنائے گا اور جہنم کی آگ اس کپڑے کو جلا دے گا۔

(رزین، ترغیب جلد 3 صفحہ 116)

آج ہم نے لباس تو بنوا کے پہن لیا اس نیت سے کہ بڑا (Different) قسم کا ہے اور ذرا میں (Change) لگوں، لوگ میری تعریف کریں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہی لباس اس کو پہنائیں گے اور اس میں جہنم کی آگ لگا دیں گے۔ اللہ اکبر!

تیسرا نقصان:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شہرت کے لیے دنیا میں کوئی لباس پہنے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 116)

تو لباس ہم شہرت کی نیت سے نہ پہنیں۔

لباس پہننے میں نیت کیا ہو؟

اللہ کا انعام ہے۔ انعام سمجھ کر پہنیں، قدر دانی کے ساتھ پہنیں۔ شہرت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اچھا یا امتیازی لباس اس لیے پہنیں کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو، لوگ اس کے پاس آئیں تعریف کریں کہ واہ بھئی! کیا لباس تم نے پہنا ہے! کہاں سے سلوایا؟ یہ نیٹ تم نے کہاں سے خریدی؟ یہ تم نے کٹنگ کہاں سے کروائی؟ یہ تم نے کیا کروایا؟ یہ بیماری عورتوں کے اندر ہوتی ہے اور آج مردوں کے اندر بھی آ گئی ہے۔ تو جو اس نیت سے پہنے گا؟ تو قیامت کے دن ذلت اور رسوائی اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہو گا۔

پہلی نیت:

لہذا لباس میں پہلی نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ستر کو چھپانے کا حکم دیا۔ میں یہ لباس اسی لیے پہن رہا ہوں کہ میرا ستر چھپ جائے، پہلی نیت تو ہم یہ کریں۔

دوسری نیت:

دوسری نیت یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کیا ہیں؟

إِنَّ اللهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ (صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ بہت خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں''۔

اگر خوبصورت لباس پہننا ہو، بڑھیا لباس پہننا ہو تو کیا نیت کریں؟ اللہ خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں، تو اللہ! میں یہ خوبصورت لباس تیرے لیے پہنتا ہوں۔

(شمائل کبریٰ 1 جلد 189)

عبادت سے نئے لباس کی ابتدا:

مزا تو تب آئے کہ یہ خوبصورت لباس تہجد میں پہن کر کھڑے ہوں، کسی کی تقریب میں جانے کے لیے نہیں، تہجد میں مصلّٰی بچھا کر اللہ کے سامنے اچھا لباس پہنیں، خوشبو لگا کر کھڑے ہوں۔

ایک نیک خاتون کا قصہ:

ایک خاتون کے بارے میں آتا ہے کہ بڑی نیک اللہ والی تھیں۔ رات کو خاوند آتا تو تیار ہو کر اُس کے پاس آتیں۔ پوچھتیں کہ کوئی ضرورت کوئی کام؟ خاوند کی ضرورت سے فارغ ہو جاتیں، کوئی بھی ضرورت کوئی کام سے اور پھر وہ سو جاتا۔ اس کے بعد بہترین لباس انہوں نے پہنا ہوتا، اور بہترین زیور پہن کر خوب تیار ہو کر ساری رات تہجد میں گزار دیتیں، یا جتنا حصہ ملتا تہجد میں اللہ کے سامنے گزار دیتیں۔ ارے لباس پہننا ہے تو اللہ کے لیے پہنو!

اللہ کے نبی ﷺ کا قیمتی لباس پہننا:

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک جوڑا پہنا جسے ایک بادشاہ نے آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا اور اس نے اسے 27 اُونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔

(خصائل صفحہ 55)

آپ ﷺ نے پہنا، لیکن دکھاوے کی نیت سے نہیں قدردانی کی نیت سے کہ اللہ! تو مہربان ہے، تو نے اتنی نعمت عطا فرمائی۔ اللہ! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اور اس لباس کو پہنتا ہوں۔ نیتوں کے اوپر سارے معاملے ہیں۔ اگر یہی لباس اس لیے پہن لیا جائے کہ اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے تو معاملہ بدل جائے گا۔ تو قصد اور ارادہ

یہ چیز کو بدل دیتے ہیں۔

امت کے بدترین لوگ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہوں گے جو نازونعمت میں رہیں گے، رنگ برنگ کھانے کھاتے رہیں گے۔رنگ برنگے کپڑے پہنتے رہیں گےاور خوب باتیں بنایا کریں گے۔

(ترغیب جلد3 صفحہ115)

آج کل کے نوجوان کی کیا یہ تینوں خواہشات نہیں ہیں کہ کپڑا میرا سب سے اچھا ہو، اعلیٰ ہو، کھانا میرا سب سے اعلیٰ ہو، اور کرو بات ساری رات۔ یہ تینوں چیزیں پوری ہوگئیں۔ماں گھر میں سبزی پکائے منہ بنا کر چلے جاتے ہیں،فون کرتے ہیں۔فلانی جگہ پر کہ آج فلانی چیز لے کر آؤ! آج میں نے پیزا کھانا ہے،آج فلاں چیز کھانی ہے، گھر میں سبزی پکی ہو، دال پکی ہو، ان کی پسند کی چیز نہ ہوتو مزاج بدل جاتا ہے۔لباس بھی پہنیں گے، جی سب سے اعلیٰ، غذا سب سے اعلیٰ، اور باتیں خوب بنائیں گے،پیکیج لے لے کر باتیں کریں گے۔حدیث شریف میں یہ بات آتی ہے کہ بدترین لوگ ہوں گے۔ان کی نیت ہی کوئی نہیں ہوگی، عمل ہی کوئی نہیں ہوگا۔بس کھانا، پینا اور باتیں کرنا، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا اور باتیں کرنا، بس یہی تین مقاصد ہوں گے۔ یہ زندگی گزارنے کا کونسا مقصد ہے؟ اگر یہ بھی بدترین نہ ہوئے تو پھر اور کون ہوگا؟

اندرونی حالت کا لوگوں کے سامنے اظہار:

لباس بعض دفعہ انسان بہت قیمتی پہنتا ہے شہرت کی نیت سے اور بعض دفعہ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ انسان بہت پرانا، پھٹا پرانا کپڑا پہن لیتا ہے وہ بھی شہرت کی نیت

سے کہ جی! میں ذرا صوفی نظر آؤں، ان کو بھی پتا چلے کہ میرے گھر میں کچھ نہیں۔ یا میرے پاس ہے لیکن میں اتنا سادہ ہوں، میں پانچ ہزار والا پہن سکتا ہوں، دو ہزار والا پہن سکتا ہوں، مگر میں تو بیس سال پرانا پھٹا پہن کر آیا ہوں، لوگ مجھے سمجھیں کہ بڑا نیک ہے۔ اب یہاں بھی پکڑ ہے۔ دونوں باتیں سمجھیے!

ناپسندیدہ لباس:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے ایک وہ جو اپنی خوبی کی وجہ سے مشہور ہو جائے، اور دوسرا وہ جو اپنی بدنمائی کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ (طبرانی، مجمع جلد 5 صفحہ 138)

جس حال میں اللہ نے رکھا ہے اس کا شکر ادا کریں اور اس حال کے مطابق لباس کو پہنیں۔ اگر کوئی انسان غریب ہے یا کوئی عالم ہے، یا کوئی ایسا آدمی جسے لوگ دیکھتے ہیں۔ عالم کو لے لیجیے کہ پھٹا پرانا کپڑا پہن کر آجائے کہ لوگ دیکھ کر سمجھیں کہ یہ تو بڑا ہی اللہ والا ہے، بڑا ہی درویش ہے، اگر اس کی نیت ایسی ہے تو وہ بھی گناہ گار ہو جائے گا۔ ہاں اگر ہے ہی نہیں وہی موجود ہے اور نہیں ہے اور نیت بھی وہ نہیں ہے تو بات پسندیدہ بھی ہو سکتی ہے۔ بات تو دل کے اوپر ہے، معاملہ تو دلوں کا ہے، نیتوں کا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا جواب:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ ایک صحابی ہیں، اُن سے کسی شخص نے پوچھا کہ بتایئے! لباس کیسا ہو؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا کہ ایسا ہو کہ نہ تو بیوقوف لوگ اُسے حقارت سے دیکھیں، اور نہ شریف لوگ اُسے معیوب سمجھیں۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 138)

یعنی اوسط درجہ کا ہو بہت ہی گھٹیا بھی نہ ہو، اور بہت ہی بڑھیا بھی نہ ہو، درمیانہ سا ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لباس:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے دنوں میں دیکھا کہ اُن کے لباس میں تین تین پیوند لگے ہوتے تھے۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 113)

جس کو ہم رفو کہہ سکتے ہیں۔ آج تو ذرا سا کپڑا میلا ہو جائے تو ہم کہتے ہیں اس کو بدل دو۔ رفو والا کپڑا بھی نبی علیہ السلام نے پہنا اور پیوند لگا بھی پہنا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پہنا۔ غور تو کیجیے کہ امیر المؤمنین ہیں اور کپڑوں میں پیوند لگا ہوا اور انہیں اس بات سے کوئی عار نہیں ہے، تو ہمیں اس کو معیوب سمجھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا لباس:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مینڈھے کی کھال کا پٹکہ لگائے ہوئے آرہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو! اللہ رب العزت نے اس کے دل کو ایمان سے منور کر رکھا ہے۔ میں نے اس کا وہ عہد دیکھا ہے جب یہ اپنے والدین کے پاس سے نہایت خوشگوار کھانے کھاتے تھے، اور قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے لیے ایک جوڑا دو سو میں خریدا گیا، لیکن اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے اس کو اس حال میں کر دیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 103)

یعنی ایک وہ زمانہ تھا کہ بڑے ہی قیمتی لباس پہنا کرتے تھے اور آج ماں باپ کو، مال و اسباب کو، سب کو اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوڑ دیا۔ سادہ اور غریب سے لباس میں آرہے ہیں، لیکن آقا گواہی دے رہے ہیں کہ ان کے دل کو اللہ نے ایمان سے بھر دیا۔

حضور ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دنیا کا مال بس اتنا ہی رکھنا جتنا مسافر لے کر چلتا ہے۔ خبردار! مالدار کی مجلس سے پرہیز کرو اور کسی کپڑے کو پرانا ناقابلِ استعمال اس وقت تک نہ بناؤ کہ جب تک اس میں پیوند نہ لگ جائیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ 375)

یعنی جب کپڑا پرانا ہو کر پھٹنے لگے بھی تو اس کپڑے کو الگ نہ کرو بلکہ پیوند لگا کر استعمال کرو۔ پیوند لگے کپڑوں کا استعمال سنت ہے۔ رفو والے کپڑے کا استعمال سنت ہے، اُسے برا یا حقیر سمجھنا بڑی بری بات ہے، خطرہ کی بات ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لباس کا حال:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد پیوند لگائے بغیر کپڑے کو ترک نہیں کرتی تھیں۔ کثیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ ٹھہر جاؤ! میں ذرا اپنا پیوند سی لوں، کپڑا سی لوں، رفو لگا لوں۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا اور میں نے کہا: اے امی! اے امی! اگر میں باہر جاؤں اور لوگوں کو جا کر کہہ دوں کہ آپ تو پیوند لگا کر کپڑے پہنتی ہیں تو لوگ تو آپ کو بخیل سمجھیں گے۔ کنجوس سمجھیں گے، سمجھنے کے لیے بات کر رہا ہوں کہ آپ کو لوگ سمجھیں گے کہ آپ بخیل ہیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو تیرے جی میں آئے کر، اسے نئے کپڑوں کی کوئی قدر نہیں جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا ہو۔ (حیاۃ الصحابہ: ج 2، ص 841)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لباس:

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اے امیر

المؤمنین! آپ اپنے کُرتے کے اوپر پیوند کس لیے لگاتے ہیں؟ تو آپ ﷛ نے فرمایا کہ تاکہ دل کے اندر خشوع پیدا ہو اور مومن اس کی اقتدا کرے۔ (کنز العمال، حیاۃ الصحابہ ج2ص215)

قلب کے اندر خشوع پیدا ہوتا ہے لہٰذا انسان پیوند والا رفو والا کپڑا پہن لے۔

جنتی انسان:

حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی بلا حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے:

ایک آدمی اُن میں سے وہ غریب آدمی ہے جس کے پاس پہننے کے لیے ایک ہی جوڑا ہو، دوسرا جوڑا ہی نہ ہو۔ (حاوی للفتاوی: ج2ص74)

تو بھئی! اللہ تعالیٰ نے تو بڑی مہربانیاں فرمائی ہیں۔

بروز قیامت نعمتوں پر سوال:

یہ لباس کیا ہے؟ اللہ رب العزت کی بڑی نعمت ہے۔ فرمایا:

قَدۡ اَنۡزَلۡنَا

''ہم نے نازل فرمایا''

یہ قرآن میں ہے تو یہ نعمت ہے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ (التکاثر:8)

قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

قیامت کے دن کا ذرا سوچیں، ذہن میں منظر لائیں۔ ایک آدمی اللہ کے آگے کھڑا ہوگا، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: میرے بندے میں نے تجھ کو لباس عطا کیا؟ بتا تو نے اس لباس کا کیا حق ادا کیا؟ بتا تو نے میری اس نعمت کا کیا حق ادا کیا؟ لباس نعمت تھی، یہ امانت

تھی، میں نے بتا بھی دیا تھا کہ پوچھوں گا۔

اب انسان کھڑا ہو کر کہے گا: اللہ! میں نے تو لباس تیرے دشمن شیطان کے چیلوں کے حساب سے بنایا۔ ثابت ہو گیا کہ اس نے شریعت کے خلاف لباس پہنا، رسول اللہ ﷺ کے لباس کے خلاف لباس پہنا، اولیاء کرام کے لباس کے خلاف لباس پہنا، وقت کے صلحاء کے خلاف لباس پہنا کفار کا لباس پہنا، ان کے تہواروں پہ ان کا لباس پہنا ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی۔ اب کیا ہو گا؟ نعمت کی نا قدری کی وجہ سے اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا اور اس کو وہاں جو لباس پہنایا جائے گا وہ گندھک کا بنا ہوا ہو گا:

سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ (ابراھیم:50)

اس کو لباس کے بدلے وہاں جہنم کا لباس ملے گا۔

خوش قسمت لوگ:

ایک اور انسان کو کھڑا کیا جائے گا کہ میرے بندے! میں نے تمہیں لباس کی نعمت دی تھی، تمہیں اس کے لیے پیسے دیے تھے۔ بتاؤ تم نے کیا حق ادا کیا؟ تو وہ کہے گا کہ اللہ! میں تو علماء سے پوچھ پوچھ کر کہ میرے محبوب ﷺ، میرے حبیب ﷺ آپ کے حبیب ﷺ کیا لباس پہنتے تھے، کیا اوڑھتے تھے؟ میں تو پوچھ پوچھ کر عمل کرتا رہا۔ اللہ! پگڑی میں پہنتا رہا، سر میں نے ڈھانپ کے رکھا، ٹخنے میں نے ننگے رکھے، لنگی میں سنت کی نیت سے پہنتا رہا، کُرتا میں نے پہنا، پاجامہ میں نے پہنا، ستر کو میں نے چھپایا۔ اللہ! آپ کی نعمت کو میں نے نبی علیہ السلام کے طریقے پر استعمال کیا۔ جب یہ دعویٰ کرے گا ثابت کرنا پڑے گا، ثابت ہو گیا کہ اس نے ایسا ہی کیا، اس نے لباس کی نعمت کا صحیح حق ادا کر دیا۔ عورت تھی پردہ کیا بے لباس نہیں ہوئی، کسی کو اپنا جسم نہیں دکھایا، اگر کوئی غلطی ہو گئی

تھی تو اب توبہ کرلی، مرد تھا اس نے کسی کو بے لباس نہیں کیا، اللہ کے حکم کو توڑتے ہوئے اس کو خوف آیا کہ میں کیسے اللہ کے حکم کو توڑ دوں، کسی کو بے لباس کردوں، اگر کرچکا تھا تو توبہ کرلی تھی اور ثابت ہوگیا کہ اس نے لباس کا حق ادا کردیا۔ نہ خود بے لباس ہوا، نہ کسی کو بے لباس کیا سنت کے مطابق لباس پہنا۔

اب اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس عطا فرمائیں گے، سبز ریشمی لباس عطا فرمائیں گے، حریر کے ہوں گے۔

جنت کے لباس:

جنت کے بارے میں آتا ہے کہ اس کے انار کا درخت ہوگا۔ مومن چلتا ہوا اس درخت کے قریب جائے گا انار اس کے قریب آجائے گا، انار کو کھولے گا اندر صرف لباس ہی لباس ہوں گے۔ کوئی عورت اگر چاہے کہ میں لباس پہنوں تو ایک لباس میں ستر ہزار رنگ جھلک رہے ہوں گے، ستر ہزار رنگوں کا وہ لباس کیسا ہوگا؟ اللہ اکبر! آج ان کو بڑا میچینگ کا شوق ہوتا ہے، بیچاریاں پھرتی رہتی ہیں، لنک روڈ اور فلاں روڈ کہ میچینگ کرنی ہے یہ کرنی ہے، وہ کرنی ہے، کتنی میچینگ کرلیں گی، دو چار، پانچ، دس رنگ ملالیں گی۔ ارے! وہاں تو ستر ہزار رنگوں کی میچینگ ہوگی جو پروردگار نے بنایا ہوگا۔ اس کا بنانے والا کون ہوگا؟ اللہ ہوں گے۔ اللہ کا بنایا ہوا ستر ہزار رنگوں کا لباس ہوگا۔ ہماری یہاں کیا خواہش ہوتی ہے؟ ہر مجلس میں نیا لباس ہر روز نیا لباس لیکن یہاں تو پوری نہیں ہوتی تھوڑا پڑتا ہے، بار بار وہ پہننا پڑتا ہے، اور وہاں تو یہ ہوگا کہ دن میں ستر مرتبہ چاہیں تو ستر لباس پہنیں اور ہر دفعہ پہلے سے اعلیٰ۔ نہ ٹیلر کے پاس جانے کی ضرورت، نہ استری کروانے کی ضرورت جب چاہو نیا پہنو۔

جنت کے لباس کن کو ملیں گے؟

تو یہ لباس کس کو ملے گا؟ لباس ایک نعمت ہے جو نعمت کی قدر دانی کرے گا اس کو ملے گا۔ یاد رکھنا میرے بھائیو! جو پروردگار نعمتیں دینا جانتا ہے وہ پروردگار نعمتیں واپس لینا بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں لباس کی نعمت کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کو شریعت اور سنت کے مطابق استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

لباس کی سنتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف:26)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o. وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

لباس سے متعلق سنتیں:

الحمدللہ! گلدستہ سنت کے بیانات میں اب ہمارا موضوع پہنچ رہا ہے لباس کے

متعلق کہ اگر ہمارا لباس بھی سنت کے مطابق ہوجاتے تو یقیناً ہمارے لیے رحمتوں کا لباس بھی اگر ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کے مطابق ہوجائے تو یقیناً ہمارے لیے رحمتوں کا ذریعہ بنے گا۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

''جوجس قوم کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے اُس کا معاملہ اسی کے ساتھ ہوگا''۔

قیامت کے دن اس کا معاملہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ تو اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک لباس اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے لباس، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لباس کو اپنائیں گے تو یقیناً اس وجہ سے اللہ رب العزت ہمارے اوپر اپنی رحمت نازل فرمادیں گے۔

جادوگروں کے ایمان لانے کا واقعہ:

اس سلسلہ میں پہلے ایک واقعہ سن لیجیے! اُس کے بعد لباس کے متعلق بات شروع ہوگی۔

ہم سب کے علم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا جادوگروں سے۔ جادوگر فرعون کے تھے اور کافر تھے۔ جادوگر ویسے ہی غلیظ اور پلید قسم کے لوگ ہوتے ہیں، پاکی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تو ہوا کیا کہ مقابلہ شروع ہوا اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی لاٹھیاں پھینکیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے عصا پھینکا تو وہ مقابلہ جیت گئے۔ اس کے بعد رزلٹ (Result) کیا نکلا کہ سارے کے سارے جادوگر مسلمان ہوگئے۔ اب ذرا غور کرنے کی بات ہے! جادوگر جتنے بھی تھے ہزاروں کی تعداد تھی، 10 ہزار یا جو بھی تھے جتنے بھی تھے، سارے کے سارے مسلمان ہوگئے ایک بھی کافر نہ رہا۔ غور کرنا ہوگا! اس بات میں سارے جادوگر مسلمان ہوگئے، فرعون اور اس کی فوج اور اس کی قوم جو قبطی تھی وہ سارے موجود تھے، ان میں سے ایک بھی

مسلمان نہ ہوا۔اس کی کیا وجہ ہے؟ پہلی بات تو یہ کہ اللہ کی مرضی، اللہ جسے چاہے ہدایت دے،لیکن علماء ومفسرین نے اس کے اندر ایک عجیب نکتہ لکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا جوکہ منجانب اللہ تھا تو حجت بازی نہیں سرتسلیم خم کیا اور سوچنے لگے کہ انسان تو یہ ہماری طرح کا ہے مگر یہ کوئی انسانی فن نہیں ہے۔اگر یہ انسانی فن یا انسانی کمال ہوتا تو یہ کبھی ہم پر غالب نہ آتا۔تو جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کے آگے سر جھکایا اور بغیر چوں چرا کے حق کا اعتراف کرلیا تو اس کے بعد اللہ نے اپنی رحمت سے ہدایت دینے کا فیصلہ کیا۔

رحمتِ الٰہی اور حبِ رسول کے حصول کا طریقہ:

اگر میرا اور آپ کا لباس نبی علیہ السلام کی محبت میں ہوگا اور اسے ہم اپنائیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتیں ہمیں مل جائیں گی۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان عطا فرمادیا یہ اللہ کا انعام لیکن اگر ہم مزید نبی علیہ السلام کی سنتوں کو اپنی زندگی میں لے کر آئیں گے،اپنی اولاد کی زندگی میں لائیں گے،گھر والوں کی زندگی میں لانے کی کوشش کریں گے تو ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بڑھے گی اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کُرتا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لباسوں میں سب سے زیادہ پسند کُرتا تھا۔(شمائل ترمذی صفحہ 5)

کُرتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

محدثین نے لکھا ہے کہ کُرتا پہننا بہتر اس لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔یہ جسم کے اعضا کو ڈھانپ لیتا ہے کیونکہ

کھلا بھی ہوتا ہے، سلا ہوا بھی ہوتا ہے۔ ٹائٹ (Tite) نہیں ہوتا تو اعضا کا اُبھار بھی نظر نہیں آتا اور پورے جسم کو صحیح طرح سے Cover کر لیتا ہے۔ جسم کے اعضا کو چھپانے والا ہوتا ہے، بے ستری کا احتمال نہیں رہتا۔ بخلاف چادر وغیرہ کے کہ انسان اس کو باندھ کر جسم پر اُوڑھ بھی لے تو کہیں نہ کہیں چلتے پھرتے احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، پریشانی ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ کُرتا زیادہ ستر چھپانے والا ہوتا ہے، بدن پر ہلکا ہوتا ہے اور اس کے پہننے میں تواضع اور عاجزی ہے۔

(جمع الوسائل جلد 1 صفحہ 107)

اس کے بالمقابل کفار کا لباس پہننے میں تو بے ستری ہی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ کُرتے کے اندر عاجزی زیادہ ہے اور اس میں زینت بھی ہو جاتی ہے۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 165)

سوتی کُرتا بھی سنت ہے:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سوتی کُرتا تھا۔ (ابویعلیٰ، سیرت جلد 7 صفحہ 148)

سوت کے بارے میں مفتی حضرات سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ سوت غالباً کھدّر کو کہتے ہیں۔ کھدر سوت کے زیادہ قریب ہے۔ سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات سوتی کپڑے کا مستقل استعمال رکھتے تھے، حتیٰ کہ ٹوپی بھی سوتی کپڑے کی بناتے تھے۔ کھدر کے متعلق تو علماء کا گمان یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو کھدر ہے یہ سوت کے قریب ترین ہے، باقی اللہ بہتر جانتے ہیں۔ اور محدثین نے بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کُرتا سوتی ہوا کرتا تھا اور بکثرت نبی علیہ السلام

سوتی کپڑے کو استعمال فرماتے تھے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 165)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرضِ وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سہارے جب تشریف لائے تو سوتی کپڑا زیب تن تھا۔ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتان اور سوتی کپڑا پہنا تھا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبطی قمیض جو بہت لمبی نہ تھی (لمبی سے مراد ٹخنوں کو کور (Cover) نہیں کرتی تھی، گھٹنوں سے نیچے تھی لیکن ٹخنوں سے اوپر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو قمیض تھی وہ اتنی لمبی نہ تھی کہ ٹخنے ہی ڈھانک لیتی) اس کی جو آستین تھی وہ تنگ تھی۔ قبطی سفید باریک کتان جو مصر سے بن کر آتا تھا۔

(سیرت جلد 7 صفحہ 464)

اکثر و بیشتر نبی علیہ السلام سوت کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتان کو استعمال فرمایا، اور صوف کو بھی جو اُون کا بنا ہوا تھا اس کو استعمال فرمایا۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 52)

یہ جو لفظ صوفی ہے، یہ صوف سے نکلا ہے، اُون کے لباس سے اس کا تعلق بنتا ہے۔

کُرتے میں مسنون لمبائی:

اب کرتے کی لمبائی کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کُرتا نہ زیادہ لمبا ہوتا تھا، نہ ہی اس کی آستین زیادہ لمبی ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 294)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کُرتا زیب تن فرمایا تھا وہ ٹخنوں سے اوپر تھا۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے کی

لمبائی، چادر کی نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک ہوتی تھی۔ (شرح مواہب جلد 5 صفحہ 5)
نبی علیہ السلام کا کُرتا آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا یعنی گھٹنوں سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر۔

آستین میں مسنون لمبائی:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے کتنی محبت تھی۔ ایک ایک چیز کو نوٹ کیا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمیں کتنی نبی علیہ السلام سے محبت ہے؟ یہ معلوم ہوگا عمل سے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے کی آستین وہ گٹوں تک ہوتی تھی۔

(ابوداؤد، ترمذی، سیرت جلد 7 صفحہ 463)

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آستین کی لمبائی گٹوں تک ہوتی تھی۔ اور بھی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی بات کو بیان فرمایا ہے۔ (مسند بزار صفحہ 124)

البتہ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کی آستین انگلیوں تک ہوتی تھی اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ کُرتے کی آستین کی لمبائی میں سنت یہ ہے کہ گٹوں تک رہے۔ تو کُرتے کی سنت کیا ہوئی؟ گٹوں تک ہونی چاہیے! تھوڑا سا اور بڑا کردیں ہتھیلی بھی شامل ہوجائے تو بھی گنجائش ہے، لیکن (Half Sleev) کی نبی علیہ السلام کے دین میں کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح جبہ ہوتا ہے، چوغا وغیرہ ہوتا ہے تو تھوڑا سا آگے بھی ہوجائے یعنی گٹوں سے آگے، انگلیوں تک پہنچ جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ آستین گٹوں تک پہنتے تھے۔ ہاں! جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں تنگ آستین والا جبہ و کرتا پہنا بھی ہے۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 51)

عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس کھلا ہوا، ڈھیلا ڈھالا ہوا کرتا تھا، لیکن سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تنگ آستین والا لباس پہنا ہے۔ اس سے ہمارے زمانے کے پینٹ اور شرٹ کو قیاس نہیں کرنا چاہیے کہ جس میں ستر پوشی برائے نام بھی نہیں ہے تو آستین تنگ ہو حرج نہیں۔ البتہ انگلیوں سے آگے آستین کا ہونا درست نہیں، گٹوں تک رہے یہ سنت ہے۔ کوئی زیادہ کرنا چاہے جبہ اور چوغہ میں تو ہتھیلی تک لے آئے، لیکن انگلیاں پوری ڈھک جائیں یہ خلافِ سنت ہے۔ بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آستین انگلیوں سے زائد ہونے پر قینچی سے کاٹ دیتے تھے۔ یعنی اس کو چھوٹا کرلیا جاتا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ 109)

کُرتے کے گریبان کا بیان:

اب کُرتے کے اندر گریبان بھی ہوتا ہے۔ اللہ کرے ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا نصیب ہوجائے۔

ہم دوسروں کے گریبانوں میں بڑا جھانکتے ہیں، اصل میں کیا ہے؟ جب ہماری نظریں سامنے ہوں گی تو اپنا گریبان نظر نہیں آئے گا دوسروں کا نظر آئے گا، نظروں کو اپنے سینے پر کرلیں، جھکالیں پھر دوسروں کا نظر نہیں آئے گا اپنا نظر آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کُرتے کا گریبان:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں قبیلہ مزینہ کے ساتھ مدینہ شریف نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور ہم نے نبی علیہ السلام سے بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 166)

قمیص میں جو بٹن لگا ہوتا ہے تو اس کو تکمہ کہا جاتا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح

بخاری میں قمیص کا گریبان سینے پر ہو اس کا باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ گریبان سینے کی طرف ہونا سنت ہے جیسا کہ عام معمول ہے۔ اس میں ہم سنت کی نیت بھی کر لیں تو مزید فائدہ ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ کی قمیص مبارک کا گریبان سینے کے مقام پر تھا۔

(عمدۃ القاری جلد 21 صفحہ 303)

اور یہی قمیص کی سنت ہے۔ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اسلاف کپڑوں کا گریبان سینے پر ہی رکھا کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی صفحہ 93)

اور سینے پر ہو تو کس طرف ہو؟ دائیں سائٹ پر ہو؟ بائیں سائٹ پر ہو؟ یا سینٹر (Center) میں ہو؟ علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا گریبان بیچ میں ہوتا تھا، دائیں اور بائیں نہیں ہوتا تھا۔ (السعایہ صفحہ 174)

اب بعض لوگ فیشن میں بٹن اُلٹے ہاتھ پر لگوا لیتے ہیں، کبھی سیدھے ہاتھ پر لگوا لیتے ہیں تو وہ فیشن والوں کا تو معاملہ ہو سکتا ہے، نبی علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ گریبان درمیان میں ہو۔

کُرتے کے بٹنوں کا بیان:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کُرتا بنوایا جو تکمہ دار گھنڈی والا تھا۔ (جمع صفحہ 111)

یعنی بٹن والا اور کُرتے کے گریبان میں بٹن لگوایا ہوا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھنڈی لگاؤ خواہ کانٹے سے ہی سہی۔ (احمد، کنز العمال جلد 19 صفحہ 219)

جس کو آج ہم آسان شکل میں بٹن کی ایک کیفیت کہہ سکتے ہیں، جو گھنڈی ہوتی ہے بس گول سا کپڑے سے بنالیں۔

سمجھنے کی بات:

اس حدیث مبارک میں حکم کیا دیا گیا کہ سینے کو بٹن لگا کر مستور رکھو، چھپا کر رکھو، کھلا نہ رکھو۔ سینہ کھول کر نہ رکھو۔ اپنے سینے کی نمائش نہ کرو۔ سینے کو بند رکھو۔ جب یہ مردوں کو حکم ہے تو عورتوں کو کیسے حکم ہو سکتا ہے کہ وہ کھلے سینے والا لباس استعمال کریں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا انداز:

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جو بٹن تھا قمیص کا وہ کھلا ہوا دیکھا تو میں نے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (بزار)

ایک اور صحابی معاویہ بن مرۃ رضی اللہ عنہ جن کی ابھی بات گزری انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ قبیلہ مزینہ کے لوگوں کے ساتھ جب بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے کے بٹن کو میں نے اُس وقت کھلا ہوا دیکھا تھا، اور اس وقت انہوں نے نبی علیہ السلام کی مہر نبوت کا بوسہ بھی لیا تھا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 295)

محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے راوی عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے معاویہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس حدیث کے ذکر کرنے والے ہیں، ان کو ہمیشہ گھنڈی نہ لگی ہوئی قمیص میں پایا، خواہ گرمی ہو یا سردی۔ (آداب بیہقی صفحہ 352)

یعنی انہوں نے جب نبی علیہ السلام کی زیارت کی اُس موقع پر نبی علیہ السلام نے جو کُرتا پہنا ہوا تھا، بٹن اوپر تھا تو بٹن کھلا ہوا تھا۔ انہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس ہیئت میں دیکھا تو زندگی بھر انہوں نے بٹن تو بنوایا لیکن اتباع سنت کی وجہ سے بٹن کو بند نہیں کرتے تھے چاہے گرمی ہو یا سردی، یہ محبت کی علامت ہوتی ہے۔ لیکن یہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا

زندگی بھر نبی علیہ السلام کا ساتھ نہ رہا۔ کچھ عرصہ کے لیے محدود وقت کے لیے تھا، تو جو انہوں نے دیکھا اُس پر عمل کرتے رہے۔

کپڑے پہننے کا مسنون طریقہ:

اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟ پہننا تو روز ہی ہے، اگر ہم سنت کے مطابق پہن لیں گے تو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کُرتا زیب تن فرماتے تو دائیں طرف کو پہلے پہنتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 374، ترمذی، نسائی)

کُرتا پہنتے تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈال کر ہاتھ نکال لیتے، اس کے بعد بائیں آستین میں ڈالتے۔ تو جتنے بھی لباس ہیں تمام لباس کو پہننے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ دائیں طرف سے پہنا جائے۔ عورت کپڑے پہنے، برقعہ پہنے، مرد سویٹر پہنے، جیکٹ پہنے، کچھ بھی پہنے، پہننے میں ابتدا سیدھی طرف سے کرے اور اتباع سنت کی نیت کرے۔ اور جب اُتارنے لگے تو اس کے خلاف کرے یعنی اُلٹی طرف کو پہلے اُتار لے، تو ان دونوں عمل میں سنت کا ثواب مل جائے گا۔ کُرتے کے بعد ایک چیز ہے جبہ یہ بھی سنت ہے۔

جبّہ پہننے کی بھی سنت:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صوف یعنی اُونی جبہ تھا، جس کی آستین چھوٹی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی جبہ میں ہمیں نماز پڑھائی۔ (ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 292)

آستین چھوٹی ہونے سے مراد گٹوں تک ہونا ہے، ہتھیلی اس میں ڈھکی نہیں ہوتی۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملک شام کا ایک جبہ ہدیہ کیا۔ (سیرت جلد 7 صفحہ 467)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روم کا جبہ پہنے ہوئے دیکھا۔ (مسند ابویعلیٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اُونی جبہ تھا۔ صوف کا جبہ (جسے عرب کے بدو پہنا کرتے تھے) وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیب تن فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بڑا اچھا معلوم ہوا اور اس کے اوپر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے: دیکھو! کتنا اچھا ہے۔ ایک بدو بھی اس مجلس میں موجود تھا، اُس نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ مجھے دے دیجیے! تو نبی علیہ السلام نے اُس جبہ کو اُتارا اور اُس مانگنے والے کو دیدیا۔

(سیرت جلد 7 صفحہ 469)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سفری لباس:

علامہ ابن قیم اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر میں چھوٹا تنگ آستین والا جبہ پہنتے تھے۔ (زادلمعاد جلد 1 صفحہ 51، فتح الباری جلد 10 صفحہ 268)

مدارج نبوۃ میں ہے کہ سفر کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنگ آستین والا لباس پہنتے تھے۔ چنانچہ جہاد وغیرہ کے موقع پر جو جبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنا ہے وہ ایسا ہی رہتا تھا سہولت اور آسانی کی وجہ سے، ورنہ اہل عرب عموماً جبہ کی آستین بہت لمبی رکھتے تھے۔

دھاری دھار لباس:

نبی علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سرخ لباس بھی پہنا لیکن وہ ایسا سرخ نہیں تھا۔ وہ دھاری دھار نقش ونگار حُلّہ تھا۔ (سیرت صفحہ 467)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ مردوں کے لیے اللہ کے نبی ﷺ نے سُرخ لباس کو پسند نہیں فرمایا اور ایک صحابی سے یہ فرمایا کہ سُرخ چادر اپنے گھر کی عورتوں کو دے دو۔ ہم اس سُرخ لباس سے یہ نہ سمجھیں کہ بس! سُرخ لباس ثابت ہو گیا، یہ دھاری دھار منقش ہونے کی وجہ سے مائل بہ سُرخی تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ آئی ہو بعد میں جب وحی کے ذریعے بتلا دیا گیا تو آپ ﷺ نے نہ خود پہنا اور نہ صحابہ کو پہننے کی اجازت دی۔ اُس وقت آپ کے بال مونڈھوں کے قریب آ رہے تھے، یعنی سر کے بال کچھ بڑھے ہوئے تھے۔ (شمائل صفحہ 6)

حُلّہ:

تہبند اور چادر کے مجموعے کو حُلّہ کہتے ہیں۔ حضرت انس بن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ زازان بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک نہایت ہی قیمتی حلّہ ہدیہ کیا تھا، جسے انہوں نے تینتیس اُونٹ دے کر خریدا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو قبول کیا تھا۔ یہ بہت قیمتی جوڑا تھا اور آپ ﷺ موقع بموقع مثلاً وفود وغیرہ کے آنے یا جمعہ کے دن یا عیدین وغیرہ کے موقع اسے پہن لیا کرتے تھے۔ عام استعمال میں آپ ﷺ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 168)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ قیمتی جوڑا پہننا منع نہیں ہے، لیکن اُس وقت جب دل پر اثر نہ کرے۔ جہاد کے موقع پر نبی علیہ السلام نے ریشمی جبہ بھی استعمال فرمایا۔

(سیرت جلد 7 صفحہ 467، ابن ابی شیبہ)

عام حالات میں مردوں کو منع ہے لیکن جہاد کے موقع پر نبی علیہ السلام نے اس لیے پہنا کہ

تلوار کا وار، دشمن کا وار اگر ہوا تو وہ ریشم کے اوپر سلپ (Slip) کر جائے، تو مقصد احتیاط تھا۔ ویسے عام طور سے مردوں کے لیے منع ہے۔

تبرک کے حصول کا ایک خاص طریقہ:

ایک جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جو نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اور آپ اس کو دھو دھو کر مریضوں کو پانی پلاتی تھیں۔

(مسلم، سیرت جلد 7 صفحہ 467)

اس سے معلوم ہوا کہ جو بزرگوں کی استعمال شدہ چیزیں ہیں، تبرکاً ان کو رکھا جا سکتا ہے۔ اور ہمارے آئمہ مجتہدین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات سے بھی ثابت ہے کہ نیک اور بزرگ لوگوں کی استعمال شدہ چیزوں سے تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نمستین:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمستین یعنی (واسکٹ نما چمڑے کی جیکٹ) پہن کر نماز پڑھاتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ دباغت شدہ (یعنی پاک کی ہوئی) کھال کی نمستین میں نماز پڑھائیں۔

(ابن عساکر، سیرت جلد 7 صفحہ 486)

اب یہ نمستین کیا ہوئی؟ سمجھنے کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسے آج کل ہم واسکوٹ پہن لیتے ہیں، جیکٹ سی پہن لیتے ہیں چھوٹی سی، اس کو نمستین کہا جاتا ہے۔ نمستین چمڑے کے بمثل صدری ایک لباس ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھی استعمال کیا ہے۔

(زادالمعاد جلد 1 صفحہ 151)

واسکوٹ پہننا بھی اس کے قریب ترین ہیں، اگر چمڑے کی ہو تو زیادہ قریب ترین

سنت کے ہو جائے گی۔

برنس کا بیان:

اسی طرح ایک لباس کہا گیا برنس۔ حضرت عاصم بن کلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برنس پہنے ہوئے دیکھا۔ ایک قسم کی بڑی ٹوپی جو جبہ سے ملی ہوئی ہوتی تھی اور سردی میں استعمال ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری جلد 7 صفحہ 433)

بعض اوڑھنے والی چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ پہننے والی ٹوپی ان کے ساتھ ہی جڑی ہوتی ہے۔ سردیوں میں انسان ایسا لباس پہن لیتا ہے۔ تو یہ بھی سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر:

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر کا بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ نبی علیہ السلام چادریں پہنتے تھے اور کثرت کے ساتھ پہنتے تھے اور مختلف موقعوں پر مختلف قسم کی منقش اور غیر منقش دونوں طرح کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یمن کی منقش چادریں کپڑوں میں بہت زیادہ پسندیدہ تھیں۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 865)

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین دو عدد یمنی چادروں میں ہوئی تھی۔ اور وہ کیوں؟ اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ تھیں۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 865)

عرب میں اُس زمانہ میں یمن کی چادریں بڑی مقبول تھیں۔ یہ سوتی ہوتی تھیں (یعنی کھدر کی ہوتی تھیں)۔ اور ان کے اوپر (بعض دفعہ) سبز یا لال (یا کسی) رنگ کی دھاریاں بھی بنی ہوتی تھیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ 311)

عام طور سے آپ ﷺ کو رنگین چادریں زیادہ پسند تھیں کیونکہ اُن میں میل نمایاں نہیں ہوتی تھی۔ سفر میں چلتے پھرتے بہت جلدی میلی نہیں ہوتی تھیں۔ اور علماء نے منقش یمنی دھاری دھار چادر کو مستحب قرار دیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ 115)

اُونی چادر:

اس کے علاوہ اُونی چادر بھی نبی علیہ السلام نے استعمال کی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس صوف یعنی اون کی چادر تھی جو چھ یا سات درہم میں خریدی گئی تھی، یعنی بہت ہلکی قیمت کی تھی۔ اس وقت سب سے ادنیٰ اور سب سے سستا لباس صوف کا ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک اُون کی چادر تھی جو سیاہ اور سفید تھی جو آپ ﷺ کے لیے بُنی گئی تھی، اور آپ ﷺ کے پاس کافی عرصہ رہی حتیٰ کہ وفات تک رہی۔ (ترغیب صفحہ 108)
یعنی دو رنگوں والی چادر تھی۔

حضور ﷺ کی اُمت سے شفقت:

نبی علیہ السلام نے قیمتی کپڑا بھی پہنا اور عام کپڑا بھی پہنا۔ اُمت کے امیروں کے لیے بھی گنجائش رکھ دی، اور امت کے غریبوں کا بھی لحاظ رکھا اور ان کا بھی دل رکھا۔
(جلد 3 صفحہ 109)

صوف پہننا انبیا علیہم السلام کی پسند:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام صوف (موٹے اُون) کو پسند کیا کرتے تھے۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 109)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس دن اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا اُس دن آپ علیہ السلام صوف کے لباس میں تھے۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 109)

ایمان کی حلاوت:

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو، اپنے دلوں میں ایمان کی حلاوت محسوس کرو گے۔ (حاکم، کنز جلد 19 صفحہ 219)

اسی لیے بہت سارے اللہ والے صوف کا لباس پہنتے تھے، تو وہ پھر صوفی کہلانے لگے۔ آج دنیا کہتی ہے کہ صوفی کا لفظ کہاں سے آ گیا؟ تو جان لیں کہ صوفی کا لفظ تابعین سے چلا آ رہا ہے، کوئی نئی چیز نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھردرا اور موٹے صوف کا لباس پہنا۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 108)

کِبر سے بچاؤ:

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صوف کا لباس کِبر سے بچاتا ہے چونکہ اس سے غربت اور مسکنت نمایاں ہوتی ہے۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 110)

بالوں سے بنی چادر:

اسی طرح کچھ چادریں بالوں والی ہوتی ہیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر سیاہ بالوں والی چادر تھی۔ (شمائل صفحہ 6)

ممکن ہے کہ اُس میں سیاہ بال بھیڑ یا دنبہ وغیرہ کے ہوں جس کی وجہ سے سیاہ بال والی کہا گیا ورنہ عام طور سے صوف کی چادر ہی ہوتی تھی۔ (شمائل صفحہ 6)

دھاری دار چادر:

ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سبز دھاری دھار چادروں میں ملبوس تھے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، شرح مواہب جلد 5 صفحہ 15)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے اور سبز دھاری دھار چادر میں تھے جسے دائیں جانب سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ (ابوداؤد، زرقانی جلد 5 صفحہ 151)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام منیٰ میں خچر پر سوار خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لال دھاری دھار چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی بات کو پہنچا رہے تھے اور لوگ زیادہ تھے۔ (سیرت الشامیہ جلد 7 صفحہ 491)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات فرما رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ اُس بات کو سن کر آگے امت کو پہنچا رہے تھے۔ اُم الحصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حج کے موقع پر نبی علیہ السلام کو دھاری دھار چادر میں دیکھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغل سے نکال کر لپیٹ رکھا تھا۔

(مسند، سیرت الشامی جلد 7 صفحہ 426)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لال دھاری دھار چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی یہ بات ابھی گزر چکی ہے سُرخ دھاری دھار ہونے کا کیا مطلب ہے۔ پوری بات دوبارہ تو ذکر نہیں کرتے مگر اتنی بات یاد رکھیں کہ مکمل سُرخ لباس مردوں کے لیے صحیح نہیں ہے۔ یہ فُسّاق کا طریقہ ہے۔ کپڑا سفید ہو اور اس میں کچھ مائل لکیریں ہوں تو حرج نہیں۔ جسے آپ عیدین اور جمعہ میں زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (بیہقی، سیرت جلد 7 صفحہ 491)

جھالر والی چادر:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھاری دھار چادر میں لپٹے ہوئے دیکھا، جس کے کنارے کی جھالر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر تھی۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 171)

حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت دھاری دھار چادر سے حبوہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور اُس کے کنارے کی جھالر دونوں قدم مبارک پر تھی۔ (سیرت جلد 7 صفحہ 479، ابوداؤد)

حبوہ کی وضاحت:

حبوہ ایک خاص کیفیت ہے کہ کپڑے کو اس طرح باندھ لیا جائے کہ بیٹھنے کے وقت پیٹھ اور ٹانگوں کو باندھ کر سہارا لینا ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا، اکثر جماعت میں ساتھی جاتے ہیں تو پیچھے ٹیک نہیں ہوتی اور اِتباع سنت کی نیت سے بھی کرتے ہیں تو وہ ایک ٹیک بن جاتی ہے کہ چادر کو خوب لپیٹا، ٹانگوں کو اوپر کیا اور چادر کو کمر اور ٹانگوں کو لے کر باندھ دیا۔ اور وہی چادر اُوڑھی بھی ہوتی ہے اور ٹانگوں کی طرف بھی آ گئی تو یہ حبوہ کہتے ہیں۔ سنت کی نیت سے ہم اس کو کر سکتے ہیں۔ حدیث پاک میں ازار مہدب کا ذکر ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ بسا اوقات چادر کے کناروں کے دھاگوں کو چھوڑ دیا جاتا جن کو بُنا نہیں جاتا تھا۔ سائیڈیں (Sides) چھوڑ دی جاتی تھی تو وہ دھاری نظر آ جاتی تھی، تو کبھی دھاری کھلی ہوتی تھی اور کبھی اُس جھالر کی دھاریاں جو تھیں اس کو گرہ لگا کر بند کر دیا جاتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں طرح سے استعمال کیا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد 22 صفحہ 30، فتح الباری جلد 10 صفحہ 265)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح بخاری میں نقل فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ طبیعت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کالے رنگ کی دھاری دھار چادر بنوائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پہنا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آیا تو گیلے ہونے کی وجہ سے اُس میں اُون کی بو (Smell) آنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تبدیل فرما دیا۔ (مشکوۃ صفحہ 376)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا لیکن اُس چادر کا جو میٹریل (Material) تھا وہ ایسا تھا کہ وہ گیلا ہونے کے بعد اپنی بو دینے لگا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر وقت فرشتے ہوتے تھے اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے اسے پسند نہیں فرمایا اور لباس تبدیل فرمالیا۔

چادر کا کنارہ سر پر ڈالنا:

چادر کے کنارے کو سر پر ڈال دینا اتباع سنت کی نیت سے تو یہ صحیح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو دیکھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محسوس کرتے تھے اور آئندہ آنے والی امت کو بتادی۔ بخاری شریف کے اندر یہ بات ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کا کنارہ اپنے سر کے اوپر ڈال دیا تھا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 864)

یعنی سر پر الگ سے کپڑا رکھنے کے بجائے اوڑھی ہوئی چادر کا کنارہ ہی ڈال رکھا تھا۔ ویسے عام طور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک عادت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرمی سے بچاؤ کے لیے (کیونکہ عرب میں گرمی بھی ہوتی تھی صحراء کا سفر بھی ہوتا تھا، تو گرمی سے بچاؤ کے لیے) آپ سر مبارک کے اوپر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔ لیکن ایک موقع پر آپ

نے اپنی پہنی ہوئی چادر کو ہی سر پر ڈال لیا۔(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 172)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سادہ چادر طلب فرمانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو جہم رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام کی ایک منقش چادر نبی علیہ السلام کو ہدیۃً پیش کی۔آپ نے استعمال فرمائی۔ وہ اتنا زیادہ ڈیزائننگ والی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں فرمایا کہ دیکھو! اس چادر کو واپس کر دو۔اس نے میرے ذہن کو منتشر کیا اپنی طرف متوجہ کیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر واپس کر دی اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھجوایا کہ دیکھو! ابو جہم کے پاس ایک اور سادہ چادر بھی ہے(جس میں اتنی ڈیزائننگ نہیں) یہ اُسے دے دو۔ وہ اس سے میرے لیے لے آؤ۔(بخاری جلد 2 صفحہ 865)

تاکہ اُس کا دل بھی چھوٹا نہ ہو۔تو لوگوں کے دل کا خیال رکھنا یہ بھی نبی علیہ السلام کی مبارک عادت تھی۔

چادر کا تکیہ کے طور پر استعمال کرنا:

چادر کو سر کے پاس رکھنا یا چادر کا تکیہ بنانا یہ بھی سنت ہے۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا مکہ میں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے آرام فرمارہے تھے۔

(مسند حارث، سیرت جلد 7 صفحہ 479)

اسی طرح حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے آرام فرماتے دیکھا۔(مسند حمیدی، سیرت جلد 7 صفحہ 479)

اہم نکتہ:

اب کعبہ کے سائے کا ذکر آ گیا تو ایک نکتہ نوٹ کر لیجیے! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بار

بار حج وعمرہ کی توفیق عطا فرمائے اور لے جائے۔ آمین۔ بیت اللہ کے سائے میں انسان جب جائے تو اللہ سے عرش کے سائے کو بھی مانگ لے۔

باقی ان دونوں حدیثوں سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ چادر سے ہی ٹیک لگانے کا کام لے لیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسے جو چیز میسر ہو انسان اس کے اوپر ہی صبر کر لے۔ ہر وقت تکیہ کا اہتمام اور ہر وقت ہر چیز پوری ہو جانا یہ ضروری نہیں۔ جو نعمت حاضر ہو، انسان صبر شکر کے ساتھ اس کو استعمال میں لے آئے۔

قابلِ اصلاح سوچ:

عورتیں اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھیں کہ یہ لباس کے بارے میں زیادہ حسّاس ہوتی ہیں۔ ان کا دل کرتا ہے کہ ایسا لباس پہنیں جو کسی نے نہ پہنا ہوا ہو۔ اور ہر مجلس میں، ہر محفل میں نیا لباس پہنیں اور دوبارہ نہ پہنیں۔ ایک لباس یہ چند دفع پہن لیں تو دوبارہ پہننے میں ان کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہتی ہیں کہ نہیں اب نیا چاہیے۔ اور اسی وجہ سے لوگوں کا کاروبار بھی چمک رہا ہے۔ جو سوٹ 2 ہزار کا ہے وہ 5 ہزار کا بھی دے دیتے ہیں۔ کیا ہے جی؟ ڈیزائننگ ہے، جی یہ نیا ڈیزائن ہے، وہ نیا ڈیزائن ہے۔ تو فضول خرچی پر ہم جا رہے ہیں اور نبی علیہ السلام کی سنت کو ہم چھوڑ رہے ہیں۔ سادہ لباس جو ضرورت کو پورا کر دے وہ کافی ہے۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کی سادگی:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک ایسا لباس تھا، ایک ایسی قمیص تھی جس میں مدینہ کی کتنی بچیوں کی شادیاں ہوگئیں وہ لے جاتی تھیں، اُس میں شادی ہو جاتی تھی اور پھر واپس آ جاتا تھا۔

اس لیے اپنے لباس کے اندر سادگی کا بھی خیال رکھا جائے۔ اور ایسا لباس جو اپنی طرف متوجہ کردے اور جس سے اپنے دل کے اندر فخر محسوس ہو ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو ڈیزائن اتنا خوبصورت ہو کہ دھیان ڈیزائن کی طرف ہی رہے نماز میں بھی نہ رہے تو نماز میں خصوصاً اس کو استعمال کرنا ٹھیک نہیں۔

(مالک، بخاری، سیرت جلد 7 صفحہ 480)

سفید چادر:

سفید چادر آپ ﷺ نے پہنی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور سفید چادر میں ملبوس تھے۔ (سیرت جلد 7 صفحہ 478)

ریشم ملی چادر کا حکم:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقتِ وفات آپ ﷺ کے جسم اطہر پر خمیصہ چادر ڈال دی گئی تھی، جب جنبش محسوس ہوتی تو چہرے سے ہٹادی جاتی تھی۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 865)

خمیصہ کی تعریف:

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ خمیصہ وہ چادر ہے جس میں ریشم کی کوئی ڈیزائننگ سی ہوتی تھی، پٹیاں سی ہوتی تھیں۔ اس قسم کے لباس کو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی استعمال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد 22 صفحہ 3)

اور زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے منقش خمیصہ اوڑھی ہے۔

(زادالمعاد جلد 1 صفحہ 51)

کالی چادر اور کالا کمبل:

کالے رنگ کی چادر بھی نبی علیہ السلام نے استعمال فرمائی ہے۔ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ نماز استقا پڑھائی تو آپ کالی چادر پہنے ہوئے تھے۔ (سیرت صفحہ 493)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردی کے موسم میں جب صبح کے وقت باہر تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر کالا کمبل ہوتا۔

(مدارج النبوۃ جلد 6 صفحہ 129)

پیوند لگی چادر:

چادر اگر خراب ہو جائے رفو کروا لیتے ہیں، تو یہ رفو کروانا پیوند لگانا یہ بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انہوں نے مجھے نبی علیہ السلام کی ایک پیوند لگی چادر دکھائی۔ (بخاری، ترغیب جلد 3 صفحہ 108)

آج کل پیوند کو رفو کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انسان محسوس کرتا ہے کہ میری تو اس میں شرمندگی (Embarrassment) ہو گی۔ حالانکہ یہ سنت ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی چابیاں لینے گئے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک لباس کے اوپر 13 پیوند لگے ہوئے تھے۔

چادر کے اوڑھنے کا ایک مسنون طریقہ:

علماء نے لکھا کہ چادر اس طرح اوڑھنا کہ اس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر ڈال دیئے جائیں اور دونوں کنارے دونوں طرف نیچے کی جانب لٹک رہے ہوں، یہ ممنوع ہے، جیسے آج کل شادیوں میں یا غیر مسلموں کا طریقہ دیکھا گیا۔

نبی علیہ السلام کا طریقہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ کیا ہے؟ یہ کہ دائیں طرف کی چادر کو بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ (مدارج)

چادر کی دائیں سائیڈ کو بائیں کندھے پر ڈال دیا کرتے تھے۔ یہ مسنون طریقہ ہے۔ جو آدمی چادر پہنے اس نیت سے پہنے کہ سنت طریقہ ہے، تو سنت کا ثواب بھی مل جائے گا۔

چادر اور ازار:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو خطوط ذمہ داروں کے پاس (حکام کے پاس) بھیجے تھے۔ (اسلامی حکومت بہت بڑھ گئی تھی تو مختلف جگہ گورنر بنا دیئے گئے تھے اپنے اپنے علاقوں کے۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب گورنروں کے نام خط لکھے، سب کے نام خطوط بھیجے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ چادر اور ازار کا استعمال کرو۔ (فتح الباری)

مقامی اور غیر مقامی چادریں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفید سبز دھاری دھار، لال دھاری دھار، سیاہ، زعفرانی، کالی، منقش مختلف قسم کی چادریں تھیں۔ ایک چادر بال والی بھی تھی، یمنی چادریں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال فرمائیں۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 174)

یعنی ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ بیرون ملک سے ہدیۃً ملنے والی چادریں بھی استعمال فرمائیں اور مقامی بھی استعمال فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپیاں:

چادر کے بعد معاملہ آ جاتا ہے ٹوپی کا۔ ٹوپی کے بارے میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام سفید

رنگ کی ٹوپی پہنتے تھے۔اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی پر عمامہ کا فرق ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ 347)

اُس زمانہ میں مشرکین بھی عمامہ باندھتے تھے، پگڑی باندھتے تھے، لیکن وہ ڈائریکٹ سر کے اوپر باندھ لیتے تھے اور ٹوپی نہیں ہوتی تھی اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا اور یہودیوں کا اور مشرکین کا فرق یہ ہے کہ ہم پہلے ٹوپی پہنتے ہیں اور اس ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے ہیں، اور وہ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں۔

سفید ٹوپی:

حضرت فرقد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے اوپر سفید ٹوپی تھی۔(ابن سکن، سیرت جلد 7 صفحہ 447)

یعنی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا بھی کیا ہے کہ عمامہ نہ باندھا لیکن ٹوپی ضرور رہی، لیکن ایسا نہ ہو کہ ننگے سر چلا جائے، اس کو منع کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید گول ٹوپی پہنا کرتے تھے۔(طبرانی، مجمع جلد 5 صفحہ 124)

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ٹوپی پہنے رہتے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھ لیتے تو یہ دونوں طرح سے بات موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سفید مصری ٹوپی، اور ایک سبز دھاری دھار ٹوپی بھی تھی۔(سیرت جلد 7 صفحہ 448)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ٹوپی:

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپی گول ہوتی تھی

اور سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ صفحہ 374)

جتنا سائز (Size) سر کا ہوتا تھا اُس حساب سے مناسب ہوتی تھی۔

چمڑے کی ٹوپی:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چمڑے کی ایک ایسی ٹوپی تھی، جس میں سوراخ تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد 7 صفحہ 448)

سفید لباس:

اور ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 867)

بہترین لباس:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سفید لباس پہنا کرو۔ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور ایسے ہی کپڑوں میں مُردوں کو دفن کیا کرو۔ (ترمذی جلد 1 صفحہ 118)

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنو، یہ زیادہ خوشگوار اور پاکیزہ ہوتے ہیں، اور انہی میں مردوں کی تدفین کرو۔ (شمائل ترمذی صفحہ 6)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی علیہ السلام کی ایک ایک سنت کو شوق اور محبت سے عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اور آخر میں بات کو ختم کرنے کے لیے ایک اُصول سمجھانا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کی زندگی میں مقصد کوئی نہیں ہوتا، اُن کی زندگی میں اور جانوروں کی زندگی میں کوئی فرق

نہیں ہوتا۔آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ انسان پیدا ہوتا ہے، بچہ ہوتا ہے، جوان ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے حتیٰ کہ دنیا سے چلا جاتا ہے۔کوئی آدمی ہمیشہ یہاں نہیں رہتا تو اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ دنیا اس کی منزل نہیں ۔ یہ ایک مسافر ہے جو سفر طے کرر ہا ہے اور کوئی سفر بغیر مقصد کے نہیں ہوتا۔ اگر انسان کو زندگی میں اپنے مقصد کا پتا نہ ہوتو زندگی تو بے کار ہے۔ انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں، لیکن ہمیں مقصد کس نے بتایا؟ حضور پاک ﷺ نے ہمیں دنیا میں آنے کا مقصد بتایا۔

پریشانیوں سے بچاؤ کا طریقہ:

آج دنیا کے اندر جرائم بھی ہوتے ہیں، گناہ بھی ہوتے ہیں، سب کچھ ہوتا ہے۔تو انسان کو جرائم سے، ظلم وستم اور حق تلفیوں سے کون بچا سکتا ہے؟ یہ دین ہے جو بچا سکتا ہے، اور آخرت کا استحضار (یعنی سامنے ہونا) قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش ہونا اور زندگی کے حساب کا استحضار ہونا یہ چیز بچا سکتی ہے۔ آپ نے دیکھے ہوں گے CCTV کیمرے لگے ہوتے ہیں اور وہاں لکھا ہوتا ہے کہ کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔ یہ کیمرے کی آنکھ ہمیں گناہ سے نہیں بچا سکتی۔ہمیں گناہ سے بچائے گی اللہ کی آنکھ۔کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کی آنکھ سے مراد کیا ہے؟ اللہ پاک کا دیکھنا جیسی ان کی شان ہے، جیسی ان کی صفت ہے، جیسے وہ ہیں، ہم نہیں جانتے۔تو دیکھنے سے مراد کہ ہمیں یہ کیفیت پیدا ہوجائے اللہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ جو کچھ میں کرر ہا ہوں یا میں کررہی ہوں، اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اور قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دینا ہے جو جو میں نے کیا۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوگی تو انسان جرائم سے رک جائے گا۔آج دنیا کے فلسفی کہتے ہیں، لوگ بحث کرتے ہیں کہ جی دنیا میں جو جرائم ہیں اس کا سبب فقر اور افلاس (یعنی

غربت) ہے۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ تعلیم کی کمی ہے۔ تو فقر اور افلاس کی اگر بات کی جائے تو دنیا کے وہ ممالک جہاں بے شمار وسائل ہیں تو وہاں تو جرائم نہیں ہونے چاہییں تھے، وہاں جرائم اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جی تعلیم کی کمی کی وجہ سے جرائم ہوتے ہیں، تو تعلیم یافتہ ممالک جہاں 100٪ یافتہ لوگ ہیں، جرائم وہاں بھی ہوتے ہیں۔ کچھ بے چارے کہتے ہیں کہ پردہ ترقی کے اندر رُکاوٹ ہے۔ ایک اسی طرح کا آدمی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کہنے لگا: حضرت! یہ جو مسلمان پردہ کرتے ہیں، اس لیے ان کی ترقی نہیں ہوتی۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ دنیا میں جتنی بھی بے پردہ قومیں ہیں، کیا ساری ترقی یافتہ ہوگئی ہیں؟ تو وہ چپ ہوگیا۔ تو اصل چیز کیا ہے؟ نبی علیہ السلام کی زندگی پر عمل کرنا۔ جب ہم نبی علیہ السلام کے طور طریقوں کو سیکھیں گے، اپنائیں گے تو حقوق کی ادائیگی میں ہمیں آسانی ملے گی۔ اور ایک ایک چیز کو جو ہم نبی علیہ السلام کے طریقہ پر اپنائیں گے تو ہماری زندگی پر امن ہوجائے گی اور ہمارا دل پُرسکون ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی علیہ السلام کی سچی محبت عطا فرمائے، اُسوہ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

لباس کے شرعی احکامات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

الحمدللہ! سنتوں کا بیان چل رہا ہے۔ غذا کے بارے میں تفصیل سے بات ہوئی، اس کے بعد لباس کے بارے میں ابھی موضوع چل رہا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ ان سب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور اپنا قُرب عطا فرمائے۔ آمین

تھوڑی دیر کا کام ہمیشہ کا انعام:

دنیا کے اندر تھوڑی سی زندگی میں جو انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اختیار

کرے گا، اللہ کے دین کو اختیار کرے گا وہ قیامت کے دن کامیاب ہو جائے گا۔ یہ دنیا عارضی جگہ ہے رہنے کی جگہ ہی نہیں ختم ہو جانی ہے۔ اس مثال سے بات کو سمجھیں کہ کوئی گورنمنٹ کسی کالونی کا افتتاح کردے اور یہ اعلان کردے کہ کالونی ہم نے بنائی ہے، رہائش گاہیں بہت اچھی ہیں، یہاں پر رہنے والوں کو بجلی فری ملے گی، تمام سہولیات ملیں گی، لیکن کسی بھی وقت اچانک اس کو بم سے اُڑا دیا جائے گا یا اس کو بلڈوزر سے ختم کردیا جائے گا۔ تو ہم میں سے کوئی بھی اس جگہ جا کر پلاٹ نہیں خریدے گا۔ گھر نہیں خریدے گا بالکل ایسی ہی مثال دنیا کی ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور بتادیا کہ دیکھو! یہ مٹی اور گارے کی بنی ہوئی ہے آخرت سونے اور چاندی کی بنی ہوئی ہے، تم اس مٹی گارے کو میرے کہنے کے مطابق استعمال کرلینا میں آخرت کا سونا چاندی تمہارے قدموں میں ڈال دوں گا۔

میرے بندو! تم دنیا کی زندگی کو میرے کہنے پر، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر گزار لینا میں آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں تمہاری تمام خواہشات کو پورا کردوں گا۔ میرے بندو! یہ ایک ڈیل (Deal) ہے، تم میرے بن جاؤ، وہاں تمہاری ہر بات چلے گی۔ وہاں تمہیں ایک سلطنت عطا کردی جائے گی۔ تو بھئی! جو انسان دنیا میں اللہ کے احکامات کو پورا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو پورا کرے وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔

ایمان کی علامت:

ابوداؤد شریف میں آتا ہے کہ حضرت ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کا تذکرہ کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نہیں سنتے کہ سادگی ایمان کی علامت ہے اور سادہ لباس ایمان کی علامت ہے۔

(ابوداؤد، ترغیب جلد 3 صفحہ 108)

نبی علیہ السلام کو دنیا کا تذکرہ بھی زیادہ پسند نہیں تھا کہ لوگ دنیا کا زیادہ تذکرہ کریں۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے سامنے دنیا کا تذکرہ:

ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے سامنے کسی نے دنیا کا تذکرہ کیا، دنیا کی برائی کے ساتھ کہ جی ایسی ہے ویسی ہے۔ کہنے لگیں کہ تم چلے جاؤ یہاں سے، تمہارے دل میں دنیا کی محبت ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں تو برائی کر رہا ہوں۔ فرمانے لگیں کہ کبھی تم نے پاخانے کا بھی اس طرح ذکر کیا ہے؟ پاخانہ کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا جو بھی جاتا ہے فلش کر کے آجاتا ہے باہر آکے کوئی تذکرہ نہیں کرتا کہ آج تعداد و مقدار کیا تھی اور کیسا تھا، اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تم جو یہ دنیا کا ذکر کر رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دل میں اس کی طلب ہے، تو اس کا ذکر ہی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کو کونسا بندہ محبوب ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا سادہ مزاج آدمی پسند ہے جسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس نے کیا پہنا ہے۔

(بیہقی، ترغیب جلد 3 صفحہ 108)

جو لباس موجود ہے، شریعت کے مطابق ہے اور ستر پورا چھپاتا ہے، جسم پورا چھپاتا ہے، جسم کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور اگرچہ سادہ عام لباس ہے، اگر وہ اس کو پہن کر چلا جائے تو یہ اللہ کو پسند ہے۔ اور اس کو یہ بھی پرواہ نہ ہو کہ میں کون سے فنکشن میں گیا وہاں کس نے کیا پہنا۔ اپنے بارے میں بے پرواہ ہو کہ بھئی! میرا جو لباس ہے سنت کے مطابق ہے، پاک صاف ہے گندا نہیں ہے اور شریعت کے خلاف نہیں ہے، غیروں کی مشابہت نہیں کر رہا تو الحمد للہ! مجھے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور کسی دوسرے

نے کیا پہنا ہوا ہے اور آئندہ میں نے کیا پہننا ہے، کیا بنوانا ہے، کیا سلوانا ہے؟ جس کو ان سب چیزوں کی پرواہ نہ ہو تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے محبت کرتے ہیں۔ اب ذرا عورتیں غور کرلیں کہ اس بارے میں ہمارا آج کل کیا عمل ہے؟

انبیاء علیہم السلام کی عادات مبارکہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام موٹے اون کا لباس پسند کیا کرتے تھے (کیونکہ موٹا کپڑا ہونے کی وجہ سے جسم اچھی طرح چھپتا تھا)، خود بکریوں کا دودھ نکال لیا کرتے تھے اور گدھے پر بھی سوار ہو جایا کرتے تھے۔

(حاکم، ترغیب جلد 3 صفحہ 110)

کیا مطلب؟ کہ لباس میں سادگی اور خود کام کاج کرنے میں کوئی پریشانی محسوس نہیں کرتے تھے اور کام کو کرنے میں عیب نہیں سمجھتے تھے اپنے کام خود کرلیا کرتے تھے اور سواری میں بھی سادگی تھی۔ یہ نبی علیہ السلام کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری لباس:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیوند لگی ایک چادر اور موٹی تہبند دکھائی اور فرمایا کہ انہی دو کپڑوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔

(آداب بیہقی صفحہ 350)

باوجود وسعت کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سادگی کو اختیار کیے رکھا۔

سادہ لباس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام صوف کی ایسی چادر اوڑھا کرتے تھے جس

کی قیمت 6 یا 7 درہم ہوتی تھی۔ (بیہقی، ترغیب جلد 3 صفحہ 110)

یعنی عام لباس بھی پہن لیا کرتے تھے اور عام معاملات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہی تھے۔

دنیا کتنی کافی ہے؟

اب اس حدیث کو ذرا غور سے سنیں کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی! دنیا کی کتنی مقدار (ہمارے لیے) کافی ہے (کتنی کوٹھیاں بنائیں، کتنے پلاٹ ہم اکٹھے کریں؟ کیا کیا ہم کریں اس کے بارے میں رہنمائی فرما دیجیے) تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خوراک کی وہ مقدار جو بھوک کو روک دے، (اتنا کھانا ہونا چاہیے چاہے دال روٹی ہی کیوں نہ ہو، تمہاری بھوک پوری ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور تمہارے پاس لباس ایسا ہو کہ تمہارا) ستر چھپ جائے (تو اللہ کا شکر ادا کرو) اور گھر ہو تو سایہ کا انتظام ہو جائے اپنی چھوٹی سے چھت مل جائے تو وہ بھی بہت اچھی بات ہے۔ اور آخری بات یہ فرمائی کہ اگر ان تینوں چیزوں کے ساتھ) سواری بھی اللہ تعالیٰ عنایت فرما دیں تو کیا ہی کہنا۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 115)

یعنی انسان کی زندگی کی ضروریات کے لیے بتا دیا کہ اتنی مقدار میں غذا جو اس کا پیٹ بھر دے، ایسا لباس جو اس کا جسم ڈھانپ دے اور گھر بھی ہو اور سواری بھی مل جائے تو فرمایا کہ اس کے پاس تو ساری دنیا جمع ہوگئی، اس کے علاوہ اب اس کو کیا چاہیے؟ اب گھر اگر ہم 10 کنال کا بھی بنالیں تو رہنا تو وہی ایک کمرہ میں ہے، ایک ہی بیڈ پر لیٹنا ہے اور باقی تمام چیزوں میں بھی اسی طرح ہے۔ دنیا تو وقتی ختم ہو جانے والی چیز ہے، ایک وقت آئے گا ختم ہو جائے گی یا ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ آخرت ہے مقامِ عیش، عیش تو وہاں کرنے ہیں انعام تو وہاں لینے ہیں تو دنیا کی مقدار اتنی ہی کافی ہے۔ جس کے پاس ایک مناسب سا گھر ہو پیسہ مل جاتا ہو، گزارہ ہو جاتا ہو اور اس کے

پاس سواری بھی ہوتو اللہ کا شکرادا کرے۔

اللہ کا انعام:

والدصاحب بتاتے تھے کہ دیکھو! اگرتم کھانا کھا رہے ہواور تمہارا پیٹ بھر گیا اور روٹی باقی ہے تو اور کیا چاہیے؟ اگرتم روز صبح الماری سے ایک لباس نکالتے ہواور اس لباس کے بعد اگلے دن کے لیے ایک اور لباس رکھا ہوا ہے تو اور کیا چاہیے؟ یہ اللہ کے انعامات ہیں اللہ کا شکرادا کرو۔

سادگی اختیار کرو:

نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ سادگی اختیار کرو موٹا کپڑا پہنو (یعنی سادہ کپڑا ابھی پہن لیا کرو) تیراندازی سیکھو (اوردیکھو کبھی کبھی) ننگے پیر چلو (تاکہ پتا چلے) کہ جن کے پاس جوتے نہیں ہوتے ان کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟ (Hush pupies) کی دعوت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ کبھی کبھی ننگے پیر بھی چلا کروتا کہ معلوم ہو کہ جن کے پاس چپل نہیں ان کے ساتھ معاملہ کیا ہوتا ہے؟ نیز ایک اور روایت میں ہے کہ تیراندازی سیکھو، موٹا کپڑا پہنو۔ اور ایک حدیث میں آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک غلام ہوں، ایسا ہی لباس پہنتا ہوں جیسا ایک غلام پہنتا ہے۔ (مواہب جلد 5 صفحہ 17)

میں اللہ کا بندہ ہو میں اللہ کی بندگی اختیار کرتا ہوں۔

سادگی کے فضائل:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جو شخص عمدہ لباس کو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتے ہوئے چھوڑ دے گا باجوداس کے کہ وہ حیثیت رکھتا

ہے (کہ خرید کر پہن سکے) تو قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس جوڑے کو چاہے اختیار کرے۔

(ترغیب جلد3 صفحہ 107)

ساری مخلوق کے سامنے اس کو عزت دی جائے گی کہ یہ وہ بندہ ہے جس نے اللہ کے لیے سادگی اور تواضع کو اختیار کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے باوجود قدرت واستطاعت کے خوبصورت اور عمدہ لباس کو چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اسے عزت اور اکرام کا لباس پہنائیں گے۔ (ترغیب جلد3 صفحہ 107)

جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرے گا اللہ اسے عزتیں عطاء فرمائیں گے۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خوبصورت اور عمدہ لباس اللہ کے لیے چھوڑ دیا باوجود وسعت کے تو اللہ اسے (عزتیں عطا فرمائیں گے) عزت کا لباس پہنائیں گے (اور اگلی بات تو بہت ہی عجیب ہے توجہ طلب ہے فرمایا کہ) جو شخص اپنے سے کمتر سے شادی کرلے گا، اللہ اسے بادشاہوں کا تاج پہنائیں گے۔ (ابوداؤد)

عزتیں عطا فرمائیں گے۔ اس بات کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی شخص اپنے سے کمتر اپنے سے مسکین سے غریبہ سے یتیم سے یا کسی ایسی خاتون سے شادی کرے جس کا پہلے سے کوئی بچہ ہو یا طلاق ہو چکی ہو، خاوند فوت ہو چکا ہو، بیوہ ہو کسی کا سہارا بن جائے کسی کو سہارا دیدے اللہ تعالیٰ اس کو بادشاہوں کا تاج پہنائیں گے۔ اس ہی میں اس کی ساس جو لڑکے کی والدہ ہوتی ہے اور نندیں یعنی لڑکے کی بہنیں وہ بھی شامل ہیں کہ اگر کوئی بچی گھر میں آگئی بہو بن کے وہ جہیز نہ لاسکی یا کم لے کر آئی تو اس کو طعنہ بھی نہ دیں۔ اس کو سپورٹ کریں، اس کا خیال رکھیں اگر اللہ تعالیٰ دولہا کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں گے تو اس کی ماں بہنوں کو بھی عطا فرمائیں گے۔ جہیز تو ویسے ہی ایک غلط چیز ہے ضرورت کے درجے

میں باپ اگر کچھ دے دے تو اس کی خوشی کی بات ہے، جہیز کا مانگنا قطعاً جائز نہیں کہ یہ بھی لے کر آؤ۔ وہ بھی لے کر آؤ اور اس کا طعنہ دینا کہ وہ نہیں لے کر آئی، ورنہ تو قیامت کے دن پھر اس کو ذلتیں ہی ملیں گی اگر اس کو عزتیں چاہییں تو کسی کمتر کو سہارا دے۔

تکبر سے پاک لباس:

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صوف کا لباس تکبر سے پاک ہوتا ہے۔ (بیہقی، ترغیب جلد 3 صفحہ 110)

یعنی سادہ لباس۔ ایک عام آدمی عام سا جوڑا بنا لے تو تکبر تو نہیں آئے گا۔ تکبر تو آتا ہی جب ہے کہ کیسریا کا پہننا ہے اور ثنا سفینا زکا پہنا ہے، اور فلاں فلاں برانڈز کا پہننا ہے۔ بہرحال تو جب انسان برانڈز کے پیچھے جاتا ہے تو (Brand conscious) ہو جاتا ہے کہ جی مجھے فلاں چیز فلاں برانڈ کی لینی ہے۔

محمدی برانڈ اپناؤ:

ارے بھائی! ہم نے محمدی برانڈ کو اپنانا ہے، باقی سارے برانڈ قیامت کے دن کسی کام نہیں آئیں گے۔ یاد رکھیے! ہمارے اعمال جو کچھ ہم دن رات کرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ ایک ایک عمل سامنے لایا جائے گا اور اللہ رب العزت خود اس وقت فرشتوں کو فرمائیں گے کہ دیکھو! میرے ان بندوں کے سارے اعمال کو چیک کرو جس عمل کے اوپر میرے محبوب کی سنت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ آج کا برانڈ محمدی برانڈ ہے، جس عمل کے اوپر محمدی برانڈ کی مہر لگی ہوئی ہے، اس کو تو قبول کر لو اور اِدھر اُدھر کی جو چیزیں ہیں ان سب کو اٹھا کر باہر پھینک دو۔ قیامت کے دن ایک ہی برانڈ چلے گا وہ محمدی برانڈ ہو گا۔

عمدہ لباس کب پہنا جائے؟

عام طور پر تو سادہ لباس ہی کی تعلیم دی گئی لیکن بعض دفعہ عمدہ لباس بھی پہننا پڑتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی تفصیلات سن لیجیے! سمجھ لیجیے! تاکہ بات کھل کے واضح ہو جائے اور دونوں پہلو سامنے آجائیں۔ اگر کوئی اس لیے عمدہ لباس پہنے کہ میں عمدہ نظر آؤں اور لوگوں کو حقیر سمجھوں کہ اس کے پاس ایسا نہیں ہے میرے پاس ایسا ہے، میں کچھ خاص ہو گئی ہوں، یا میں کچھ خاص ہو گیا ہوں، تو ایسی سوچ عمدہ لباس پہننے کو گناہ میں تبدیل کر دے گی۔ یہ جو چیز ہے یہ عمدہ لباس پہننے کو گناہ کر دے گی۔

دگنا گناہ:

کسی کو حقیر سمجھنا اور اگر خدانخواستہ یہ لباس جو کسی کافرہ یا کافر کے لباس سے مطابق ہے، شریعت کے خلاف ہے، ستر کو نہیں ڈھانپ رہا تو ویسے ہی دگنا گناہ ہو گیا۔ ایک تو دل کا گناہ ہو گیا اور دوسرا عمل کا گناہ بھی شامل ہو گیا۔

اگر اچھا لباس پہننا ہو تو اس نیت اور جذبے کے ساتھ پہنیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے وسعت عطا فرمائی ہے اس کے شکر کے اظہار میں یہ پہن رہا ہوں جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ (مطالب عالیہ جلد 2 صفحہ 262)

اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَال

یعنی اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ اسے پسند ہے کہ اپنے بندوں کے اوپر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھے یعنی اسے استعمال کرتا ہوا دیکھے۔

نعمت کا اظہار اللہ کو پسند ہے:

حضرت زبیر بن ابی علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت بُری حالت میں تھا (کپڑے پھٹے ہوئے تھے، مٹیالے تھے، گندا لباس پہن کر آیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ (اے اللہ کے بندے !) کیا تیرے پاس مال نہیں؟ تو کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی ! اللہ کا دیا بہت کچھ ہے، بڑے مختلف قسم کے اموال ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نعمت کا اثر ظاہر ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندے کے اوپر اپنے انعام کا اثر دیکھے۔ (مطالب جلد 2 صفحہ 262)

اگر اللہ نے کسی کو نعمتیں عطا فرمائی ہوں تو اس کو چاہیے کہ اچھا لباس پہن لے، لیکن دل میں کیا ہو؟ اللہ کی نعمت کا اظہار ہو، شکر ہو، دل کے اندر ریاکاری نہ ہو، دکھاوا اور کسی دوسرے کو سامنے والے کو حقیر سمجھنا کہ اُس نے وہ برانڈ نہیں لیا، وہ اس برانڈ کو نہیں خرید سکا۔ تو یہ چیز گناہ ہو جائے گی البتہ اظہارِ نعمت کی اجازت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کسی بندے پر انعام ظاہر فرماتے ہیں تو وہ نعمت کے ظہور کو بندے پر دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 193)

یعنی کہ انعام میں مال و دولت عطا فرماتے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ وہ میرا بندہ نعمت کو استعمال کرے اور میرا شکر ادا کرے، یعنی نعمتیں بھی اللہ کی استعمال کر لے اور گیت بھی اللہ کے گائے پھر اجازت ہے۔

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص (پھٹے پرانے کپڑے پہنے عجیب) بری حالت میں آیا۔ تو نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ! اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے، اونٹ بھی ہیں، گائے بھی ہیں، بکریاں بھی ہیں (ان کے ریوڑ ہیں میرے پاس

بہت کچھ ہے)۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس مال ہو اس کو چاہیے کہ مال کا صحیح اثر ظاہر کرے۔(مجمع جلد 5 صفحہ 136)

استعمال بھی کرے، نظر آنا چاہیے، تو ان دو واقعات سے بات اور زیادہ واضح ہو جائے گی۔

تکبر پر وعید:

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے سامنے تکبر کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے تکبر کی بڑی وعید بیان کی کہ تکبر بہت بُری چیز ہے۔

تکبر کسے کہتے ہیں؟

اپنے آپ کو کچھ سمجھنا کوئی لباس پہن لیا اور اپنے آپ کو یہ سمجھنا کہ میں واقعتاً خوبصورت ہوں یا میں واقعتاً امیر ہوں یا لوگوں کے اوپر اپنی بڑائی کا اظہار کرنا، اس کو تکبر کہتے ہیں۔اور تکبر کرنے والے کے لیے تو کہا گیا کہ قیامت کے دن متکبر شخص چیونٹی کے مانند ہو جائے گا اور لوگ اس کے اوپر پیر رکھ کر جا رہے ہوں گے۔اللہ ذلیل کر دیں گے۔ یہاں تو جو کوئی بھی اپنی بڑائی دکھائے گا یا دکھائے گی تو لیکن قیامت کے دن اس کو اللہ ذلیل کر دیں گے۔ نبی علیہ السلام نے تکبر کی وعید بیان کی اور صاف صاف بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! میں تو کپڑے صاف دھوتا ہوں اور مجھے اس کی سفیدی خوشنما معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ میں اپنے جوتے کے تسمے بھی بہت اچھے رکھتا ہوں (اور اس سے بھی زیادہ اپنی سواری کا جو میرا جانور ہے اس کے لیے میں جو) کوڑا لیتا ہوں وہ بھی میں (بڑا خیال کر کے بڑا) اچھا اور قیمتی لیتا ہوں، (تو کیا یہ تکبر ہے؟) تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ

نہیں، تکبر تو یہ ہے کہ تو حق کو ذلیل کرے اور لوگوں کی تحقیر کرے۔ (مجمع صفحہ 136)

اچھے لباس پہننے کی ممانعت نہیں ہے، منع نہیں کیا۔ اچھا لباس انسان پہن سکتا ہے، جوتے اچھے پہن سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک عام سی چیز ہے کوئی بھی اچھی چیز ہو، انسان استعمال کرسکتا ہے، لیکن وہ شریعت کے دائرے کے اندر ہو۔ حلال مال سے ہو، اور دل میں یہ نہ ہو کہ میں اپنی بڑائی کو ظاہر کروں اور کسی اللہ کے بندے کو ذلیل کروں، اس کو نیچا دکھاؤں۔ دل کی کیفیت کے اوپر بات منحصر ہے اچھے کپڑے کے اوپر بات نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی چاہت:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (یہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! میں تو عمدہ جوڑے پہنتا ہوں تو کیا یہ تکبر کی علامت ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کی دل کی کیفیت سے آگاہ کردیا تھا۔ پھر پوچھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل چاہتا ہے کہ میں کھانا بناؤں اور سب کی دعوت کروں، تو کیا یہ تکبر ہے؟ فرمایا کہ نہیں یہ تکبر نہیں، تکبر یہ ہے کہ تم حق کو بھول جاؤ اور لوگوں کی تحقیر کرو۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 136)

تکبر یہ ہے کہ تم شریعت کی خلاف ورزی کرو اور لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھو۔ دعوت کی بھی تو اس لیے کہ میری بڑائی ظاہر ہو کہ اتنے لوگوں کو بلایا ہے فلاں تو نہیں بلا سکتا یہ غلط ہے۔ تو دل کے اندر اللہ کی شریعت کی پابندی ہو اور اللہ کے شکر کا احساس ہو تب تو قیمتی کپڑا پہننا اس کی اجازت بھی ہے اور احسن بھی، اس میں کوئی سوچنے والی بات نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عمدہ لباس پہننا کوئی خلاف سنت نہیں ہے دل کی کیفیات کے اوپر منحصر ہے۔ اگر ایسی کیفیات ظاہر ہوتی ہیں کہ میں تو بہت خاص ہوں تو اس کیفیت کا علاج کرنا پڑے گا۔

آپ ﷺ کا قیمتی لباس:

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ستائیس 27 اُونٹوں کے بدلے ایک جوڑا خریدا، اتنا قیمتی جوڑا کہ 27 اُونٹ دیئے تب آیا۔ لیکن یہ ایک وقتی بات تھی عام طور سے آپ ﷺ کا معمول ایسا نہیں تھا۔ عام طور سے میرے نبی علیہ السلام کا لباس بہت معمولی ہوا کرتا تھا۔ (خصائل صفحہ 55)

میلے اور گندے لباس کا حکم:

اسی طرح ایک ہوتا ہے لباس کا قیمتی ہونا، اور ایک ہوتا ہے لباس کا صاف ہونا اور ایک ہوتا ہے لباس کا گندا ہونا اور میلا ہونا۔ میلے کپڑے کے بارے میں ذرا بات سمجھیے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا اس نے گندے کپڑے پہنے ہوئے تھے (میلے کپڑے تھے) جیسے آج کل ڈیزل لگے ہوتے ہیں اور دوسری گندگی لگے ہوئے ہوتے ہیں اور گندگی لگے ہوئے کپڑوں میں لوگ مسجدوں میں آجاتے ہیں، محفل میں آجاتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کیا اس کے پاس اتنا بھی کچھ نہیں کہ اپنے کپڑوں کو دھو ہی لے، اتنا ہی تنگدست ہے کہ کپڑوں کو دھونے کے لیے بھی اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس کو تنبیہ فرمائی اور سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ انسان گندے کپڑے پہن لے۔

ہمارا حال:

اور آج کل ہمارے بعض لوگ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ صوفی ہوتا ہی وہ ہے جو گندے کپڑوں میں ہو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

گندے کپڑے والوں کو اللہ کا ولی سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ بغیر لباس کے سڑکوں پر بیٹھے ہوتے ہیں، اُن سے جا کر مسائل پوچھ رہے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کیا کیا کر وار ہے ہوتے ہیں، جن کو نماز کا پتا نہ غسل کا پتا اور ان کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کے قریب ہیں۔

اللہ جمیل ہے، اللہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے ہمیشہ خوبصورتی اور صفائی کو سامنے رکھا۔ قیمتی لباس ہونا اور سادہ لباس ہونا وہ الگ بات ہے۔ صاف ہونا تو ضروری چیز ہے۔ تو ایسا گندا آدمی جس کے کپڑے بھی گندے ہوں وہ اللہ کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے تو اس کو ڈانٹ دیا کہ کیا تیرے پاس اتنا بھی نہیں کہ تو اپنا لباس ہی دھو لے۔ اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی عمدہ لباس پہنا۔ اور عام طور سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول یہ تھا کہ سنت کے مطابق ہلکے سے ہلکا لباس پہنتے اور نارمل رہتے۔ عام 10، 15 درہم کا یا 20 درہم کا لباس پہنا کرتے تھے۔ بات پھر وہی آجاتی ہے دل کی حالت کے اوپر (Depend) کرتا ہے کہ ہماری ضرورت کیا ہے؟ بعض اوقات صاف ستھرا لباس پہننا انسان کی ضرورت بن جاتی ہے، کہ اس نے کہیں جانا ہے یا دین کی بات کرنے کے لیے جانا ہے تو ایسے وقت دین کی بات پہنچانی ہے، تو ایسے وقت میں ایک ضرورت بن جاتی ہے اور یہ نبی علیہ السلام کی سنت سے ثابت ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں عمدہ کپڑے زیب تن کرنے والے تھے اور عمدہ خوشبو استعمال کرنے والے تھے۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 138)

حضرت ابو عامر سلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اوپر ایک چادر دیکھی، جو 100 درہم کی تھی۔ (طبقات ابن سعد، حیاۃ الصحابہ: ج 5 ص 839)

سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ یمن

کی چادر یا یمن کا جوڑا پہنتے تھے جو 400 یا 500 درہم کی قیمت کا ہوتا تھا۔

(ابن سعد، حیاۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 840)

حضرت عثمان بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا 1000 درہم کا خریدا پھر اس کو پہنا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 840)

تو ضرورت کے تحت ان چیزوں کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ مگر کیسے؟

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

اصل معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ اکبر کبیرًا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف وفود سے ملاقات:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب وفد آتا (ملکوں کے وفد آتے، قبائل کے وفد دور دراز سے آتے اور سردار آتے) تو اس وقت نبی علیہ السلام اچھے کپڑے زیبِ تن فرماتے اور اپنے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے (کہ دیکھو! میرے ساتھ بیٹھنا ہے، ملنا ہے، فلاں وفد آرہا ہے، فلاں بادشاہ، فلاں قبیلے کا رئیس آرہا ہے، فلاں قبیلے کے نمائندے آرہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی عمدہ لباس پہنتے اور صحابہ کو بھی کہتے) چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس دن کندہ کا وفد آیا ہوا تھا (میں وہاں موجود تھا) میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام یمنی جوڑے میں ملبوس تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اسی قسم کا حلّہ تھا۔

(طبقات ابن سعد، حیاۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 834)

چوں کہ دین کی دعوت دینی ہے۔ اب ایک نیا آدمی ہے اس کو سمجھ نہیں ہے وہ لباس کی سادگی کو نہیں سمجھے گا، تو وہاں دین کے لیے، اللہ کے لیے اگر قیمتی جوڑا پہننا ہے تو وہ

محض اللہ کے لیے پہننا ہے۔ بہر حال سادہ لباس اگر اس لیے پہنا کہ لوگ مجھے سمجھیں کہ عاجزی وانکساری والا ہے تو بھی گناہ ہے، عمدہ لباس اس لیے پہنا کہ لوگ مجھے عمدہ سمجھیں تو بھی گناہ ہے۔ معاملہ ہے دل کا اور دل کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔ سادگی اختیار کرنی ہے تو وہ بھی اللہ کے لیے اور عمدہ لباس پہننا ہے تو وہ بھی اللہ کے لیے ہی پہننا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقریبات کے موقع پر یا معزز لوگوں کی آمد پر عمدہ لباس پہن لینا یہ صرف بہتر نہیں سنت بھی ہے اس پر سنت کا ثواب ملے گا بشرطیکہ نیت درست ہو۔

ایک اعتراض کا جواب:

اب بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ عمدہ لباس کیوں پہنتی ہیں؟ دعوت تو دیتی ہیں قرآن اور حدیث کی اور لباس دیکھو انہوں نے یہ پہننا ہوا ہے تو بھئی! اگر انہوں نے اللہ کے لیے پہنا ہوا ہے، اگر ان کے دل کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے تو ہم دوسرے کے بارے میں گمان اچھا رکھیں۔ اپنے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہیں کہ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ جب اپنی طرف نگاہیں ڈالیں گے، تو پھر دوسرے نظر نہیں آئیں گے۔ تو معاملہ کیا بنا کہ نیا لباس بھی اللہ کے لیے، عمدہ لباس بھی اللہ کے لیے اور سادگی کرنی ہے تو بھی اللہ کے لیے سارا معاملہ نیت کے اوپر ہی آتا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

نیا لباس کب پہننا سنت ہے؟

انسان نیا جوڑا پہنتا ہے تو کس دن پہننا چاہیے؟ ہمارے یہاں کیا رواج ہے کہ جی فلاں فنکشن میں جانا ہے، یہ لباس بنا رکھا ہے اسی دن پہننا ہے۔ سنت کیا ہے؟ حضرت

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔
(سیرت خیر العباد جلد 7 صفحہ 425)

تو ہم بھی کوشش کرلیں کہ جب نیا جوڑا سلوائیں تو پہلی مرتبہ اسے جمعہ کے دن پہن لیں تو سنت بھی پوری ہوجائے گی اور اس کا ثواب بھی مل جائے گا۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس دو کپڑے تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیب تن فرماتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آتے تھے تو ہم اُنہیں اسی طرح لپیٹ کر رکھ دیتے تھے۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 179)

امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر عمدہ دھاری دار چادر تھی۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 128)

تو جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننا سنت ہے، لیکن اگر کوئی ایک ایسا آدمی ہے کہ جس کے پاس ایک عمدہ لباس ہے، باقی درمیانی قسم کے ہیں تو بہتر ہے کہ وہ عمدہ لباس جمعہ کے جمعہ پہن لیا کرے، جمعہ کا اکرام کیا کرے۔ جمعہ کے اکرام سے کیا ملے گا؟

یوم جمعہ کا اہتمام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن ہو تو انسان غسل کرے، عمدہ خوشبو لگائے (جو موجود ہو)، موجود کپڑوں میں سے عمدہ کپڑا پہنے پھر نماز کو جائے اور کسی کی گردن نہ پھلانگے (کسی کو تکلیف نہ دے جہاں جگہ ہو بیٹھ جائے) پھر خطبہ سنے۔ تو اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے سارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ (ترغیب جلد 1 صفحہ 498)

جمعہ کے لیے مرد بھی احترام کریں، عورتیں بھی احترام کریں، مردوں کو تو یہ بتایا کہ تم جلدی کرو مسجد میں جلدی پہنچو، اور خرید و فروخت کو ترک کردو۔ عورتوں کو بھی اس آیت

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

ذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعہ:9)

میں سے عمل کا حکم مل سکتا ہے۔اس آیت کے اوپر عورتیں بھی گھر بیٹھے عمل کر سکتی ہیں۔ بتائیں وہ کیسے؟ مردوں کو یہ کہا کہ تم کاروبار بند کر دو، تو عورتیں کیا کریں؟ اس وقت کے دوران عورتوں کو چاہیے کہ نہ کوئی چیز خریدنے جائیں نہ کسی کو خریدنے بھیجیں کہ بھئی! جمعہ کا دن ہے جمعہ کا ٹائم ہو گیا اذان کا ٹائم ہو گیا تو دو تین گھنٹے ہم نے کچھ نہیں خریدنا۔اس عمل سے دوکانداروں کو ویسے ہی فرق پڑ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔اسی طرح عید کے دن عمدہ لباس پہننا بھی سنت ہے۔

عیدین پر آپ ﷺ کا خاص اہتمام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک عمدہ لال دھاری دار چادر تھی جسے آپ ﷺ عیدین میں استعمال فرماتے تھے۔(مجمع جلد 5 صفحہ 201)

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام جمعہ کے دن اور عیدین کے موقع پر لال یمنی چادر زیب تن فرماتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد 7 صفحہ 491)

عیدین پر آپ ﷺ لال یمنی چادر زیب تن فرماتے، مکمل لال نہیں ہوتی تھی اس میں باڈر وغیرہ بنا ہوا ہوتا تھا، یا دھاریاں سی ہوا کرتی تھیں۔

کپڑوں کو تہہ کر کے رکھنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیطان تمہارے کپڑے استعمال کرتا ہے، (جب شیطان استعمال کرے گا تو مس یوز (Misuse) ہی کرے گا، برکت تو نہیں آئے گی)۔جب تم میں کوئی کپڑا اتارے تو اسے چاہیے کہ لپیٹ کر تہہ لگا کر رکھے۔

(کنزالعمال جلد 19 صفحہ 218)

تو سنت طریقہ کیا ہے کہ انسان کپڑوں کو لپیٹ کر تہہ لگا کر رکھے۔

بہت خطرناک معاملہ:

اب ایک اور معاملہ شروع ہو رہا ہے، بہت ہی خطرناک۔ عرض تو کرنا ہے ان شاء اللہ، یہ نہ ہو کہ کل سے آپ لوگ کہیں کہ جی گلدستہ سنت کے بیانات پڑھتے ہی نہیں ہیں، یہ تو مولوی صاحب نے ہمارے لیے پتا نہیں کیا کیا مسائل کھڑے کر دیئے۔ کچھ کپڑے ہوتے ہیں جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیا کوئی حدیث نہیں ہے؟ کیا ہمارے پاس کوئی گائیڈ لائن نہیں ہے کہ جو چاہیں استعمال کریں، اتنا کھلا چھوڑا ہوا ہے یا اس کے بارے میں نبی علیہ السلام کے کچھ احکامات بھی ہیں؟ اس بات کو ذرا مختصراً سمجھ لیجئے۔ دیکھیے! یہ میری باتیں نہیں ہیں۔ ہمارا کام مسئلہ بنانا نہیں ہے مسئلہ بتانا ہے جو علماء نے کتابوں میں لکھا ہے۔ نبی علیہ السلام سے متعلق باقاعدہ اس کی روایات بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں اور احادیث کتب میں موجود ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو قیامت تک کے لیے اٹل ہیں یہ تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ ہم تبدیل ہو جائیں لیکن یہ باتیں تبدیل نہیں ہوسکتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر سے باہر ہی رک جانا:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک چادر خریدی اس چادر کے اوپر تصویر بنی ہوئی تھی۔ (جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے دروازے پر ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑ گئی، چادر کے اوپر کہیں بچھائی ہوئی ہوگی) تو اس کے اوپر تصویر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ پر ہی رک گئے۔ (بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے

نبی علیہ السلام کا یہ انداز دیکھا کہ دروازہ کے اوپر ہی ہیں اندر نہیں آرہے) تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (یعنی خاوند کی) ناراضگی کو پہچان گئی۔ (بیوی ہو تو ایسی کہ شوہر کے انداز سے پہچان لیا کہ معاملہ کچھ اور ہے، تو ایک دم پہچان گئیں اور بڑی عاجزی کے ساتھ کہنے لگیں کہ اے اللہ کے نبی! میں نے آپ کی ناراضگی کو سمجھ لیا ہے۔ اور) میں نے کہا کہ میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی معافی مانگتی ہوں اپنی غلطی پر۔ (جب انہوں نے اس طرح بات فرمائی) تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عائشہ! یہ چادر کیسی ہے؟ (یہ کیسی چادر لے کر آئی ہو؟) میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے اسے خریدا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس کو استعمال کریں۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصحابِ تصاویر (تصویر والے لوگوں) کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں روح ڈالو۔ اور آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر جس میں تصاویر ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ 375)

اب اس روایت میں دیکھیں کہ ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ خریدی تھی خود بنائی نہیں تھی۔ اس کے اوپر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا اور بنانے والوں کے اوپر تو عذاب کی وعید سنائی اور اس کے بعد یہ بتا دیا کہ دیکھو! جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ تو تصویر والی چیز چاہے وہ چٹائی ہو، چاہے وہ کپڑا ہو یا بچوں کی قمیض ہو، بچوں کے لباس کی چیزیں ہوں تو یہ سب نبی علیہ السلام کے دین میں منع ہیں۔ کسی کو سمجھ میں آجائے اور اس کو عمل کی توفیق مل جائے تو یہ اللہ کا انعام ہے، نہیں تو قیامت کے دن نبی علیہ السلام سے جا کر خود پوچھ لیجیے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا؟ جب یہاں پر یقین نہیں آتا اور یہاں پر یقین کرنا ہے تو بخاری شریف دیکھ لیجیے، مسلم شریف دیکھ لیجیے کہ آیا یہ باتیں وہاں لکھی ہوئی ہیں یا نہیں۔

سب سے سخت عذاب:

بلکہ یہاں تک بھی بخاری شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید ترین عذاب والے کون لوگ ہوں گے؟ تو فرمایا کہ تصویر بنانے والے ہوں گے؟ شدید ترین عذاب میں ہوں گے۔ ایک بچی بیعت ہوئی۔ اللہ اکبر کبیرا! اس نے جلا تو ساری تصویریں دیں، لیکن اس نے بتایا کہ 1500 تصویریں اس کے پاس تھیں۔ بتائیں زندگیوں میں رحمت کہاں سے آئے گی، گھروں میں رحمت کہاں سے آئے گی۔ یہ فیس بک کے اوپر تصویریں ہم نے لگا دیں، موبائل پر لگا دیں، دیواروں پر لگا دیں، بتائیں اللہ کی رحمت کیسے دل میں آئے گی۔

رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر:

ایک اور حدیث ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات ملائکہ (یعنی رحمت کے جو فرشتے ہیں) اس گھر میں نہیں آتے جس گھر میں کوئی تصویر ہو۔ (طحاوی جلد 2 صفحہ 363)

یہ طحاوی شریف کی روایت ہے اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جس گھر میں تصویر ہو ہم لوگ وہاں نہیں جاتے۔ (طحاوی صفحہ 363)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے۔

حضرت حکیم الامت کا حکیمانہ جواب:

اسی طرح کا کوئی سر پھرا تھا، آج کل تو لوگ لوجک (Logic) پر چلتے ہیں تو وہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑے مزے کی بات ہوگئی کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے، تو موت بھی نہیں آئے گی کہ روح کس نے نکالنی ہوتی ہے؟ فرشتوں نے۔ تو جب کتا گھر میں ہوگا تو فرشتے نے تو آنا نہیں تو پھر ٹھیک ہے موت بھی نہیں آئے گی تو بڑے ہی مزے ہوں گے۔ عجیب جواب ارشاد فرمایا کہ دیکھو! اس کتے کو تو موت آنی ہے تو جو فرشتہ کتے کی روح لینے آئے گا وہ تیری بھی روح نکال کر ساتھ لے جائے گا جو سیدھی بات نہیں سمجھتے ان کو پھر دوسری طرح بات سمجھانی پڑتی ہے۔ سیدھی طرح مان جائیں کہ بھئی! آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، بات حق اور سچ ہے۔ اپنے سر کو جھکا لو پھر اللہ کی رحمتیں ملا کرتی ہیں، نہیں تو پھر انسان تکلیفوں میں چلا جاتا ہے۔

اپنے آپ کو بچائیں:

آج کل تصویر والی چیزوں کا بڑی کثرت سے استعمال ہے اور تو اور بلا جھجک استعمال کیا جاتا ہے جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے۔ تو قیامت کے دن اس شخص پر پریشانیاں آئیں گی اور دنیا میں بھی بے سکون رہے گا۔ ہم آج ہی سے اپنے آپ کو اس سے بچائیں۔ اسی طرح موبائل فون کے اوپر تصویریں لینا ماں کی، باپ کی، بیٹی کی، رشتہ داروں کی تو بھئی! اس سے بھی اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے گھر والوں کو بچائیں آیندہ کے معاملات آسان نہیں ہیں ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے؟

ایک سچا خواب:

حضرت مولانا عبداللہ برنی دامت برکاتہم مدینہ طیبہ میں ہوتے ہیں اور ابھی حیات ہیں اور یہ حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں۔ جب جس کا دل چاہے جا کر مل

لے۔ ان سے ملنے پاکستان سے بھی لوگ آتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بنگلہ دیش کے ایک بزرگ نورالحسن دامت برکاتہم ان کو 88 مرتبہ نبی علیہ السلام کی زیارت ہوچکی ہے۔ ابھی سفرحج پر تھے تو نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی اٹھاسیویں مرتبہ۔ تو آخری مرتبہ جب زیارت ہوئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے امتی جو میری مسجد میں آکر یہاں تصویریں بناتے ہیں، میرے دل کو دکھاتے ہیں، مجھے غمگین کردیتے ہیں مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں۔

خوب غور کریں:

خواب میں یہ بات نبی علیہ السلام نے بتائی۔ تو وہاں کس چیز سے تصویریں بناتے ہیں؟ موبائل ہی ہوتا ہے، ویڈیو کیمرہ ہی ہوتے ہیں، ڈیجیٹل کیمرہ ہی ہوتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے موبائل فون پر تصویریں بنانے کی؟ اور بنانی ہی ہیں تو پہاڑوں کی بنالیں، درختوں کی بنالیں، اللہ کے گھر کی بنالیں، کسی ایسی چیز کی بنالیں کہ جس میں جاندار کی تصویر نہ ہو۔ ہم خود اپنا جان مال پیسہ خرچ کرکے اپنے گھروں سے کیوں اللہ کی رحمت کو دور کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں جی کہ دل کے اندر پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں۔ رحمت کو تو ہم نے خود روک رکھا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمت للعالمین تھے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو چادر خریدی، تصویروں والی تو وہ بھی تو گھر کے اندر نہیں آئے۔ اور فرشتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات بھی ثابت ہیں۔ یقیناً خواب کو خواب کے درجے میں رکھا جائے گا۔ یہ بخاری یا مسلم کا درجہ تو نہیں رکھتا، لیکن بہرحال نبی علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہونا بڑی نعمت کی بات ہے اور کوئی آدمی نبی علیہ السلام کی طرف نسبت کرکے جھوٹ اپنی طرف سے کیسے منسوب کرسکتا ہے؟ اور جب کہ وہ متقی اور نیک بھی ہو، اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہو اور اس کا تقوٰی نور اس کے چہرے سے بھی ظاہر ہوتا ہو۔ تو بھئی! ہم تصویروں سے توبہ کرلیں۔ اپنے گھر سے تصویروں کو نکال دیں، پھر دیکھیں

اللہ کی رحمت دل میں کیسے آتی ہے۔

مرد وزن کی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت پر وعید:

اس کے بعد ایک اور معاملہ جو اس سے بھی زیادہ خطرناک اللہ خیر ہی رکھے وہ کیا ہے؟ ''مشابہت'' عورتوں اور مردوں کی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اُن مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 874)

اور اس معاملہ میں آج میں کیا تفصیلات بیان کروں۔ کتنی ہی عورتیں ایسی ہیں جو مردوں کے لباس میں ہیں اور کتنے ہی مرد ایسے ہیں کہ بال بڑے بڑے کر لیتے ہیں، پونیاں بنالیں اور کھلے عام بازاروں میں جاتے ہیں اتنا دل دکھتا ہے۔ اللہ کی قسم! دل تکلیف میں چلا جاتا ہے اُن کو دیکھ کر کہ یا اللہ! ان کا کیا بنے گا؟ ان کے لیے دعائیں ہی کر سکتے ہیں کہ خود اپنے لیے لعنتوں کے مستحق ہو رہے ہیں۔

موجودہ تعلیم اور نبوی تعلیم:

اور آج ہمارا میڈیا، ہماری تعلیم ہمیں کیا سکھاتی ہے کہ عورت اور مرد مل کر ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کریں۔ نبی علیہ السلام نے کیا بتایا کہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے باہر کی ڈیوٹی نبھانی ہے اور عورت کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے اندر کی ڈیوٹی کو نبھائے اور بچوں کی شریعت اور سنت کے مطابق تربیت کرے۔

عورتوں کے لیے دینی تعلیم کی ضرورت:

عورت بچوں کی تربیت شریعت وسنت کے مطابق تب ہی کرے گی جب اس کو دین

کا علم آتا ہوگا۔ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکھایا اور آخر میں یہ فرمایا کہ میری عائشہ تو آدھا دین ہیں۔ کیا آپ اپنی بیوی کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کو دین کا علم ہے، آدھا دین کا علم کہنا تو بہت دور کی بات ہے۔ مدارس ہیں بھیجیں اپنی بیویوں کو کہ علم حاصل کریں۔ آج کی جو ایجوکیشن ہے، وہ یہ کہتی ہے کہ مرد کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر عورت سارے وہ کام کرے جو مرد کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! اس فقیر کی نظر میں یہ بات شریعت وسنت کے مطابق نہیں، اور اس کے بارے میں حدیث ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور اُن عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں۔ (ابوداؤد)

مشابہت کسی بھی طرح کی ہو وہ جائز نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت:

اس کے بارے میں ایک واقعہ سے بات سمجھ لیجیے! ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے ایک عورت گزری جو کمان اُٹھائے ہوئے تھی۔ (اور مردوں کی طرح جس طرح بہادر جنگجو مرد ہوتے ہیں اس طرح وہ گزر رہی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں، اور اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 196)

اتنی سی مشابہت بھی اللہ کے نبی علیہ السلام کو پسند نہ آئی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ چار اشخاص کے اوپر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور فرشتے بھی اس لعنت پر آمین کہتے ہیں (یعنی وہ مقبول ہیں) اُن میں سے ایک تو وہ ہے جسے خدا نے

مرد بنایا اور وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ اور اسی طرح عورت بنایا اور وہ مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے، لعنت کی گئی ان کے اوپر۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 105)

تین محروم آدمی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

یہ کون خبر دے رہا ہے؟ وہ کہ جن کو کفار نے بھی کہا کہ صادق الامین ہیں۔ کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر کہا، ساحر کہا، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، لیکن کوئی کافر حتیٰ کہ ابو جہل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا نہیں کہہ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق کو جانتا تھا، آپ کی سچائی کو مانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیں دنیا میں جنت کو دکھایا، جہنم کو دکھا دیا وہ فرماتے ہیں، جو حق اور سچائی پر ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ جنت میں تین لوگ داخل نہیں ہوں گے:

1. والدین کا نافرمان (جو ماں باپ کی نہیں مانتا)۔
2. دیوث (دیوث کہتے ہیں اس شخص کو کہ جس کی بیوی، ماں، بہن کے پاس دوسرے غیر محرم آئیں اور اس کو پرواہ نہ ہو یعنی آسان اور آج کی زبان میں مکس گیدرنگ میں شامل ہونے والوں کو دیوث کہا جا سکتا ہے۔

ہماری اخلاقی تباہی:

کل میں مسجد سے باہر نکلا اللہ کو حاضر ناظر جان کے بات کر رہا ہوں۔ ظہر یا عصر کی نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: حضرت! ایک مسئلہ پوچھنا ہے تو میں نے کہا: پوچھو۔ تو کہنے لگا: ایک آدمی نے بیٹے کی منگنی کی اور منگنی

کے بعد وہ اپنی ہونے والی بہو کی ماں کے ساتھ زنا میں ملوث ہوگیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ منگنی ٹوٹ گئی کہ نہیں ٹوٹی؟ اب مجھے بتائیے میں اس کا کیا جواب دوں۔ یہ مکس گیدرنگ نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ اس نے تو نہیں کہا کہ مکس گیدرنگ ہے، اگر پردہ ہوتا تو کیا یہ بات ہوتی؟ کیا مجھ سے پوچھنے آتا وہ یہ سوال۔ میں اس کو کیا جواب دوں؟ تو وہ انسان جو غیر مردوں کے ساتھ اپنے گھر والوں کا آنا جانا برداشت کرے یہ دل لگی یہ دوستیاں، تو فرمایا کہ جنت میں نہیں جائے گا اور یہ خبر نبی علیہ السلام نے دی ہے۔ دنیا کے اندر ہوسکتا ہے کہ وہ سب سے بڑا عہدیدار بن جائے، مالدار بن جائے، سب سے بڑے منصب والا بن جائے لیکن قیامت کے دن کا معاملہ تو اللہ نے اپنے احکامات پر رکھا ہے، لیکن اس پر کون عمل کرتا ہے۔ تو پہلا فرمایا کہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔ اور دوسرا دیوث جو اپنی عورت کا غیر محرموں میں آنا جانا اور دوسرے مردوں کا ان کے پاس آنا جانا برداشت کر لیتا ہو۔ اس کو پرواہ ہی نہ ہوتی ہو تو فرمایا کہ ایسا بے غیرت آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ جنت باحیا لوگوں کی جگہ ہے۔

3. عورتوں کی طرح کا لباس اختیار کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

(ترغیب جلد 3 صفحہ 106)

عورتیں اپنے لباس میں احتیاط کریں:

ان تمام وعیدی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لباس عام طور سے مردوں کے لیے ہیں ان کو عورتیں پہنیں تو وہ بھی اس کے اندر شامل ہیں، جو لباس عام طور سے عورتوں کے لیے ہیں ان کو مرد پہنیں تو وہ بھی اس کے اندر شامل ہیں۔ چنانچہ مردوں کو پرنٹڈ کپڑے، لال رنگ کی قمیض پہننا بھی منع کیا گیا۔ عورتوں کو پینٹ، چست لباس پہننے سے منع کیا گیا۔ اور ایسا لباس پہننا جو مردوں کے مطابق ہے یہ منع کیا گیا۔ اور حال یہ ہے کہ جدید

تعلیم یافتہ لوگ اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے، بلکہ ایسی عورتیں تو مردوں کی مشابہت کر کے فخر محسوس کرتی ہیں کہ جس پر اللہ کی لعنت برس رہی ہو، اب ان کو کیا سمجھایا جائے اور کوئی کیسے سمجھائے؟

مردوں جیسی جوتیاں:

اس بات کو ذرا ایک اور حدیث سے سمجھ لیجیے! یہ مشکوۃ شریف کی روایت ہے جس کا دل چاہے مشکوہ شریف کی جلد 2 اٹھائے اور چیک کرے۔ حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا وہ عورت جوتیاں مردوں جیسی پہنتی تھی، اس پر امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کے طور طریقے اختیار کریں۔ (مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 383)

جوتی پہننے پر جو لعنت ہو تو باقی چیزیں پہننے پہ کیا حال ہوگا؟ یہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پہلے دل بدلتا ہے پھر لباس:

یہ بھی یاد رکھیے گا کہ پہلے دل بدلتے ہیں بعد میں لباس بدلا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

کہ جو جس کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ اگر ہم کسی بھی ڈرامے کو دیکھ کر اس جیسا لباس بنواتے ہیں، یا ٹی وی کو دیکھ کر اس جیسا بنواتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لباس بعد میں پہنے گا، دل پہلے ہمارا ادھر ہو چکا ہوگا۔ یہ یاد رکھیے گا کہ دل پہلے بدلا کرتے ہیں، لباس بعد میں بدلتے ہیں۔ اللہ کرے

کہ اس بات کی حقیقت ہمیں سمجھ آجائے۔اب چند باتیں اور بھی ہیں۔

کافروں کے لباس کی ممانعت:

ایک تو یہ بات فرمائی کہ مرد عورت جیسا نہ پہنے،عورت مرد جیسا نہ پہنے۔دونوں میں امتیاز رکھا ہے۔اسی طرح یہ ممانعت فرمائی کہ دیکھو کہ تم غیروں کا لباس،کافروں کا لباس مت پہنو! اس کے بارے میں بھی صحیح مسلم میں واضح روایت ہے۔یہ حدیث کی باتیں بتائی جارہی ہیں،اپنے سے گھڑ کے کچھ نہیں بتارہا،اور اگر کوئی کمی بات میں نکل آئے تو یہ بیان ہے،اس کی اصلاح آپ بعد میں کرسکتے ہیں۔میں ان شاء اللہ اس کے لیے تیار ہوں۔کوئی بات شریعت اور سنت کے خلاف ہو تو میری اصلاح ضرور کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اوپر دو زرد رنگ کے کپڑے دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو کافروں کا لباس ہے، ان کو مت پہنو۔اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں ان کو دھولوں گا اور ان کا رنگ صاف ہوجائے گا۔فرمایا کہ نہیں،ان کو جا کر جلادو۔

(مسلم،مشکوۃ صفحہ 374)

آگ میں ڈال دو اتنی بھی اجازت نہیں دی۔

کفار کی مخالفت کا حکم:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مشرکین پاجامہ تو پہنتے ہیں،لیکن تہبند (لنگی) نہیں باندھتے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! تم پاجامہ بھی پہنو اور لنگی بھی باندھتے رہا کرو تا کہ مخالفت ہوتی رہے۔اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے،جس قدر ہوسکے شیطان کے دوستوں

کی مخالفت کرو۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 197)

یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جہاں تک ہو سکے، جس قدر ہو سکے شیطان کی مخالفت کرو۔ اور قرآن سے پوچھیے، حدیث مبارک کو دیکھیے کہ شیطان کا دوست کون ہے؟ تو واضح لکھا ہوا ملے گا کہ کفار جو ہیں وہ شیطان کے دوست ہیں، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ شیطان کی جماعت ہے۔

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ (المجادلہ:19)

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (المائدة:51)

شیطان کی دوستی میں سارے ایک ہیں، ایمان والوں کی دشمنی میں سارے ایک ہیں۔ وضاحت کے ساتھ ہمارے نبی علیہ السلام نے بتا دیا:

اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ

"سارا کفر ایک مذہب ہے۔"

قیامت کے دن بتائیں معافی ہم نے کس سے مانگنی ہے؟ اللہ سے، شفاعت کی امید کس سے ہے؟ نبی علیہ السلام سے، تو ان کی بات یہاں مان لینی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو غیروں کے طور طریقے، رہن سہن سے پرہیز کرنی چاہیے۔ حضرت ابو کریمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے: اے لوگو سنو! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ خبردار! راہبوں (عیسائی عبادت گزاروں) کے لباس کی مخالفت کرو، جو راہبانہ طریقہ اختیار کرے گا یا ان سے مشابہت اختیار کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ اور جو جس کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی گروہ میں سے ہوگا۔ (مجمع جلد 5 صفحہ 124)

ابو داؤد شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہوگا۔ (ابو داؤد جلد 3 صفحہ 559)

ایمان کو بچانا ہے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی شرح میں کہ مراد اس سے ظاہری لباس اور ظاہری امور میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔ غیر قوم سے تشبہ اختیار کرنا سخت وعید کی بات ہے۔ اس مشابہت اختیار کرنے والے کا شمار ان ہی دشمنانِ اسلام میں سے ہوگا۔ اللہ اکبر! کتنی بڑی وعید ہے اور آج ہم کتنے بگڑ گئے ہیں کہ غیروں کے طریقوں پر عمل کرنے سے فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہماری نئی تعلیم ہمیں کہاں لے کر جا رہی ہے۔ میں نئی تعلیم کا مخالف نہیں مگر اس تعلیم کی وجہ سے ہمیں دین سے کیوں دور کیا جا رہا ہے؟ جدید تعلیم ایک فن ہے ٹھیک ہے جس درجے تک اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے، انجینئر کی ضرورت ہے ہمیں وہ کرنا ہے مگر ایمان کو بچاتے ہوئے کرنا ہے۔

تشبہ اور اس کا مفہوم کیا ہے؟

اپنی ہیئت اور وضع تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت کو اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔ انسان اپنے تشخص کو بھول جائے اور دوسروں کو اختیار کرے۔ اس حوالے سے ایک دو واقعات ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا تو فکر ہوئی کہ عجمیوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے

جو امتیاز ہیں، جو خاص چیزیں ہیں، کہیں ان کی مکسنگ (Mixing) نہ ہو جائے۔ اختلاط نہ ہوجائے، گڈ مڈ نہ ہوجائیں، کوئی فرق نہ آجائے۔ تو انہوں نے دو احکامات جاری کیے تا کہ اسلامی تہذیب اور رسم ورواج میں فرق رہے۔ ایک حکم مسلمانوں کی طرف اور ایک کافروں کی طرف۔ مسلمانوں کو کہا کہ دیکھو! تم نے کافروں کے طریقوں پر نہیں رہنا، رسولِ اکرم ﷺ کے طریقوں پر رہنا ہے۔ اور کافروں کو کہا کہ دیکھو! تم اپنے طور طریقوں میں رہو، تم ہمارے طریقے مت اختیار کرو، تا کہ الگ الگ طریقے واضح رہیں، مماثلت نہ ہوجائے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایران میں مقیم مسلمانوں کو یہ پیغام بھیجا کہ مشرکین اور کافروں کے لباس سے دور رہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا کہ جامع بیان ان کی طرف سے بھیجا گیا۔ یہ فاروقی بیان ملاحظہ کریں:

اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو یعنی لنگی اور چادر بھی پہن لیا کرو۔ اور پاجامہ تو بہرحال مسنون ہی ہے اس پر بات ہوچکی ہے۔ تم مسلمانوں والا لباس استعمال کرو، اور جوتے پہنو۔ جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازمی پکڑو۔ عجمیوں کے لباس یعنی غیروں کے لباس، ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رہو۔ موٹے اور کھردرے کپڑے پہنو (جو تواضع کا سبب ہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا فرمان:

مسند احمد بن حنبل کے اندر بھی ایک روایت ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر آذربیجان میں پہنچا، اور چلتے ادھر آگئے جہاں پر یہ رشین اسٹیٹس ہیں ازبکستان، آذربیجان وغیرہ۔ تو جب مسلمانوں کا لشکر وہاں پہنچا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی ان کو ملا۔ اُس زمانے

میں لشکر کے جو سردار تھے ان کا نام عتبہ بن فرقد تھا۔ آپ نے ان کو مخاطب کیا: اے عتبہ! تم سب کا فرض ہے اپنے آپ کو عیش پرستی سے روکو، اُن کی مشابہت اختیار کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور مردوں کو کہا: ریشم سے پرہیز کرو۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 198)

توہین اسلام سے بچنا:

اس بات سے ہمیں کیا معلوم ہوا کہ ہمیں کفار کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ان کی ہیئت اختیار کرنے سے سخت گریز کرنی چاہیے، بچنا چاہیے! اس میں اسلام کے شعائر کی توہین ہے۔ اسلام کا بھی ایک معیار ہے اگر اس کی پاسداری نہ کی جائے تو اس کی توہین ہوتی ہے۔ لہذا ہم انگریزی لباس کو چھوڑ دیں اور نبوی لباس کو اختیار کریں، دشمنوں کے لباس کو چھوڑ دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ کفار کا لباس مت پہنو! اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج ہمیں اس فرمان کی کوئی قدر نہیں رہی۔ نبی علیہ السلام کے حکم کی کوئی قدر نہیں رہی۔ ایسا لباس اختیار کرنا قیامت کے دن اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ کفار کے لباس میں عام طور سے بے پردگی ہوتی ہے۔

ساڑھی کا حکم:

ایک لباس جسے ساڑھی کہتے ہیں۔ ساڑھی تو شریعت نے حرام قرار دیدی، منع ہی کردیا کہ اس میں پیٹ بھی اور پیٹھ بھی دونوں ہی کھلا رہتے ہیں۔ ذرا سا ساڑھی کا آنچل ہٹ جائے تو گلا اور سینہ بھی نمائش میں آجاتا ہے، تو اس کے اندر ممانعت کی گئی کہ ایسا لباس مت پہنو۔

آپ ﷺ کی دعائے رحمت:

مسلمان عورتوں کا شرعی لباس کرتا پاجامہ ہے۔ نبی علیہ السلام نے پاجامہ پہننے والی عورتوں پر رحمت کی دعا فرمائی ہے۔ سادہ پاجامہ (شلوار) جو شریعت سنت کے مطابق ہو ایسی عورت کے اوپر نبی علیہ السلام نے رحمت کی دعا فرمائی ہے۔ ان شاء اللہ آگے اس کے بارے میں تفصیل سے بات ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

ایک افسوس ناک صورت حال:

اور ہمارا حال تو اتنا بگڑ گیا ہے کہ کچھ لوگوں کا فون آیا کہ حضرت! اب ہمیں پینٹ شرٹ کے بغیر دفتر میں داخلہ کی اجازت نہیں۔ کہتے ہیں نوکری چھوڑنی ہے تو چھوڑ دو، لیکن اگر تم مسلمانوں کا لباس پہن کر آؤ گے تو ہم تمہیں کام نہیں کرنے دیں گے۔ یہ مسلمانوں کے دفتر ہیں۔ پچھلے دنوں میں کئی لوگوں نے یہ بات بتائی کہ جی دفتر میں جاتے ہیں وہاں منع ہے کہ اگر تم قمیض شلوار میں آئے تو تم اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ دوسرے لفظوں میں یہی ہوا ناں! کہ اگر تم اس نبی علیہ السلام کے لباس میں آئے جس کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو ہم تمہیں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت سنت کی پابندی عطا فرمائے۔ اور دین کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

شریعت میں پسندیدہ لباس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ

ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ (الاعراف:26)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o. وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

لباس کا مقصد:

لباس کے بارے میں تین بنیادی باتیں ہیں، جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہیں:

1. ستر کو چھپانا
2. زینت

3 تقویٰ اصل لباس ہے۔

لباس التقوٰی کیا ہے؟

اب لباس التقوٰی کیا ہے؟ اس میں علماء کے بہت سارے اقوال ہیں۔ کسی نے کہا کہ ایمان ہے۔ کسی نے کہا کہ تقوی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حیا ہے۔ بہر حال حیا ہوگی تو تقویٰ بھی ہوگا اور سارا کچھ ہوگا، اور حیا اور ایمان ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ تو لِبَاسُ التَّقْوَىٰ سے مراد حیا ہے۔ اور کسی مفسر نے یہ بھی فرمایا کہ متقی آدمی کی زینت پاکدامنی کے ساتھ ہے، تو اصل لباس تو حیا کا ہے جس نے حیا کی چادر اوڑھ لی، حیا کا لباس پہن لیا اس کے عیب کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس کو زینت ہی زینت مل کے رہے گی۔

نبی علیہ السلام کی ناراضگی:

اب لباس والا معاملہ چونکہ بہت نازک ہے تو اس کو مختلف انداز سے سمجھنا بھی ہے کہ ہمارا لباس کیسا ہونا چاہیے، کیا ہونا چاہیے؟ اس کے بارے میں کچھ باتیں اور بھی نبی علیہ السلام نے بتائیں تو ان باتوں کو دیکھیں۔ آقا علیہ السلام کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا. (صحیح الجامع:5439)

”غیروں کے طریقے پر عمل کرنے والا ہم میں سے نہیں“۔

محدثین نے فَلَيْسَ مِنَّا کا جو مطلب لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے طریقہ پر نہیں اور ہماری اتباع کا خیال کرنے والوں میں سے نہیں۔

مشابہت والوں کے ساتھ حشر:

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور سنن ابوداؤد میں

کتاب اللباس کے اندر یہ حدیث ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابو داؤد: کتاب اللباس)

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اُن ہی میں سے ہوتا ہے۔''

اس کا کیا مطلب؟

جو شخص کفار اور فاسق و فاجر لوگوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اُن میں سے ہوتا ہے، یعنی ان کے گناہوں میں برابر کا شریک ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص اولیاء کی، صلحاء کی اور نیک لوگوں کی مشابہت کرتا ہے تو وہ اجر میں اُن کی طرح ہوجاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفار کی مشابہت سے منع فرمانا:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو بغور دیکھا جائے تو بہت سارے ایسے معاملات ہیں جس میں آقا علیہ السلام نے خود منع فرمایا کہ دیکھو! کفار کی مشابہت نہ کرنا۔

اسی بات کو پڑھیے، سمجھیے اور غور کیجیے کھلے دل کے ساتھ، وسعت قلبی کے ساتھ۔ نبی علیہ السلام نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا، نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا۔ اب اس کو مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

پہلی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹواؤ تا کہ اُن سے مشابہت نہ ہو۔

دوسری مثال:

مدینہ طیبہ میں یہودی 10 محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ تم یہ روزہ کیوں

رکھتے ہو؟ تو کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے اسی دن نجات ملی تھی اس لیے شکرانہ کے طور پر رکھتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہمارے لیے تم سے زیادہ بہتر ہے۔ (مفہوم عرض کررہا ہوں) لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیا کہا کہ دیکھو 10 کا تو رکھنا روزہ مگر ساتھ میں یا تو 9 کو جوڑنا یا 11 کو جوڑ لینا تاکہ ان یہودیوں سے مشابہت نہ ہو۔

تیسری مثال:

اسی طرح انسان روزہ رکھتا ہے تو آقا علیہ السلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ دیکھو! تم سحری کھایا کرو کیونکہ بعض اہلِ کتاب ایسے ہیں جو روزہ تو رکھتے ہیں مگر سحری نہیں کھاتے، تو تم سحری کھاؤ تاکہ یہود سے مخالفت ہوجائے۔ اور افطاری میں جلدی کرنا جیسے ہی ٹائم پورا ہوجائے تو اس کے بعد جلدی کرنا دیر نہ کرنا تاکہ مشرکین سے مشابہت نہ ہوجائے۔ اذان کا ٹائم ہوگیا وقت داخل ہوگیا، اطمینان ہوگیا کہ وقت داخل ہوگیا ہے تو اب افطاری کرنے میں تاخیر نہ کرو کہ افطاری میں تاخیر کرنا مشرکین سے مشابہت ہے۔

چوتھی مثال:

اسی طرح طلوعِ آفتاب کے وقت، زوال کے وقت اور غروبِ آفتاب کے وقت عبادت کو منع فرمایا گیا۔ بھئی! اللہ تو اللہ ہے، بندہ بندہ ہی ہے، ان تین اوقات میں بھی ان کے علاوہ بھی لیکن کہا کہ اس وقت بعض قومیں سورج کی عبادت کرتی ہیں تو ایسا نہ ہو کہ اُن کے ساتھ مشابہت ہوجائے۔ اب انسان کا دل تو نہیں کررہا وہ تو اللہ کی عبادت کررہا ہے، اللہ کو سجدہ کررہا ہے، وہ سورج کو تو نہیں کررہا لیکن مشابہتِ ظاہری سے بھی آقا علیہ السلام نے منع فرمایا۔

ان تمام باتوں کا حاصل کلام یہ نکلا کہ جب عبادات سے منع فرمایا تو کیا لباس میں کوئی احکامات نہیں ہوں گے؟ ضرور ہیں اور ہمیں اختیار کرنے چاہیئیں۔

تشبہ کی وضاحت:

ایک لفظ ہے ''تشبہ'' یہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابو داؤد: کتاب اللباس)

یعنی جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ قیامت کے دن ان ہی میں سے ہوگا۔

ان باتوں کو ذرا دل کے کانوں سے سن لیجیے اور سمجھ لیجیے! ''تشبہ'' کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ کب پیدا ہوتی ہے، کیسے پیدا ہوتی ہے اور کب جائز ہوتی ہے اور کب ناجائز ہوتی ہے۔ پہلی بات تو یہ اصولی ہے، غور کریں! کسی ایسے کام میں غیر قوم کی، کافر قوم کی نقالی کرنا جو بذاتِ خود برا کام ہے اور شریعت کے اصول کے خلاف بھی ہے تو ایسے کام میں نقالی کرنا منع ہے، حرام ہے۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں جیسے بعض لوگ دیوالی مناتے ہیں تو اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا ایسا کام غیروں کا جو ہی شریعت سے ٹکراتا ہو تو اس میں نقالی کرنا حرام ہے۔ لیکن بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو خود تو برے نہیں ہوتے، شریعت سے ٹکراتے بھی نہیں اور اچھے بھی ہوتے ہیں لیکن یہ آدمی اس لیے کر رہا ہے کہ میں اُن جیسا نظر آؤں دیکھنے میں، میں کافروں جیسا لگوں مثلاً فاحشہ عورت جیسا لباس پہنتی ہے میں بھی ویسی لگوں۔ اب یہ نیت اس جائز کام کو بھی ناجائز کر دیتی ہے۔

نیت صحیح رکھنے کی تفصیل:

نیتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ قیامت والے دن سب سے پہلے جہنم کے اندر کون جائے گا؟ حدیث میں آتا ہے کہ عالم، شہید اور سخی جائے گا کیوں کہ نیت ان کی ٹھیک نہیں تھی کہ اتنے بڑے بڑے اعمال بری نیت کی وجہ سے برباد کر دیے۔ اب یہ نیت جائز کام کو بھی خراب کر دیتی ہے تو معلوم یہ ہوا کہ اعمال میں نیتوں کا بڑا دخل ہے۔ کہیں دو آدمیوں میں لڑائی ہو رہی ہو جیسے میاں بیوی ہیں، کسی آدمی نے اُن میں صلح کروانے کے لیے محبت پیدا کرنے کے لیے جھوٹ بول کر اُن کے معاملہ کو نبھا دیا، تو اب اس کو اس کے جھوٹ پر بھی ثواب ملے گا، اس لیے کہ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (صلح بہتر ہے) بولا جھوٹ ہے لیکن دو آدمیوں کے جوڑ کا سبب بنا۔ ایک نے جہاد کیا، کسی نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کی اور کسی نے لوگوں کو دین پڑھایا، لیکن دل میں بات یہ تھی کہ مجھے پہچانا جائے تو نیک اعمال سے رہ گیا۔ اسی لیے فرمایا کہ نیتوں پر بڑا دارومدار ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (رواہ البخاری ومسلم)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

مباح عمل میں غلط نیت:

پہلی بات یہ تھی کہ کسی کام میں کسی ایسی قوم کی نقالی کرنا جو بذاتِ خود حرام ہو اور شریعت کے حساب سے بھی حرام ہو تو اس کے حرام ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ یہ بات ختم ہوگئی یہ تو سب کو آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔ اصل مسئلہ دوسری جگہ ہے وہ یہ کہ ایک کام خود تو برا تو نہیں، اپنی ذات کے لحاظ سے تو اچھا ہے، لیکن وہ کرنے والا مرد یا عورت اس لیے

کر رہے ہیں کہ میں اُن کافروں جیسا نظر آؤں یہ نیت اس کو حرام کر دیتی ہے۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق:

تشبہ اور مشابہت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

تشبہ کے معنی ہیں کہ آدمی ارادہ کر کے نقالی کرے، اور ارادہ کر کے اُن جیسا بننے کی کوشش کر کے یہ تشبہ ہے۔ اور حدیث شریف بیان ہوئی:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابو داؤد: کتاب اللباس)

انسان ارادۃً کوئی کام کافروں جیسا کرے، غیروں جیسا کرے تو ارادہ شامل ہو گیا، تو اب معاملہ بدل گیا کہ اس کا ارادہ ہی ایسا ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے نہیں چلنا، بلکہ میں نے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں جیسے لباس پہننے ہیں اُن فاحشہ عورتوں جیسے لباس پہننے ہیں، یعنی کہ نیت بدل گئی، نسبت بدل گئی یہ بات ناجائز ہے۔

مشابہت کسے کہتے ہیں؟

اور ایک چیز ہوتی ہے ''مشابہت''۔ یہ کیا چیز ہوتی ہے کہ ان جیسے بننے کا ارادہ نہیں تھا، دل میں یہ نیت نہیں تھی کہ میں کافروں جیسی نظر آؤں یا کافروں جیسا نظر آؤں، فلاں ایکٹر جیسا نظر آؤں۔ دل میں ایسا ارادہ نہیں ہے لیکن عمل کے ساتھ مشابہت از خود ہوگئی۔ یہ جو خود بہ خود مشابہت پیدا ہو جائے یہ حرام تو نہیں لیکن حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا ضرورت مشابہت پیدا ہونے سے بچنے کی تاکید فرمائی کہ اسلام کی ایک غیرت ہے، ایک تشخص ہے، ایک معیار ہے لہٰذا اس کو باقی رکھا جائے۔ امید ہے کہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

مشابہت بالکفار سے بچنا کیوں ضروری ہے؟

غیر مسلموں سے مشابہت سے ہم کیوں بچیں؟ اس کو ذرا سمجھیں اسلام نے ایسا لباس پہننے سے منع کیا کہ جس کو پہننے سے انسان کسی غیر مسلم قوم کا فرد نظر آئے۔ اب اسکول ہیں اور ہر اسکول کی ایک الگ الگ یونیفارم ہوتی ہے۔ اگر بچہ کسی دوسرے اسکول کی اگر چہ وہ اس سے معیاری بھی ہو، یونیفارم پہن کر آجائے تو اسکول والے کہیں گے کہ جناب! آپ اپنا بچہ لے جائیں یہ یہاں داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی پاکستانی فوجی کسی دشمن ملک کا لباس پہن کر آجائے اور کہے کہ بھائی! میں بڑا پکا پاکستانی ہوں، تو وہ کہیں گے کہ نہیں بلکہ تو بظاہر بڑا دشمن نظر آرہا ہے۔ کوئی بھی اس کو قبول نہیں کرتا۔ اگر ہمارے فوجی اداروں کو اسکول کالجوں کو قانونی اداروں کو اور اب تو ہوٹلوں کے اندر بھی یہ ہوگیا ہے کہ اس ہوٹل کے اندر آنا ہے تو یہ لباس Allow ہے اور یہ ڈریس Allow نہیں۔ اگر ان چھوٹے چھوٹے اداروں کو یہ حق ہے کہ اپنی حدود میں آنے سے پہلے، اپنے علاقہ میں آنے سے پہلے یہ Condition رکھ دیں کہ ایسے ایسے آنا ہے، تو مجھے بتائیے کہ اللہ رب العزت کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے بندوں کو کہتے کہ تم میرے نظر آؤ، میرے حبیب ﷺ جیسے لگو مجھے وہ پیارے ہیں تم بھی ان جیسے بن جاؤ تم بھی مجھے پیارے لگو گے۔

تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند ہے کہ جو نبی علیہ السلام جیسا نظر آئے اللہ کو اس سے محبت ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت:

یاد رکھیں! جو دنیا میں اللہ کے دوستوں میں شامل ہونے کی کوشش کرے گا، قیامت

کے دن اللہ اس کو اپنے دشمنوں کی قطار میں کھڑا نہیں کریں گے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (متفق علیہ)

''دنیا میں جس کو جس کے ساتھ محبت ہوگی، اللہ قیامت کے دن اُس کو اُسی کے ساتھ کھڑا کردیں گے''۔

بچیوں کا پینٹ پہننا:

اب ذرا ایک بہت نازک بات ہے۔ نازک مسئلہ چھیڑنا تو نہیں چاہیے لیکن لباس سے متعلق ہے اور اسی کے بارے میں بات چل رہی ہے تو اس لیے بات واضح کردینا بھی ضروری ہے۔ آج کل پینٹ کا رواج چل رہا ہے۔ بہت سے لوگ پینٹ پہنتے ہیں۔ اس کے بارے میں تفصیلات سُن لیں! سمجھ لیجیے کہ عورتوں کے لیے تو پہننا کسی صورت بھی جائز نہیں، بلکہ مجھے ذاتی طور پر عورتوں کے لیے Trousers سے بھی نفرت ہے۔

اور مردوں میں جو پینٹ کا رواج ہے اس کے بارے میں چند باتیں تو بذات خود بھی ناجائز ہیں چاہے اس میں تشبہ ہو یا نہ ہو۔

پہلی خرابی:

چنانچہ ایک بنیادی خرابی تو پینٹ میں یہ ہوتی ہے کہ وہ ٹخنوں سے نیچے پہنی جاتی ہے، یعنی پینٹ اتنی لمبی ہوتی ہے کہ ٹخنے ڈھک جاتے ہیں اور شریعت نے واضح طور پر اس بات سے منع کردیا۔

دوسری خرابی:

دوسری خرابی یہ ہے کہ عام طور سے اتنی Tight چست ہوتی ہے کہ جسم کے وہ اعضا

ظاہر ہونے لگتے ہیں جو چھپے ہوئے ہونے چاہیے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ (لباس) تمہارے ستر کو ڈھانپے! لیکن اگر لباس ایسا چست ہے کہ ستر نہیں ڈھانپا جارہا تو وہ شریعت کی نظر میں لباس کہلانے کے لائق ہی نہیں۔ آپ اس کو کوئی بھی نام دے دیں لیکن اسلام کے یہاں لباس وہ ہے جو ستر کو ڈھانپ دے، اور جس لباس نے ستر کو نہیں ڈھانپا تو وہ لباس بھی نہیں۔ لہٰذا ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے پتلون نہ پہنی جائے۔

کون سی پتلون مباح ہے؟

اگر کوئی شخص اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ پتلون تو پہنتا ہے، پینٹ تو پہنتا ہے۔ لیکن Baggie بیگی ہوتی ہے، ٹائٹ نہیں ہوتی، کھلی ہوتی ہے۔ جیسے ہم نے حج کے موقع پر دیکھا کہ ترکی کے لوگ جو آتے ہیں انہوں نے پینٹ پہنی ہوتی ہے لیکن وہ بہت ڈھیلی ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی اس قسم کی پینٹ پہن لے جو ڈھیلی ہو، جسم کے اعضا کا اُبھار آگے پیچھے نظر نہ آئے اور ساتھ ساتھ ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے نہ ہوں بلکہ ٹخنے ننگے ہوں تو اب اس کو ہم ناجائز نہیں کہیں گے۔

یہ مباح ہے یعنی نہ ثواب نہ گناہ لیکن اگر انسان یہ بھی نہ پہنے اور کوشش کرے کہ میں آقا علیہ السلام جیسا نظر آؤں تو یہ محبت کی بات ہے میرے بھائی! اور اگر کوئی شخص اس نیت سے پینٹ پہنے کہ میں انگریز جیسا نظر آؤں تو یہ پھر نیت کا معاملہ ہوگیا اور نیت کی وجہ سے معاملہ بدل جاتا ہے۔

لباس کی بات چل رہی تھی تو ہم اپنی بات جاری رکھتے ہیں۔

سفید کپڑے کے فضائل:

ایک صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے سفید لباس میں ملبوس دیکھا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 867)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو یہ تمہارا بہترین لباس ہے، اور ایسے ہی کپڑوں اپنے میں مُردوں کو دفنایا کرو۔ (ترمذی جلد 1 صفحہ 118، ابوداؤد صفحہ 562)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ سفید کپڑے پہنو کہ یہ زیادہ خوشگوار اور پاکیزہ ہوتے ہیں، اور ان ہی کے اندر مُردوں کی تدفین کیا کرو۔ (شمائل ترمذی صفحہ 6)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر لباس جس میں تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے اپنی قبروں میں مرنے کے بعد اور مساجد میں زندگی کے اندر وہ سفید لباس ہے۔ (ابن ماجہ)

یعنی مسجد میں جاتے ہوئے اہتمام کرو کہ سفید لباس پہنو تو بعض جگہ لوگوں کو دیکھا کہ جمعہ کے دن تو بہت خصوصیت کے ساتھ سفید لباس کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر ساری زندگی ہوجائے تو اور بھی اچھا ہوجائے۔

سفید لباس کے فائدے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ سفید لباس کے اندر تواضع ہے اور اس کے اندر تکبر نہیں آتا یعنی تکبر سے بچنے کے لیے بھی یہ مددگار ہے۔ اور ایک چیز فرمائی کہ سفید رنگ فطرتی رنگ ہے۔

کن مواقع پر سفید لباس پہننا پسندیدہ ہے؟

فرمایا کہ دیکھو! مساجد میں جاؤ، محافل میں جاؤ، لوگوں کے پاس ملاقات کے لیے جاؤ، تو کوشش کرو کہ سفید لباس میں جاؤ، عیدین اور جمعہ کے لباس کا سفید ہونا بہتر ہے۔

(جمع الوسائل صفحہ 121)

اللہ تعالیٰ کی پسند ہے:

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے جنت کو سفید بنایا ہے اور سفید رنگ اللہ کو پسند ہے۔ (بزار، مجمع جلد 5 صفحہ 131)

اگر کوئی انسان یہ سوچ کر سفید رنگ پہنے کہ اللہ کو پسند ہے تو نسبت بدل گئی۔ تو بھئی! بات تو نسبتوں اور نیتوں کی ہے۔

لنگی (دھوتی) پہننا:

اسی طرح لُنگی پہننا بھی سنت ہے۔ اس کے بارے میں دیکھیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی چادر اور موٹی تہبند دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا (دنیا سے تشریف لے گئے) انہی دو کپڑوں میں ہوا۔ تو اس سے معلوم ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام پیوند لگے کپڑے بھی پہن لیتے تھے اور موٹا، سستا کپڑا استعمال فرماتے تھے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 176)

پیوند کو آج ہم رفو کہہ سکتے ہیں تو رفو والے کپڑے بھی پہن لیا کرتے تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یمن کی بنی ہوئی موٹی لنگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال کیا

کرتے تھے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 176)

لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

آج ہم نے یہاں لوگوں کو دیکھا جب یہ لنگی باندھ رہے ہوتے ہیں، پہن رہے ہوتے ہیں تو آگے سے اونچی ہوتی ہے اور پیچھے سے ٹخنوں کو ڈھک رہی ہوتی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ تہبند کے اگلے حصے کو نیچے کی طرف رکھتے تھے اور پیچھے کا حصہ تھوڑا سا اُنچا ہوتا تھا تو میں نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح باندھا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 377)

کیوں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ہی دیکھا تھا۔ تو اگر کوئی لنگی پہنے تو اس میں سنت کا لحاظ رکھے اس طرح کہ آگے سے نیچے ہو۔

لیکن ہمارے یہاں کیا رواج ہے؟ بالکل اُلٹا سنت کے بالکل خلاف۔ آپ کسی کو لنگی پہنا ہوا دیکھیں تو پیچھے سے نیچے جا رہی ہوگی اور آگے سے اوپر اُٹھی ہوئی ہوگی، یہ بے شرمی کی بات ہے اور اتباعِ سنت کے خلاف ہے۔

بزرگوں کی چیزیں برکت کے لیے رکھنا:

حدیثِ مبارک سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ السلام کا لباس دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ان کپڑوں میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس تبرک کے لیے رکھے جاسکتے ہیں۔ یہ ایک بات اس سے ثابت ہوئی۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کا

ایک جبہ تھا جو اپنے پاس انہوں نے رکھا ہوا تھا اور اس جبہ کو وہ پانی میں بھگو دیتیں اور اس پانی کو بیماروں کو پلاتیں۔ (مرقاۃ جلد 4 صفحہ 171)

یہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہے جو محدثہ مفسرہ ہیں، اور نبی علیہ السلام نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میری عائشہ رضی اللہ عنہا تو آدھا دین ہیں، اور انہوں نے تبرک کے لیے جبہ اور لباس رکھا ہوا تھا۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کا واقعہ:

اب اس بات میں ذرا اور آگے غور کیجیے۔ اور اچھی طرح بات سمجھ لیجیے کہ اس کی بھی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کی کیا (Limits) ہیں؟ دیکھیے! ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر واپس گئے تو میں بھی اُن کے ساتھ چلا گیا اور وہاں انہوں نے مجھے ایک خط دیا اور کہا کہ ربیع تم جاؤ بغداد اور بغداد جا کر یہ خط امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دے دو، اور جب جاؤ تو میرا اسلام بھی کہنا اور خط کا جواب لے کر آنا۔ ربیع کہتے ہیں: میں نے خط لیا اور بغداد پہنچا تو فجر کی نماز میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز کے بعد جب وہ جانے لگے تو میں نے سلام عرض کیا اور خط پیش کیا اور کہا کہ یہ خط آپ کے بھائی امام شافعی نے مصر سے بھیجا ہے۔ تو امام احمد بن حنبل نے ربیع بن سلیمان سے پوچھا کہ بھئی! تم نے اس خط کو پڑھا؟ میں نے کہا: نہیں، بالکل بند لے کر آیا ہوں، میں نے نہیں پڑھا۔ تب انہوں نے اُس خط کی مہر کو کھولا اور اس کو پڑھا تو آنسوؤں سے اُن کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں یعنی رونے لگے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت! خیر تو ہے، کیا بات ہے؟ فرمانے لگے کہ امام شافعی نے خط میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ یعنی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو خط لکھو اور اس خط میں میرا اسلام اُن کو پہنچاؤ اور کہنا کہ تم کو ایک آزمائش پیش آئے گی، تکلیف پیش آئے گی، مسئلہ خَلقِ قرآن کے موقع پر تمہیں مجبور کیا جائے گا۔ دیکھو! تم یہ بات قبول نہ کرنا اللہ قیامت کے دن تمہیں سربلند فرمائے گا۔ قیامت کے دن کی سربلندیاں تمہیں مل جائیں گی۔ ربیع کہتے ہیں کہ حضرت! یہ تو بشارت ہوئی کہ نبی علیہ السلام نے خواب کے اندر قیامت کے دن کی سربلندی کی گارنٹی دے دی مجھے کچھ انعام دیجیے۔

بشارت سنانے والے کو ہدیہ دینا:

یہ بھی ایک سنت ہے کہ اگر کوئی بشارت دینے والا آئے تو چاہیے کہ اس کو کوئی ہدیہ دیدے جیسے تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ اُن کا بائیکاٹ ہوا کچھ دن، اور اس کے بعد جب اُن کی توبہ قبول ہوئی تو جو اُن کو اطلاع دینے صاحب گئے انہوں نے اُن کو اپنی قمیص دیدی تھی۔ یہ پکی روایت ہے، پکی بات ہے۔ تو کوئی خوشخبری لے کر آئے تو خوشخبری لے کر آنے والے کا منہ میٹھا کروا دینا یا تحفہ دیدینا سنت ہے۔ خوشی کو تقسیم کرنا بانٹنا سنت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب! مجھے کوئی انعام دیدیں، تحفہ دیدیں بشارت ملی ہے الغرض کوئی چیز دیدیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اُن صحابی کی طرح اپنی قمیص جسم سے اُتار دی، انہوں نے بھی قمیص دی تھی اس لیے انہوں نے بھی اپنی قمیص جسم سے اُتاری اور بطورِ انعام ربیع بن سلیمان کو دے دی۔ اور جواب میں خط بھی دے دیا جو انہوں نے واپسی پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دینا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس آیا اور جوابی خط ان کو دیا۔ اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ

اچھا! تم یہ بتاؤ کہ تم نے بشارت دی تھی تو انعام کے طور پر کچھ ملا ہے؟ تو ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: حضرت جی! انہوں نے اپنا جبہ مجھے عنایت فرمایا ہے، اپنی قمیص مجھے دی ہے تو وہ میں حصول برکت کے لیے لے آیا ہوں۔ اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو! میں تمہیں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ جبہ تم مجھے دے دو کہ اس سے تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ برکت والی چیز ہے۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ تم اس قمیص کو پانی میں بھگو دو اور اس کا پانی مجھے دے دو۔ اس طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جبّے سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے برکت حاصل کی۔

اس واقعہ سے بزرگوں کی چیزوں میں برکت کا ہونا بھی ثابت ہوا، اور برکت کا حاصل کرنا یہ بھی ثابت ہوا، لیکن اس میں افراط وتفریط سے بچنا چاہیے۔

برکت کس کو ملے گی اور کیوں؟

یہاں کچھ باتیں سمجھنے کی ہیں۔

ایک بہت مشہور واقعہ ہے عبداللہ بن اُبی کا، جو کہ پکا منافق بلکہ رئیس المنافقین تھا۔ جب مرا تو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص میں دفن کیا گیا مگر اتنی برکتوں والی قمیص اُس کی مغفرت نہ کرواسکی۔ لہٰذا عقیدہ کا ٹھیک ہونا، عمل کا ٹھیک ہونا بہت ضروری ہے۔ اپنے عقیدہ کو ٹھیک رکھنا، عمل کو ٹھیک رکھنا، نیتوں کو ٹھیک رکھنا پھر برکتوں کو حاصل کرنا جہاں تک اُس کا درجہ ہے تو اُس درجہ تک ٹھیک ہے، اُسے اور آگے بڑھا دینا، اُسے ہی سب کچھ سمجھ لینا، تو اس بات کی ممانعت ہے۔ ساری باتیں اس لیے سمجھا دیں کہ ہمیں معلوم ہو جائے، سمجھ میں آجائے اور افراط وتفریط سے بچیں۔

لنگی کہاں تک باندھی جائے؟

یہ بات درمیان میں آ گئی کہ تبرک حاصل کرنا کیسا ہے۔ ہماری بات جاری تھی۔ لنگی باندھنے کے مسنون طریقہ پر کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی لنگی آگے کی طرف سے جھکی ہوئی ہوتی تھی اور پیچھے سے اُٹھی ہوئی ہوتی تھی لیکن دونوں طرف سے ٹخنوں سے پھر بھی اُوپر ہوتی تھی۔

یہ لنگی اور شلوار کہاں تک باندھنی چاہیے؟ اس کے بارے میں روایت سن لیجیے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لنگی آدھی پنڈلی تک باندھتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبی علیہ السلام بھی اسی طرح باندھتے تھے۔ (شمائل صفحہ 9)

یہ صحابی ہیں اور خلفاء راشدین میں سے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے تہبند کے بارے میں نبی علیہ السلام سے کچھ سنا ہے؟ کیا مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں! نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 294)

دونوں معیار بتا دیے ٹخنہ ڈھکا ہوا نہ ہو بلکہ ٹخنہ ننگا ہو۔ تمام صورتوں میں اور اونچا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے نصف پنڈلی تک اس سے اوپر نہ جائے۔ یہ مردوں کے لیے بات ہورہی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آقا علیہ السلام کا تہبند اونچا کرنے والا معاملہ نصف پنڈلی تک تھا۔

لنگی، شلوار کو ٹخنوں سے نیچے کرنے کی ممانعت:

اب یہ جو پینٹ ہے یا پاجامہ ہے، لنگی ہے یا شلوار ہے، یہ سب چیزیں اگر ٹخنے سے

نیچے لے جائیں، تو شریعت کیا کہتی ہے؟ اللہ کے نبی ﷺ کا کیا حکم ہے؟

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے جو تہبند ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ 373)

یہ تمام چیزوں کو شامل ہے خواہ وہ پینٹ ہو یا شلوار ہو، لنگی ہو یا پاجامہ ہو، جو بھی چیز ہو ٹخنے ڈھک گئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہنم میں ہوگا۔

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو فخر کے باعث اپنے کپڑوں کو لٹکائے گا اللہ رب العزت قیامت کے دن اس پر نظرِ شفقت نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ 373)

ایک روایت میں ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے یا پنڈلی سے لے کر ٹخنے سے اوپر اوپر کسی جگہ پر ہو۔ آگے فرمایا کہ جو حصہ ٹخنے سے نیچے ہوگا وہ جہنم کے لائق ہے۔ یہ حدیث کا مفہوم ہے۔ (نسائی، ترغیب جلد 3 صفحہ 88)

ایک اور روایت ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تہبند اس طرح باندھو جس طرح فرشتے باندھا کرتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی! فرشتے کس طرح باندھتے ہیں تو فرمایا کہ نصف پنڈلی تک۔ (مجمع الزوائد جلد 5 صفحہ 126)

گنجائش اور ممانعت:

جب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تہبند نصف پنڈلی تک باندھنی چاہیے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات ذرا مشکل لگی کہ کہیں بے دھیانی میں کپڑا نیچے نہ چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی نہ ہو جائے۔ بعد میں آپ ﷺ نے گنجائش دی کہ دیکھو! ٹخنے تک رکھو کہ ٹخنے سے نیچے میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور ٹخنے سے اوپر کوئی برائی نہیں۔ یہ مردوں کے لیے

حکم ہے۔ (ترغیب جلد2 صفحہ89)

اس میں اختیار دینے والا معاملہ نہیں کیا گیا کہ جناب! ٹخنے سے نیچے کپڑا جا رہا ہے اور فکر ہی نہیں ہو رہی کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفیان بن ابی سہل رضی اللہ عنہ کی کمر کو پکڑ کر فرمایا کہ اے سفیان! اپنی تہبند کو مت لٹکاؤ، اللہ تعالیٰ لٹکانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (ابن ماجہ جلد2 صفحہ 294)

یعنی جو مرد ٹخنے ڈھک کر رکھتا ہے تو اللہ کو یہ بات پسند نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آ رہی ہوگی، مگر اللہ کی قسم! پاجامہ لٹکا کر پہننے والے اس کی خوشبو کو نہ پا سکیں گے۔

(ترغیب صفحہ 91)

اگر ایمان والے ہوں گے تو پہلے ٹخنے ڈھک کر رکھنے کے جرم میں سزا کو بھگتیں گے اس کے بعد پھر جنت کی کوئی بات ہوگی۔

ان ساری روایتوں سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پینٹ یا پاجامہ باندھنا درست نہیں ہے۔ قیامت کے ہولناک منظر میں اللہ کی نگاہِ کرم اس کی طرف نہ ہوگی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت:

ہاں! اگر کوئی معذور آدمی ہے مثلاً اس کی کمر یعنی پیٹھ اور پیٹ آپس میں کمزوری سے ملے ہوئے ہیں، یا کسی پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہے کہ وہ باندھتا تو ہے ناف کے اوپر لیکن وہ نیچے گر جاتی ہے، ٹکتی نہیں۔ ایسے لوگ ہزاروں یا لاکھوں میں ایک ہوتے ہوں گے ہر آدمی کا ایسا معاملہ نہیں ہوتا، تھوڑے ہوں گے۔ اگر کوئی ایسی معذوری ہے تو اس صورت

میں وہ اس وعید سے خارج ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی مسئلہ تھا انہوں نے وعید سنی تو ڈر گئے، نبی علیہ السلام سے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری تہبند تو بار بار نیچے آ جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم متکبرین میں سے نہیں ہو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کو اجازت دی ہے، لہذا ہر کوئی انہیں اپنے اوپر قیاس نہ کرے۔

(ترغیب جلد 3 صفحہ 93)

پرہیزگاری کا سبب:

ایک روایت میں آتا ہے کہ دیکھو! تم (لنگی، پاجامہ، یا شلوار) جو بھی ہے اس کو ٹخنوں سے اوپر رکھو کہ یہ کپڑے کے لیے صفائی اور رب کے یہاں پرہیزگاری کا سبب ہے۔

(کنز جلد 19 صفحہ 217)

نماز کی عدم قبولیت:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لنگی، تہبند نیچے لٹکانے والوں کی نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ (آداب بیہقی صفحہ 352)

اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ نماز ہی پڑھنا چھوڑ دیں، نماز تو پڑھنی ہے لیکن نماز کو صحیح طریقہ سے پڑھیں اس طرح سے ٹخنے کھلے ہوں۔

مردوں اور عورتوں کے حکم میں فرق:

شریعت میں مردوں کے لیے ٹخنے ڈھانپنا گناہ ہے اور عورتوں کے لیے ٹخنے ڈھانپنا فرض ہے ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

مگر آج کل معاملہ بالکل اُلٹا ہو گیا۔ یہ خواتین جاتی ہیں اور ایسے کپڑے سلواتی ہیں

کہ ٹخنے ننگے رہیں حالانکہ عورتوں کو ٹخنے ڈھانپنے کا حکم ہے۔

چنانچہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سُنی کہ بھئی! ازار لٹکانے کی وعید اتنی ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ عبادات میں بھی قبولیت کا معاملہ اٹک جائے گا تو نبی علیہ السلام کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ اللہ کے نبی! پھر عورتوں کا کیا معاملہ ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اُن کے قدم کھل جائیں تو وہ کپڑا نیچے لٹکا لیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو پاؤں چھپانے کی بھی اجازت دی، ٹخنہ چھپانا تو بعد کی بات ہے بلکہ فرمایا کہ قدم بھی چھپائیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ 174)

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پیروں کو بھی چھپا سکتی ہو تو چھپاؤ بہتر یہ ہے کہ پیر چادر وغیرہ سے نہ چھپ سکیں تو موزوں کا استعمال کر لیں تا کہ پیر کا اوپری حصہ اور اس کا رنگ وروپ بھی چھپا رہے۔ (فتح الباری جلد 10 صفحہ 251)

اب بتایئے کہ نبی علیہ السلام تو یہ فرماتے ہیں کہ پیروں کو بھی چھپائیں اور آج ہمارا معاملہ بالکل الٹا ہے۔

زائد کپڑا ساتھ رکھنے کی سنت:

نبی علیہ السلام ایک کپڑا زیادہ بھی ساتھ رکھا کرتے تھے۔ آج کل علماء حضرات، صلحاء حضرات کو دیکھا ہوگا کہ ہاتھ میں ایک رومال ساتھ رکھ لیتے ہیں یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اپنے سر مبارک کے اوپر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیل کا بکثرت استعمال کیا کرتے تھے، تو کپڑے میں ہمیشہ چکنائی محسوس ہوتی تھی۔ تیلی کا کپڑا جیسے ہوتا ہے ویسا ہوتا تھا۔ (شمائل صفحہ 9)

اور عمامہ کے نیچے اس لیے رکھا کرتے تھے، تاکہ تیل کی وجہ سے پگڑی یا عمامہ خراب نہ ہو، اور یہ کپڑا بکثرت استعمال کی وجہ سے ہمیشہ چکنا رہتا تھا۔ لیکن نبی علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کپڑا میلا بھی نہیں ہوتا تھا اور اُن کے کپڑوں میں کبھی جوں بھی نہیں پڑتی تھی اور کوئی برائی اور عیب بھی نہیں آتا تھا، یہ نبی علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ (خصائل صفحہ 100)

پگڑی اور ٹوپی کے اوپر رومال ڈالنا:

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوپی اور پگڑی کے اوپر رومال ڈال لیا کرتے تھے دھوپ سے بچاؤ کے لیے۔ اور حدیثِ ہجرت میں بھی یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوپہر کو تشریف لائے تو سر کو کپڑے کے ساتھ ڈھانپے ہوئے تھے۔

(زادالمعاد جلد 1 صفحہ 52)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مٹیالے رنگ کا کپڑا تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ چادر کے ایک کونے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر ڈال لیا کرتے تھے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 864)

بہرحال ایک اضافی کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتا تھا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف طریقوں سے استعمال کرلیا کرتے تھے، تو ایسے کپڑے کو گرمی اور دھوپ سے بچاؤ کے لیے سر پر ڈال لینا بھی نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 864)

شلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خریدنا:

اب اس کے بعد ہم بات کرتے ہیں پاجامہ یا شلوار کی۔ اس کے بارے

میں حدیث میں جو بات ملتی ہے توجہ سے ان باتوں کو سمجھیے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دن بازار گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کپڑا فروش کے پاس گئے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار درہم میں ایک شلوار (پاجامہ) خریدا۔ بازار والوں کے پاس ایک ترازو تھا جس سے وہ سامان وغیرہ وزن کیا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کو کہا کہ دیکھو! ذرا جھکتا تولا کرو۔ تولنے والے نے کہا کہ یہ ایسا کلام ہے کہ میں نے کسی سے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے کہا کہ تو کیا کہہ رہا ہے، تیرا دین اور دنیا سب برباد ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ تیرے پیغمبر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس نے ترازو کو چھوڑ دیا اور فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی طرف بوسہ دینے کے لیے جھپٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ یہ عجمی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ ارے! میں تو تمہاری ہی طرح کا آدمی ہوں، ہاں! تم جھکا کر تولا کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاجامہ لے لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آگے بڑھا کہ میں اُٹھا لوں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبِ سامان اس کے اُٹھانے کا زیادہ حقدار ہے ہاں! اگر کمزور ہو، ضعیف ہو تو مسلمان کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا (چونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لنگی باندھتے تھے) کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاجامہ پہنتے ہیں؟ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاجامہ خریدا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات میں بھی، دن میں بھی، سفر میں بھی، حضر میں بھی مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ آقا علیہ السلام نے کیا فرمایا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں دن میں بھی، رات میں بھی، سفر میں بھی، حضر میں بھی ہر حال میں ستر کو چھپاؤں اور شلوار سے

زیادہ میں کسی چیز کو بہتر نہیں سمجھتا کہ ستر کو چھپانے والی ہو۔

(طبرانی مجمع الزوائد جلد 5 صفحہ 125، آداب بیہقی صفحہ 256)

لنگی میں احتیاط بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے اب میرے اور آپ کے لیے تو اتباعِ سنت کی وجہ سے اگر لنگی پہن لی جائے تو اچھی بات ہے ثواب ملے گا جو بہت بڑی بات ہے، لیکن عام حالات میں ہم لوگوں کے لیے مشکل ہے کہ ہم اتنی احتیاط نہیں کر پائیں گے تو ہمارے لیے شلوار ہی مسنون رہے گی۔

حدیث سے نکلنے والے مسائل:

اب اس حدیثِ مبارک کے اوپر ذرا غور کیجیے! ایک تو واقعہ آپ کی نگاہ سے گزر گیا لیکن جو فقہاء ہوتے ہیں وہ ان سے مسائل نکالا کرتے ہیں۔ اب فقہاء نے اس کے اندر سے کئی مسائل نکالے ہیں۔

پہلی بات:

بازار میں جا کر خرید و فروخت کرنا ناجائز نہیں ہے بلکہ سنت ہے کہ مرد اپنی ضرورت کی چیز لینے جائے، لیکن عورتوں کا بے پردہ جانا بہرحال بہت بڑا گناہ ہے۔

''ہم ابھی آتے ہیں'' جھوٹ ہے:

ایک بات یاد آ گئی کہ عام طور پر ایک جھوٹ بہت زیادہ (Common) ہے۔ کسی بھی دوکان پر کوئی مرد کسٹمر آئے یا عورت کسٹمر آئے ایک چیز دیکھی پوچھی اور پھر لینی نہیں ہے تو سب ایک جملہ کہتے ہوئے جاتے ہیں ''ہم ابھی آتے ہیں''۔ حالانکہ آنا نہیں ہوتا، لیکن کہتے ہوئے یہ جائیں گے کہ ہم ابھی آتے ہیں۔ دوکاندار کو بھی پتا ہے کہ

یہ جو اس نے کہا ہے کہ ہم ابھی آتے ہیں، اس نے آنا کوئی نہیں۔ پتا دونوں کو ہے، اندازہ دونوں کو ہے لیکن جھوٹ، جھوٹ ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے اس بچنا ضروری ہے۔ بہر حال بازار میں جانا اپنی ضرورت کی چیزیں لینے مسنون طریقے سے تو گناہ نہیں ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام تو جایا کرتے تھے اور کفار کو یہی تو اشکال ہوتا تھا کہ قرآن کے اندر بھی آتا ہے کہ کیسے رسول ہیں جو سامان لینے بازار جاتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسری بات:

فرمایا کہ جھکتا تولنا بہتر ہے اور باعثِ برکت ہے۔ اب جتنے لوگ کاروبار کرتے ہیں اگر یہ تھوڑا سا جھکتا تول لیں تو ان کے یہاں برکت ہی برکت ہو جائے گی۔ جو ڈنڈیاں مارتے ہیں وزن میں اور دوسری چیزوں میں تو اللہ تعالیٰ برکت کو اُٹھا لیتے ہیں۔

تیسری بات:

ہاتھ کو بوسہ دینا، یہ پسندیدہ چیز نہیں فرمائی گئی، ہاں اگر کوئی فرط محبت میں کر لے جذبات میں آکر تو اور بات ہے لیکن عام طور سے اس کو منع فرمایا گیا۔

چوتھی بات:

اگر کوئی دست بوسی کرنا چاہے، چومنا چاہے تو ہاتھ کو پیش کر کے عملاً ترغیب نہ دے۔ اس بڑے کو چاہیے اگر وہ کوئی شیخ ہے، کوئی عالم ہے تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر لے اس میں اُس کے لیے تواضع ہے۔

پانچویں بات:

چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں کی خدمت کے لیے خود پیش قدمی کریں، نہ کہ ان کے حکم کا

انتظار کریں۔

چھٹی بات:

بڑوں کو چاہیے کہ حتی الامکان اپنا کام خود کریں۔

ساتویں بات:

سامان والے کو اپنا بوجھ خود اُٹھانا چاہیے۔

آٹھویں بات:

کہ کمزور کی مدد کرنی چاہیے۔

نویں بات:

بڑوں سے علمی سوال کرنے میں جھجکنا نہیں چاہیے اور نبی کریم ﷺ کا عام طور پر تہبند، لنگی کا معمول تھا اور انہوں نے خرید لی شلوار، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھ لیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے شلوار کیوں خریدی؟ تو علمی سوال پوچھنے میں علم کے حصول کے لیے، ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے، اچھے طریقے سے پوچھنے میں جھجکنا نہیں چاہیے۔

دسویں بات:

حسبِ موقع نصیحت سے گریز نہیں کرنا چاہیے جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال پوچھا تو نبی کریم ﷺ اگر صاف اتنا فرما دیتے کہ بھئی! پہننے کے لیے لی ہے تو بات تو یہی تھی اور ٹھیک تھی لیکن بات کو تفصیل سے سمجھایا کہ مجھے اللہ نے دن میں، رات میں، سفر

میں، حضر میں ستر کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے اور یہ تہبند سے زیادہ ستر چھپانے والی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاجامہ خریدنا:

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ہم منیٰ میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم سے پاجامہ خریدا۔ (آداب بیہقی صفحہ 357)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاجامہ پہنا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے پاجامہ پہنتے تھے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جس دن شہید کیے گئے اس دن پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ گو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہننا ثابت نہ بھی ہو مگر پہننے کے ارادہ سے خریدنا تو ثابت ہے۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 151)

اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پاجامہ تھا حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔

انبیاء علیہم السلام کا پاجامہ پہننا:

پاجامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور شلوار پہننا انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت رہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے پاجامہ پہنا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اور آگے فرمایا کہ اس ہی پاجامہ یا شلوار کی برکت سے قیامت کے دن انہیں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری جلد 21 صفحہ 306)

کتنی خوب صورت بات ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت بھی ہے اور نبی علیہ السلام نے خریدا بھی اور پسند بھی فرمایا اور اس کی تعریف بھی فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی پہنتے تھے۔ اور قرآن مجید کو دیکھیے!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ (النسآء:125)

نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کیجیے! ملّتِ ابراہیمی کی اتباع کیجیے تو ہمیں بھی حکم دیا گیا تو حکم ربی بھی موجود ہے پاجامہ کے بارے میں، لہٰذا پاجامہ خلافِ سنت نہیں ہے۔ اور یہ منیٰ کے میدان میں خریدنا تو صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب انسان خریدتا ہے تو پہننے کے لیے ہی خریدتا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شلوار پہننا مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد 21 صفحہ 306)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پاجامہ پہننا:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی پاجامہ پہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے شرفِ گفتگو سے نوازا گیا، یعنی جس دن اللہ سے ہم کلامی ہوئی اس دن وہ صوف کی چادر اور صوف کی ٹوپی اور صوف کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور جو وہ جوتا پہنے ہوئے تھے وہ دباغت شدہ (یعنی ایسی کھال جسے پاک کیا گیا ہو۔) کھال سے بنا ہوا تھا۔ (عمدۃ جلد 2 صفحہ 307)

عورتوں کے لیے تنگ لباس کی ممانعت:

کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پاجامہ یعنی شلوار پہنو، یہ تمہارے لباس میں سب سے زیادہ ستر کے لائق ہے اور عورتوں کو بھی پہناؤ جب وہ باہر نکلیں۔ (کنز العمال جلد 19 صفحہ 217)

یعنی انہیں ٹراؤزر نہ پہناؤ۔ ایسی تنگ شلوار نہ پہناؤ جس کو پہن کے یہ نہ پتا چلے کہ سی کے پہنا ہے یا پہن کے سیا ہے۔ اتنی تنگ شلوار شریعت کے اندر اس کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، ہمیں حیا اور پاکدامنی کی توفیق عطا فرمائے۔ تو روایت میں ہے کہ پاجامہ پہنو، یہ تمہارے لباس میں سب سے زیادہ ستر کے لائق ہے، عورتوں کو بھی پہناؤ۔ اور ستر کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ لنگی میں ذرا سی بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے، بیٹھنے، لیٹنے میں بے ستری کا اندیشہ رہتا ہے، خصوصاً رات کو سونے میں تو زیادہ مسئلہ ہوتا ہے اس لیے پاجامہ ہی ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ آج کل ہمارے دور میں ان حالات میں تو شلوار ہی ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاجامے کا ہدیہ:

ایک مرتبہ نجاشی بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاجامہ ہدیہ کیا۔ بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ شاہِ حبشہ نجاشی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قمیص، پاجامہ، موزہ اور چادر ہدیہ میں بھیجے تھے۔ (ابن حبان، جمع الوسائل صفحہ 127)

شرعی مسئلہ:

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جس وقت یہ ہدیہ بھیجا گیا تھا، نجاشی نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کا ہدیہ لینا اور استعمال کرنا بھی جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ خلافِ شرع کوئی چیز نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ لباس کا بیان ان شاء اللہ آگے چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور وہ لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پسندیدہ لباس تھا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے صاحبزادے کا لباس:

پچھلی بار بھی عرض کیا اس بار بھی عرض کرتا ہوں کہ ترکی کے اندر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لباس اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کا لباس وہاں آج بھی (Display) ڈسپلے کیا ہوا ہے۔ الحمد للہ! بہت کھلا اور اس کے اندر بے ستری کا کوئی امکان ہی نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ ہمیں اُن ہی جیسے لباس کو پہننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اللہ کے مقبول بندوں کا لباس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ) (الاعراف:26)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

بہترین لباس:

لباس کے بارے میں بات چل رہی تھی، تو لباس اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسمان سے نازل کیا تاکہ ہم اس سے زینت حاصل کریں۔ اور بہترین لباس حیا اور پاکدامنی

اور تقویٰ کا لباس ہے۔

اللہ کی رضا و ناراضگی جاننے کا آسان طریقہ:

کل مجھے کسی کا فون آیا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔ پہلے ذکر میں مزہ آتا تھا، اب اللہ کو یاد کرنے میں مزہ نہیں آتا اور اب بیماریاں بھی ہو گئی ہیں۔ یعنی لوگ ادھر اُدھر کی باتوں کو اللہ کے قرب اور دوری کا ذریعہ سمجھتے ہیں، مگر اس عاجز کے نزدیک جو اس نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی رضا کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی زندگی کتنی سنت کے مطابق ہے۔ اگر ہماری زندگی سنت کے مطابق گزر رہی ہے تو اللہ راضی ہیں اور اگر ہماری زندگی سنت کے خلاف گزر رہی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ناراض ہیں۔ کیونکہ حضورِ پاک ﷺ کی اتباع کی توفیق اللہ اسی کو دیں گے جس سے اللہ راضی ہوں۔

نبی ﷺ کا ایک معجزہ:

ایک گدھے کی بات یاد آگئی کہ نبی علیہ السلام کے پاس دو گدھے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یعفور تھا۔ اس گدھے کا قصہ بھی بہت عجیب ہے کہ جب آقا ﷺ خیبر تشریف لے گئے اور مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو گھوڑے، گدھے اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو بھی تقسیم فرما رہے تھے، کہ ایک گدھا از خود آگے بڑھا اور آقا ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ آخری رسول ﷺ ہیں اور میں اپنی نسل کا آخری گدھا ہوں۔ اور میری اوپر والی نسلوں پر انبیاءِ کرام علیہم السلام نے سواری کی ہے۔ آپ ﷺ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ ﷺ مجھے اپنے لیے قبول فرمالیں۔ اس گدھے کی بات پر

آ قا ﷺ نے اس کو اپنی سواری کے لیے قبول فرما لیا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے۔ اللہ کی شان! کہ اس گدھے سے نبی علیہ السلام کا ایسا تعلق تھا۔ اور وہ گدھا اتنا سمجھدار تھا کہ نبی علیہ السلام نے کبھی کسی کو بلانا ہوتا، مثال کے طور پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بلانا ہوتا، یا عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کو بلانا ہوتا اور کوئی انسان سامنے نہ ہوتا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود نہ ہوتے تو نبی علیہ السلام اس گدھے کو فرما دیتے کہ جاؤ! فلاں کو بلا کے لے آؤ۔ تو وہ گدھا دوڑتا ہوا جاتا اور جس کو بلایا ہوتا، وہاں جا کر اپنا سر مارتا یا مختلف طریقوں سے دروازہ کھٹکھٹاتا، وہ صحابی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے اور نبی علیہ السلام کے گدھے کو دیکھتے تو فوراً آقا ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاتے کہ آقا کی طرف سے پیغام آیا ہے۔ اس گدھے کو نبی علیہ السلام سے ایسی محبت تھی جو بیان سے باہر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

جس دن نبی پاک ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تھے، تو گدھے کو بھی پتا چل گیا کہ نبی علیہ السلام اب دنیا میں نہیں رہے۔ تو وہ گدھا چیخنے، چلانے لگا۔ مدینہ کی گلیوں میں بے چین دوڑنے لگا۔ وہ گدھا چیختا رہا، چیختا رہا اور دوڑتے ہوئے کنویں کے اندر گر گیا یا چھلانگ لگا دی۔ کنویں کے اندر پانی تھا، جس میں وہ گدھا ڈوب کر مر گیا۔

اب ایک گدھے کو نبی علیہ السلام سے اتنی محبت اور اتنا تعلق ہو، ہم تو پھر انسان ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ ہمیں تو بدرجہ اولیٰ نبی علیہ السلام سے اور ان کی سنتوں سے محبت ہونی چاہیے۔

تو لباس کے بارے میں ہم تشبہ تک پہنچے تھے کہ لباس کی شبیہ کیسی ہونی چاہیے۔

مشابہت کا مفہوم:

تشبہ کسے کہتے ہیں؟ اپنی ہیئت اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت کو اختیار کیا جائے۔ کافروں کی معاشرت، ان کا لباس اور ان کا طرز زندگی اختیار کرنا اصل

میں یہ ان کی برتری کو تسلیم کرنا ہے۔

اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دعویٰ ایمان کا، اللہ اور اس کے نبی ﷺ سے محبت کا، اور لباس کافروں کا۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دور بینی:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر بڑی دور تک جاتی تھی، بہت گہری تھی۔ جب ان کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ بہت پھیل گئی، تو ان کو خطرہ ہوا کہ عجمی لوگ (جو کہ غیر عربی ہیں) ان لوگوں کے ساتھ میل جول ہوگا، تو ان لوگوں کا رہن سہن اور ہے اور نبی علیہ السلام کا اور ہے۔ تو اس کے متعلق انہوں نے کفار کو الگ نصیحتیں فرمائی اور ایمان والوں کے لیے الگ حکم جاری فرمایا۔ مسلمانوں کو یہ تاکید کی کہ تم غیروں کی مشابہت ہرگز اختیار نہ کرنا۔ اور دوسری طرف غیروں کو کہا کہ وہ اپنے طور طریقے پر ہی رہیں وہ اسلام والوں کی وضع وقطع اختیار نہ کریں۔

ہمیں کیسا لباس اختیار کرنا چاہیے؟

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فارس (ایران) میں مسلمانوں کو حکم بھیجا کہ وہ مشرکین اور کافروں کے لباس سے دور رہیں۔ اور الفاظ یوں ادا فرمائے۔ امابعد!

”اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو۔ جوتے پہنو۔ اور اپنے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو۔ عجمیوں کے لباس یعنی غیروں کے لباس، ان کے وضع قطع اور ان کے طرز سے دور رہو۔ موٹے کھردرے اور پرانے کپڑے استعمال کرو

یعنی عاجزی اختیار کرو۔ تو اس طرح کے فرمان انہوں نے دونوں طرف بھیجے، تو معلوم یہ ہوا کہ ہمیں وہی لباس اختیار کرنا ہے جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ہے۔

(شمائل کبریٰ جلد اول صفحہ 198)

پاجامے کا بیان:

پاجامہ پہننا سنت ہے۔ اگر عورتیں پہنیں تو نبی علیہ السلام کی طرف سے وہ دعائے رحمت میں شامل ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارش کے دنوں میں بقیع غرقد (جنت البقیع) کے مقام پر موجود تھا۔ نبی علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں گدھے پر سوار ایک عورت گزری، جس کے اوپر کچھ بوجھ بھی تھا۔ جب وہ نشیبی جگہ پر پہنچی تو بارش کی وجہ سے وہاں پھسلن تھی، لہذا وہ عورت گر گئی، جب وہ گری تو آپ علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا کہ کہیں بے پردہ نہ ہو گئی ہو۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ عورت پاجامہ پہنے ہوئے ہے (کیونکہ اس زمانہ کی بعض عورتیں لنگی بھی پہن لیا کرتیں تھیں) تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''یا اللہ میری امت کی ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں بخش دیں۔ (مغفرت فرما) پھر فرمایا: اے لوگو! شلوار (پاجامہ) کا زیادہ استعمال کرو۔ یہ تمہارے کپڑوں میں زیادہ پردہ کی چیز ہے، اور اپنی عورتوں کو جب وہ باہر نکلا کریں، تو ان کو پاجامہ پہننے کی ترغیب دو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے تین مرتبہ رحمت کی دعا فرمائی۔

(بزار، آداب بیہقی صفحہ 378، مجمع کنز)

ممنوع لباس:

اب جو عورتیں پتلون پہن لیں تو اس کو علما نے منع فرمایا ہے یا اور کوئی آڑھا ترچھا پاجامہ پہن لیں تو (جن کی عقلیں آڑھی ہوتی ہیں، وہ پاجامہ بھی آڑھا پہنتی ہیں) اس کی بھی شریعت کے اندر کوئی گنجائش نہیں۔ ایسا سادہ پاجامہ پہننا چاہیے جو باریک بھی نہ ہو، اور انسان کے پردے کے کام بھی آئے۔ تو اس کے پہننے والے کے لیے نبی علیہ السلام کی دعائے رحمت ہے۔ اب جو خواتین ٹراؤزر پہن لیتی ہیں یا کچھ اور غیر شرعی چیزیں پہن لیتی ہیں، جو فیشن کے مطابق تو ہوں، مگر سادگی سے دور ہوں تو وہ خواتین بھی نبی علیہ السلام کی دعاؤں سے دور ہو جاتی ہیں۔ تو اب نبی علیہ السلام نے جس کی ترغیب بھی دی ہو کہ اس میں ستر پوشی بھی ہے اور رحمت بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ماحول بھی ایسا ہو جہاں نبی علیہ السلام کی سنتیں مٹ رہی ہوں، تو اب کوئی سنت کی وجہ سے پاجامہ پہنے گی، تو سو شہیدوں کے ثواب کی حقدار ہو گی۔ اور یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

عورتوں کا مسنون لباس کیا ہے؟

عورتوں کے مسنون لباس کے متعلق علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ ان کا لباس موٹا ہو، جس سے ان کا بدن، ان کا رنگ ظاہر نہ ہو، بال بھی نظر نہ آئیں اور ڈھیلا ڈھالا ہو چست بھی نہ ہو کہ بدن کے جو ابھار ہیں وہ بھی ظاہر ہو رہے ہوں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت بھی نہ ہو، غیروں کے لباس کے مطابق بھی نہ ہو۔ ''تشبہ بالکفار'' سخت منع ہے۔

اور آج ہماری خواتین ٹی وی دیکھ کر بازار جاتی ہیں کہ فلاں فلم میں فلاں ایکٹریس (فاحشہ عورت) نے جو لباس بنایا تھا، میرے لیے بھی ویسا ہی لباس ہونا چاہیے۔ یہ بات نبی علیہ السلام سے کتنی دوری کی بات ہے۔

باریک لباس کا حکم:

اور باریک لباس کے بارے امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو انہوں نے باریک لباس پہنا ہوا تھا۔تو نبی علیہ السلام نے بے رخی برتی۔(آنے والے کا تو اکرام کیا جاتا ہے مگر نبی علیہ السلام نے بے رُخی برتی)۔ اور فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے، تو اس کا جسم ایسا نہ ہو کہ وہ نظر آئے۔تو اس سے پتا چلا کہ بالغ عورتوں کے لیے باریک لباس پہننا حرام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باریک لباس بارے حکم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک لباس کا جوڑا آیا اور ساتھ میں شامی کپڑا بھی تھا۔ جوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دے دیا۔اور شامی کپڑا جو کہ بہت (باریک تھا) وہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔جب میں جوڑے میں ملبوس ہو کر گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ سے پوچھا اے اسامہ! آپ بتائیں کہ آپ نے اس کپڑے کا کیا کیا؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو پہنا دیا۔تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ اس کے نیچے کوئی موٹا کپڑا لگالے، تا کہ اس کا حجم وہیئت، وضع، قطع جسم کے اعضا ظاہر نہ ہوں۔ (مسند احمد، مجمع جلد 5 صفحہ 264)

تو اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کوئی باریک کپڑا ہو، تو نیچے استر لگانا ضروری ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا باریک دوپٹہ پھاڑ دینا:

آج کل دوپٹہ تو ان خواتین کو منوں بھاری محسوس ہوتا ہے۔حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی

والدہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔تو انہوں نے باریک دوپٹہ پہنا ہوا تھا۔ (جائزہ لیجیے! یہاں عورت، عورت کے پاس آئی ہے۔ یہاں (Mix Gadthring) اور کوایجوکیشن (CoEducation) کی بات نہیں ہورہی، بلکہ ایک عورت، عورت کے پاس آئی ہے۔ وہ عورت تھی بھی صحابیہ رضی اللہ عنہا اور آئیں بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے دوپٹہ لیا اور اس کو پھاڑ ڈالا۔انہیں گاڑھا اور دبیز کپڑا پہنا دیا۔

(مؤطاامام مالک، مشکوٰۃ صفحہ 377)

باریک کپڑے میں احتیاط:

حضرت دحیہ قلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قبطی کپڑا آیا (جو باریک بھی تھا اور سفید بھی تھا) تو نبی علیہ السلام نے یہ کپڑا مجھے دے دیا اور فرمایا: اس کے دو ٹکڑے کرلو ایک کی اپنی قمیض بنالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو تاکہ وہ اس کا دوپٹہ بنالے جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ اس ہدیہ کو لے کر جانے لگے، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے دحیہ! اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے دوسرا کپڑا لگالے تاکہ بدن نظر نہ آئے۔

(مشکوٰۃ صفحہ 376)

تو نبی علیہ السلام کی سنت اور طریقہ تو یہ ہے۔

مہاجر صحابیات رضی اللہ عنہن کے دوپٹے:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالکل ابتداء کی مہاجرین عورتوں کے بارے میں فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (النور:31)

تو ان عورتوں نے اپنی موٹی چادروں کو کاٹ کاٹ کر دوپٹے بنا لیے۔

(بخاری جلد 2 صفحہ 700)

پہلے عرب کے اندر عام باریک دوپٹہ بھی استعمال ہو جایا کرتا تھا مگر حکم ربی آ گیا تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ ڈالا اور اپنے دوپٹوں کو موٹا کر لیا۔ ذرا سی بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا جو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ نے حکم دیا اس کو فوراً پورا کر دیا۔

زمانہ جاہلیت اور آج کے فیشن:

ایّامِ جاہلیت میں صرف سر پر دوپٹہ ہوا کرتا تھا۔ سامنے کی گردن اور سینہ وغیرہ ڈھکا نہیں ہوتا تھا۔ مگر اللہ کا حکم آتے ہی صحابیات رضی اللہ عنہن نے پورے جسم کو بڑی چادر سے ڈھکنا شروع کر دیا۔ آج نت نئے فیشن اپنانا اور اہل یورپ کی اندھا دھند تقلید کرتے ہوئے اپنے جسم کو ظاہر کرنا تہذیب بن گیا ہے۔ مگر افسوس نبی علیہ السلام کا طریقہ یہ نہیں ہے۔ آج ہم اللہ رب العزت کی نظر سے کیوں گر گئے ہیں؟ اس لیے کہ ہم نے نبی علیہ السلام کی سنتوں کو اپنی نظر سے گرا دیا ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت کے نزدیک سنتوں کی بڑی قیمت ہے۔

سنت کی اہمیت بارے عمدہ مثال:

اب چونکہ لباس کی بات چل رہی ہے تو لباس کے متعلق اللہ ایک بات دل میں ڈال رہے ہیں کہ اگر ہم کوئی کپڑا پہنیں اور اس کپڑے کا کوئی ایک دھاگہ نکل جائے تو ہم لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتے۔ ایک دھاگے کے نکلنے سے کپڑے کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ تو میرے بھائیو! کیا آقا ﷺ کی سنت کی قیمت ایک دھاگے سے بھی کم ہے؟ نہیں نہیں! بلکہ اللہ کے دربار میں سنت کی بہت بڑی قیمت ہے۔ جس انسان کی زندگی سے ایک سنت نکل گئی اس کا درجہ اللہ کی نظر سے گرتا چلا جاتا ہے۔ جتنی سنتیں نکلتی

چلی جائیں گی۔ تو یوں سمجھیں گو یا قمیض سے دھاگے نکلتے جا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک قیمت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

جہنمی لوگوں کے دو گروہ:

باریک لباس والوں کے لیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دوزخی لوگوں کے دو گروہ میری امت میں ظاہر ہوں گے جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا (بعد میں ظاہر ہوں گے)۔ ان میں ایک جماعت تو ایسی ہوگی کہ جن کے پاس بیلوں کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جس سے وہ لوگوں کو ظلماً ماریں گے اور دوسری جماعت ان عورتوں کی ہوگی جو (ظاہر میں تو) کپڑے پہنتی ہوں گی مگر اصل میں ننگی ہوں گی۔ مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گیں، ان کے سر اونٹ کے کوہانوں کی طرح اونچے ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوسکیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو تو پانچ سو میل دور کی مسافت سے آرہی ہوگی۔ (مشکوۃ، مسلم صفحہ 205)

یعنی باریک کپڑا پہننے والی عورتوں کے بارے میں بتایا کہ جنت میں داخلہ تو بڑی دور کی بات ہے، یہ تو جنت کے قریب بھی نہیں ہوسکیں گی۔ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔

حدیث کی وضاحت:

اس حدیث میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

1. وہ کپڑا اتنا باریک ہوگا کہ جسم نظر آرہا ہوگا۔

2 وہ کپڑا اتنا ٹائٹ اور چست ہوگا کہ جسم کے ابھار نظر آ رہے ہوں گے۔

اسی طرح فراک، جانگیہ، آڑا پاجامہ، ساڑھی اور اس طرح کی تمام چیزیں جو نبی علیہ السلام کے طریقے کے خلاف ہوں وہ اس میں شامل ہیں۔

تو مائل کرنے والی ہوں گی اور مائل ہونے والی ہوں گی۔

اس کا مطلب ہے کہ عورتیں فیشن کر کر کے، اپنے آپ کو اس نیت اور ارادے سے تیار کریں گی کہ لوگ ہمیں دیکھیں اور خوش ہوں۔ اور خود بھی مائل ہوں گی، یعنی خود زنا کریں گی اور زنا کی دعوت دیں گی۔ اور ان کے سر اُونٹ کی کوہانوں کی طرح اونچے ہوں گے۔ یعنی فیشن کے طور پر بال اونچے اونچے بنائے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں یہ عورتیں سر ہلا ہلا کر فیشن سے مٹکتے ہوئے کیٹ واک (Catwalk) کریں گی۔ اور یہ ساری باتیں جس وقت نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمائیں اس وقت یہ فتنے ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ مگر میں اور آپ اس زمانے میں ان فتنوں کو ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

ناجائز زیب وزینت:

آج جس فیشن پر ناز ہو رہا ہے وہ تو ہماری ماؤں بہنوں کو جہنم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ان عورتوں کا پیٹ بھی کھلا، پیٹھ بھی کھلی، پنڈلیاں بھی اور ایسی عریانی سے مردوں کو لبھایا جا رہا ہے گویا زنا کی دعوت دی جا رہی ہے۔ ان عورتوں کو اس وقت معلوم ہوگا جب دنیا سے جانا ہوگا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم چند دنوں کی زندگی کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم مول لے رہے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سے بچا کے رکھیں۔ گھر کے اندر رہتے ہوئے شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کرنے کی اسلام میں اجازت ہے۔ مگر نامحرم

کے لیے تیار ہونے کی شریعت کوئی اجازت نہیں دیتی۔

ریشمی لباس:

ریشمی لباس کے متعلق بھی احادیث میں تفصیلات آئی ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ریشمی لباس نہ پہننا جو اس کو دنیا میں پہنے گا وہ آخرت کے ریشمی لباس سے محروم ہو جائے گا۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 201)

جنت میں مردوں کو سبز ریشمی لباس پہنائے جائیں گے مگر ان مردوں کو جنہوں نے دنیا میں سادہ لباس پہنے ہوں گے۔ اللہ ان کو یہ لباس عطا فرمائیں گے۔

مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیے ہوئے ہیں اور بائیں ہاتھ میں سونا لیے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد، نسائی، ترغیب جلد 3 صفحہ 96)

ہلاکت و بربادی کے پانچ اسباب:

اس حدیث پاک کو بہت غور سے پڑھیں گے تو بہت فائدہ ہوگا اور پھر موجودہ حالات کے تناظر میں بھی دیکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی (یعنی اُن کا ارتکاب کرنے لگے گی) تو ہلاکت اور بربادی ان کا مقدر بن جائے گی۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔

1. جب لوگ ایک دوسرے پر لعنت کیا کریں گے۔

آج شوہر کو دیکھو وہ بیوی پہ لعنت کر رہا ہے۔ اور بیوی کو دیکھو تو وہ شوہر پر لعنت کر رہی ہے۔ بھائی بھائی پر لعنت کر رہا ہے۔ رشتے دار اپنے رشتے دار پر لعنت کر رہا ہے یعنی لعنت عام ہو رہی ہے۔ تو نبی علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جب یہ عمل ہوگا، تو تباہی مقدر بن جائے گی۔

2. جب شراب عام ہو جائے گی۔

میں آپ کو ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ ایک نوجوان آیا اور توبہ تائب ہوا تو کہنے لگا: میں ایک جگہ جاب Job کرتا ہوں تو وہاں 35 قسم کے مختلف ناموں سے الکوحل والی چیزیں دستیاب ہیں۔ وہاں نوجوان آتے ہیں اور شراب لے کر جاتے ہیں۔ وہاں واضح طور پر شراب کا نام نہیں لکھا ہوا، مگر اندر شراب پائی جاتی ہے۔

3. ریشمی لباس عام ہو جائیں گے۔ (مرد پہنیں گے)

4. گانے والی باندیاں اختیار کی جائیں گی۔

5. مرد اور عورت اپنے آپ کو کافی سمجھنے لگیں گے یعنی مرد اور عورت کے نزدیک شادی کی اہمیت گرتی چلی جائے گی۔

بدقسمتی سے یہ پانچوں چیزیں آج اس امت میں نظر آ رہی ہیں۔ بے حیائی پھیل چکی ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 202)

مکس ریشمی کپڑے کا حکم:

مکس ریشمی لباس وہ ہوتا ہے جس میں ریشم کم ہو اور باقی قسم کا کپڑا زیادہ ہو، تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو استعمال بھی فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ریشمی کپڑے جس میں ریشم کی مقدار زیادہ ہے اس کو نہ پہنو۔ باقی اگر مقدار کم ہو تو جائز ہے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ 377)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف لائے تو انہوں نے ایسی چادر پہنی ہوئی تھی جس کا کنارہ (Border) ریشمی تھا۔ تو جب نبی علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو فرمایا: اللہ جس پر انعام فرمائے (یعنی مال عطا فرمائے) تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر نعمت کا اثر بھی دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ 377)

اب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کا ریشمی لباس استعمال فرماتے تھے جس کا کنارہ (Border) ریشمی سا ہوتا تھا اور باقی چادر سادہ ہوا کرتی تھی۔

لباس کے متعلق چند مسائل:

مردوں کے لیے ناف سے گھٹنوں تک چھپانا ضروری ہے۔ ناف کو بھی چھپانا ہے اور گھٹنا بھی چھپانا ہے۔ اتنا ستر چھپانا ہر مرد پر ضروری ہے۔ اس سے کم کی کوئی گنجائش نہیں۔

سوئمنگ (Swimming) اگر کرنی ہے، تو شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جدہ کے سمندر میں (Swimming) کی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ (Swimming) کی اجازت ہے مگر (Costume) سنت کے مطابق ہو۔ یعنی کپڑے ڈھیلے ہوں ٹائٹ نہ ہوں ناف بھی ڈھکی ہوئی ہو اور گھٹنا بھی ڈھکا ہوا ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی بھی کھیل ہو شریعت کھیلنے کی اجازت دیتی ہے مگر شرط ہے کہ نماز قضا نہ ہو اور شریعت کا کوئی حکم نہ ٹوٹے۔

2 لباس کی اتنی مقدار پہننا جس سے انسان اپنے آپ کو موسم کی سختیوں (سردی

گرمی سے بچا سکے) اتنا لباس پہننا بھی واجب ہے۔

3 اگر لباس کو انسان اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنے اور اپنے رب کی دی ہوئی نعمت کا اظہار کرنے لیے پہنے تو یہ لباس پہننا عبادت ہو جائے گا۔

4 اگر کسی نے لباس اپنی بڑائی اور فخر جتانے کے لیے پہنا، کہ میں تو فلاں برینڈ کا سوٹ پہنتا ہوں۔مثال کے طور پر میں (Chairman) کا لٹھا پہنتا ہوں اور یہ اس لیے بتائے کہ اس سے میری بڑائی ظاہر ہو یہ تو لباس پہننا بھی گناہ میں شمار ہو جائے گا۔

5 اس کے علاوہ بندے کا اتنا کم تر لباس پہننا کہ گنجائش اچھے کی ہو مگر انسان کم تر، پھٹا پرانا لباس پہنے تو شریعت میں اس کو بھی منع کیا گیا ہے۔

6 اگر تواضع کے لیے سادہ لباس پہنا تو یہ اچھی ہے۔یعنی بندہ خوشحال ہو، اچھے لباس پہننے پر قدرت رکھتا ہو مگر پھر بھی سادہ لباس پہنے تو اس بات کو پسند کیا گیا۔

7 اسی طرح پینٹ، ہاف نیکر، جانگیہ اور ہر وہ چیز جو مردوں کے گھٹنوں کو ننگا کر دے، مرد کے لیے اس کے استعمال کو ناجائز قرار دے دیا گیا۔

8 ٹائی کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ عیسائیوں کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کی یادگار کے طور پر لگائی جاتی ہے اس لیے اس کا استعمال علماء نے منع فرمایا ہے۔

9 مردوں کے لیے ٹخنے کا ننگا ہونا ہر حال ہر وقت میں ضروری ہے۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک اس شخص کو قیامت کے دن محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے جس نے ٹخنے تکبر کی وجہ سے ڈھکے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ 373)

10 عورتوں کے لیے ساڑھی لہنگا پہننا جو کہ غیروں کا لباس ہو اور بے پردگی کا باعث ہے اس کا پہننا جائز نہیں ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ ہر وہ لباس جس سے کوئی کفار

کی مشابہت ہو اور دل میں خواہش ہو کہ میں ان جیسا نظر آؤں، تو یہ نیت اس لباس کو حرام تک لے جائے گی۔ ہاں وہ لباس جس میں نیت تو یہ نہیں ہے کہ میں کفار جیسا نظر آؤں مگر ان کی طرح کا لباس ہے، تو یہ لباس پہننا حرام نہیں ہے مگر بہتر یہی ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرح کا لباس پہنا جائے۔

11 ایسے کلر پرنٹ، ڈیزائن وغیرہ جو عورتوں کے لیے معروف سمجھے جاتے ہوں، تو اس طرح کا لباس چیزیں مردوں کے لیے پہننا منع اور گناہ ہے۔

12 اسی طرح جو چیزیں مردوں کے لباس کے طور پر معروف ہیں، ان کا عورتوں کو پہننا منع ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ایک خاتون امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزری جو جوتیاں مردوں جیسی پہنتی تھی تو امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں والا سامان استعمال کرتی ہے۔ (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 383)

عورت ہو تو مکمل عورت کے لباس میں ہو اور مرد ہو تو مکمل مرد کے لباس میں ہو۔

13 عورت کی قمیض کا آگے یا پیچھے سے اتنا کھلا گلا ہونا کہ جسم نظر آئے تو اس سے بھی منع کیا گیا۔

14 جمعے والے دن، عیدین اہم تقریبات یا دعوت کے موقعہ پر عمدہ لباس پہننا مسنون ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 203)

نیا کپڑا پہننے کی دعا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانپ لوں، اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کروں''۔

پھر انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا کہ جو نیا کپڑا پہنتے وقت یہ دعا کرلے اور پرانا کپڑا صدقہ کردے، تو وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ (خواہ وہ زندہ رہے یا انتقال کرجائے)۔ (مشکوۃ صفحہ 377)

یعنی اگر انسان نیا کپڑا پہن کر اللہ کا شکر ادا کرے اور پرانا صدقہ کردے، تو وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

لباس پہنانے پر عظیم ثواب:

کسی کو کپڑا پہنانا بڑا عظیم ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس مسلمان نے دوسرے مسلمان کو کپڑا پہنایا، تو پہنانے والا اس وقت تک اللہ کی حفاظت میں رہے، گا جب تک دوسرے بندے کے پاس اس لباس کا چیتھڑا بھی باقی رہے۔

(ترغیب جلد 3 صفحہ 117، شعب الایمان صفحہ 172)

جنتی نعمتوں کا حقدار:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان ضرورت مند کو کپڑا پہنایا، اللہ رب العزت اس کو جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔ اور جو کسی مسلمان بھوکے کو کھانا کھلائے اللہ پاک اس کو جنت کی خالص شراب پلائیں گے۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 117)

مومن کو خوش کرنے والے تین اعمال:

ایک حدیث میں ایسے تین اعمال بیان کیے گئے ہیں جنہیں بہترین اعمال شمار کیا گیا ہے فرمایا: کسی مومن کو خوش کرنا یہ ہے کہ تم اسے کپڑا پہنا دو یا بھوک کی حالت میں کھانا کھلا دو یا اس کی ضرورت کو پورا کردو۔ یہ افضل الاعمال ہیں۔ (ترغیب جلد 3 صفحہ 117)

نیا کپڑا پہننے کا بہترین وقت:

انسان کو چاہیے کہ جب وہ نیا کپڑا بنائے یا خریدے، تو کوشش کرے کہ اس کی ابتدا جمعے کے دن سے کرے۔ مثال کے طور پر منگل کو سل کر آ گیا تو اس دن نہ پہنے بلکہ دو تین دن انتظار کر کے جمعے والے دن اس کپڑے کو پہنے۔

اگلے پچھلے گناہ معاف:

اس کے علاوہ ایک کام اور کرلے۔ اس سے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا کرلے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے عطا فرمایا''۔

تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

(ترغیب صفحہ 93، ابن سنی 239، حصن حصین)

یہ کتنی چھوٹی دعا ہے مگر دیکھ لیجیے کہ اتنی مختصر دعا اور شکر سے اللہ پاک بندے کے گناہ

معاف کر دیتے ہیں۔ انسان جب کپڑے بدلتا ہے تو کپڑے بدلنے کے لیے اس کو بے لباس ہونا پڑتا ہے تو اس کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ چونکہ جنات اور شیاطین تو ہمارے دشمن ہیں اور دشمن تو اپنے دشمن کی ٹوہ میں لگا ہوتا ہے۔ تو اس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جنات کی آنکھیں اور انسان کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب مسلمان کپڑا اُتارنے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

''اس اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ (ابن سنی صفحہ 240)

اور دوسری روایت میں ہے کہ صرف ''بسم اللہ'' بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ابن سنی صفحہ 240، اذکار صفحہ 18)

تو یہ عمل کرنے سے شیطان اور انسان کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے اور جنات انسان کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ تو یہ سنتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نصیب ہوگی اور سنت پر عمل کرنے کا ہمیں ثواب ملے گا۔

سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید از روئے قرآن:

سنت پر عمل کرنے کے متعلق آپ علیہ السلام کے ارشادات اور آیاتِ قرآنی یہ ہیں۔

پہلی آیت مبارکہ:

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ

(الانفال:20)

''اے ایمان والو! اللہ کی بات مانو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو۔ اور ان سے روگردانی نہ کرو''۔

روگردانی سے مراد ہے، آپ ﷺ کے قول و فعل کے مخالف جانا۔

دوسری آیت مبارکہ:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران:32)

''آپ کہہ دیں کہ خدا کی اور اس کے رسول کی بات مانیں''۔

تیسری آیت مبارکہ:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران:132)

''(اہل ایمان) خدا کی اطاعت کریں اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کریں''۔

چوتھی آیت مبارکہ:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور:54)

''آپ ﷺ ان سے کہیے اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول ﷺ کا ضرر نہیں کیونکہ رسول ﷺ کے ذمہ تو تبلیغ ہی کا کام ہے۔ جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے جس کو تم نہیں بجالائے تو پس تمہارا ہی ضرر ہوگا۔ اگر روگردانی نہ کی بلکہ تم نے ان کی اطاعت کرلی جو عین اطاعت اللہ ہی ہے تو سیدھی راہ پر جالگو گے''۔

یعنی

؎ نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ پاک نے فرمایا کہ

پانچویں آیت مبارکہ:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی پس یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

کیونکہ یہ اس لیے بیان فرمایا کہ نبی علیہ السلام کا ہر قول اور ہر فعل اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

چھٹی آیت مبارکہ:

ایک اور جگہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (النسآء:69)

''جس نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول کی اطاعت کی تو یہ لوگ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کے اوپر اللہ نے انعام فرمایا، انعام والے لوگ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں''۔

اور اللہ خود فرماتے ہیں کہ یہ صحبت کتنی پیاری صحبت ہے۔ کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہ تو خلاصہ کلام ہوا کہ اللہ کے احکام کو پورا کرنا اور نبی علیہ السلام کی مکمل اطاعت کرنے کا انعام یہ ہوگا کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہمیں جمع کر دیں گے جو اللہ کے ہاں مقبول ہیں۔

ساتویں آیت مبارکہ:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ (النسآء:64)

''ہم نے رسول کو بھیجا ہی اس لیے ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے''۔

یعنی رسول ﷺ کی آمد کا مقصد ہے کہ اتباع رسول پر پورا اترا جائے ان کے نقش قدم

پر چلنا امت کے لیے ضروری ہے۔

آٹھویں آیت مبارکہ:

اور جو شخص نبی علیہ السلام کے طریقے پر نہیں چلتا تو قیامت کے دن اس کے حسرت والے الفاظ یہ ہوں گے۔

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ (الاحزاب:66)

''اے کاش! ہم اللہ کی اطاعت کر لیتے اور رسول ﷺ کی بات کو مان لیتے''۔

نویں آیتِ مبارکہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب:71)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ شخص بڑی کامیابی کو پہنچے گا''۔

جب بڑے کسی چیز کو بڑا کہہ دیں تو وہ بہت بڑی ہوتی ہے۔ ایک آدمی جس کی سیلری (Salary) 10000 دس ہزار ہے۔ اس کے لیے 20000 بیس ہزار بڑی رقم ہے۔ ایک آدمی جس کی (Income) 1000000 دس لاکھ ہے، اس کے لیے کروڑ بڑی رقم ہوگی۔ اور یہ پوری کائنات جس کے لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ (النسآء:77)

''آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے''۔

یہ دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ تو جس کو اللہ بڑا کہہ رہے ہیں، بھلا وہ بڑائی کتنی ہوگی؟ اُس کا اندازہ میں اور آپ نہیں کر سکتے کہ وہ کتنی بڑی کامیابی ہے۔ وہ کامیابی کیا ہے؟ ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو مان لینا''۔

دسویں آیت مبارکہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:31)

''اے میرے محبوب ﷺ! فرما دیجیے (اپنے امتیوں سے) اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو، پس میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

یہ محبت کیا ہے؟ کبھی نظر آئی ہے؟ آپ کو کس سے کتنی محبت ہے یہ کبھی نظر نہیں آئے گی۔ یہ ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ نبی ﷺ سے محبت کا دعویٰ تو ہم سب ہی کرتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن یہ محبت ظاہر کیسے ہوگی؟ یہ اپنے اعمال سے ظاہر ہوگی۔ محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں جس سے اس کو پہچانا جائے گا۔ یاد رکھیں! جو لوگ اللہ سے محبت کے دعوے دار ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنی محبت کی کسوٹی بتا دی کہ اگر دنیا میں کوئی یہ کہے کہ مجھے اللہ سے محبت ہے، تو دیکھا جائے گا کہ وہ نبی علیہ السلام کی سنتوں پر کتنا عمل کرتا ہے۔ بندہ اپنی محبت کو اتباعِ سنت کی کسوٹی میں دیکھ لے اور تول لے۔ جس میں جتنی اتباعِ نبی ﷺ زیادہ ہے، اتنی ہی اللہ کی محبت زیادہ ہے۔ جتنی زندگی میں نبی علیہ السلام کی اتباع کم ہے، اتنی اللہ کی محبت کم ہے۔ جو جتنا سچا ہوگا وہ نبی علیہ السلام کی سنت کا اتنا ہی پکا ہوگا۔ جو جتنا جھوٹا ہوگا، آقا ﷺ کی سنتوں سے اتنا ہی دور ہوگا۔

سنتوں کی اہمیت و تاکید احادیث کی روشنی میں:

اب چند احادیث بھی سن لیجیے!

پہلی حدیث:

نبی علیہ السلام نے اپنی امت کے بارے میں فرمایا کہ تم سب لوگ جنت میں داخل ہو گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے میرا انکار کیا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس نے آپ ﷺ کا انکار کیا؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں

داخل ہوگا جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا''۔(بخاری،مشکوٰۃ:159)

یعنی جس نے سنت پر عمل نہیں کیا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سنت کے انکار کا مطلب ہے کہ انسان جان بوجھ کر نبی علیہ السلام کی سنت کو چھوڑ دے۔یعنی جنت میں داخلے کی کنجی اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

دوسری حدیث:

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ''تم پر میری سنت کی اتباع لازم ہے''۔یہ(Optional)نہیں بلکہ لازمی ہے۔(مسلم،ابن ماجہ)

تیسری حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ''میری سنت کے مٹنے کے وقت جو میرا امتی اس کو زندہ کرے گا اس کے لیے سو شہیدوں کے برابر ثواب ہے''۔ (مشکوٰۃ)

یعنی وہ وقت جب لوگ سنت کو چھوڑ چکے ہوں گے،سنتوں کا رواج نہیں ہوگا،لوگ فیشن کریں گے لیکن سنت کی اہمیت کو نہیں سمجھ رہے ہوں گے،تو ایسے حالات میں جو انسان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر خود عمل کرے گا اور دوسروں کو ترغیب بھی دے گا تو اس کو 100 شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔مثال کے طور پر اس وقت شادی سنت کے مطابق کرنا ہماری زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔ کچھ دنوں پہلے میرے پاس ایک نوجوان آیا اور شادی کے بارے میں بات کی میں نے اس سے کہا: سنت کے مطابق کر لینا۔تو کہنے لگا اگر میں نے سنت کے مطابق شادی کر لی تو ساری برادری میں ناک کٹ جائے گی۔اس کو

دوسرے الفاظ میں سمجھ لیں کے قیامت کے دن اگر وہ نوجوان نبی ﷺ کے پاس شفاعت کے لیے جائے کہ میری اللہ کے دربار میں شفاعت کر دیجیے۔تو اس وقت اگر نبی علیہ السلام نے پوچھ لیا کہ اے میرے امتی! تمہارا تو حال یہ تھا کہ میری سنت کے مطابق عمل کرنے میں تمہاری ناک کٹ جاتی تھی۔آج بتاؤ تو سہی کہ کیا دلیل ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں؟ کیسے قیامت کے دن اللہ کے نبی ﷺ کا سامنا کریں گے؟ اور کیا بتائیں گے کہ سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔اللہ اکبر کبیرا

شادی کی ایک قبیح رسم اور اس کا نقصان:

اور شادی کے اندر ایک اور بہت بڑا معاملہ ہو رہا ہے۔آج کل شادی بیاہ والے معاملات میں بہت سی خرابیاں آ رہی ہیں۔شادی میں جو بے حیائی ہو رہی ہے اگر بولنا شروع کر دوں،تو آپ مجھے دوبارہ بیان کے لیے کبھی نہ بلائیں گے کہ کون سی قسم کا بے غیرت آدمی لاہور سے آ کر بیٹھ گیا ہے؟ مگر جو ہو رہا ہے وہی بتاتا ہوں۔ایک دوست کی بات سنی اس نے بتایا: نکاح کے بعد جب رخصتی ہونے لگتی ہے تو لڑکا اپنے دوستوں کے ساتھ عورتوں میں جاتا ہے اور دلہن کو لے کر باہر نکلتا ہے۔تو اب چاہے منٹ لگے یا گھنٹہ اس وقت وہاں جانے والے ایک آدمی کی دل کی کیفیت سن لیجیے! یہ ایک کی نہیں بلکہ ہزاروں کی کیفیت ہے۔وہ دوست کہنے لگا کہ میرے دل میں دلہن کو دیکھ کر یہ کیفیت آئی کہ کاش یہ دولہے کے پاس جانے سے پہلے آدھے گھنٹے کے لیے مجھے مل جائے۔آج کسی کو کہہ دو کہ یہ گناہ ہے۔تو لوگ کہتے ہیں دلہا اور دلہن تو محرم ہو چکے۔او بھائی! دولہا کے بھائی اس کے دوست کیسے محرم ہو گئے؟ جب ہم شریعت اور سنت کے خلاف جائیں گے تو پریشانیاں ہمیں دیکھنی پڑیں گی۔اسلام حیا اور پاکدامنی کا درس دیتا ہے۔

دیور اور جیٹھ سے پردہ:

کچھ دن پہلے ایک خاتون کا فون آیا کہنے لگیں: میرا خاوند مختلف لڑکیوں سے تعلقات تو رکھتا ہی تھا۔ چند ہفتوں پہلے میرے دیور کی جب شادی ہوئی دلہن گھر میں آ گئی۔ چند ہفتوں میں ہی میں نے دیکھا کہ اس دلہن سے بھی ان کے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ اب معلوم نہیں جو بچہ پیدا ہوگا وہ میرے خاوند کا ہوگا یا میرے دیور کا۔ میں نے پوچھا: چند ہفتوں کے اندر ایسا تعلق کیسے پیدا ہو گیا؟ تو اس نے کہا کہ فیس بک پر میرے شوہر کا بھی اکاؤنٹ ہے اور دیورانی کا بھی، تو وہاں Chating سے اگلے مرحلے آسان ہو گئے کیونکہ یہاں پر چھت بھی تو ایک ہی ہے۔ یہاں سے اندازہ لگائیں کہ کیوں شریعت نے دیور اور جیٹھ سے بھی پردہ کرنے کا کہا ہے۔ تو جب شریعت اور سنت سے دور ہوں گے، تو یہ نحوستیں تو آئیں گی۔

اتباعِ رسول ﷺ محبت رسول ﷺ کی علامت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

یعنی جو حضرات محبت رسول ﷺ کا دعویٰ رکھتے ہیں اگر ان کے احوال سنتوں کے مطابق ہیں، تو وہ سچے ہیں۔ اور اگر ان کے احوال سنت کے مخالف ہیں، تو وہ جھوٹے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنا باعثِ نجات ہے۔

سنت میں نجات:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سنتوں کی مثال کشتئ نوح کی مانند ہے۔ کشتئ نوح

ہونے کا مطلب ہے کہ اُس زمانے میں جو کشتیٔ نوح میں بیٹھ گیا وہ بچ گیا تھا اور ان کا بیٹا نہیں بیٹھا تھا وہ غرق ہو گیا تھا۔ تو آج جو بھی امتی سنت کی کشتی میں بیٹھ جائے گا تو اس بے حیائی اور بے دینی کے طوفان سے بچ جائے گا۔ اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور جو سنت کی کشتی میں نہ بیٹھا وہ غرق ہو جائے گا۔ اور یہ سنت مثل کشتیٔ نوح بھی ہے اور کشتیٔ نجات بھی ہے۔ اور نبی علیہ السلام نے خود فرمایا کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا (چھوڑ دیا، غفلت برتی) وہ ہم میں سے نہیں۔ (بخاری 757، سبل جلد 11 صفحہ 428)

قربِ قیامت میں سنت کا مقام:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ اس زمانے میں تین چیزوں کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں ہو گی جس کو امت اختیار کر لے۔ تو اس زمانے میں میری امت کو چاہیے کہ وہ تین چیزیں اختیار کر لیں، بچ جائیں گے وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

1. رزقِ حلال
2. مخلص دوست (یعنی شیخ، علماء و صلحاء، نیک لوگ)
3. سنتیں (جن پر انسان عمل کرے) (مجمع الزوائد جلد 1 صفحہ 177)

سنت سے دوری گمراہی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن کے احکامات کو اللہ نے خود اتارا۔ اور سنتوں کو نبی علیہ السلام نے متعین فرمایا پھر نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا: اے امتیو! تم میری سنت کی اتباع کرو۔ پھر آگے فرمایا: قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ اگر میری اتباع نہیں کرو

گے،تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مجمع الزوائد جلد 1 صفحہ 178)

اسلام دو چیزوں کا نام ہے:

1. احکام خداوندی
2. نبی علیہ السلام کی اتباع

جو آدمی ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دے گا،تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 214)

جنتی انسان:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حلال کھایا اور سنتوں پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنی تکلیف اور اذیت سے محفوظ رکھا،تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔ (ترغیب جلد 1 صفحہ 81)

اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

1. رزقِ حلال یعنی حلال تحقیق کر کے کھانا ہے۔
2. سنتوں پر کوشش کر کے عمل کرنا ہے۔
3. لوگوں کو اپنی تکلیف اور اذیت سے بچانا ہے۔

خوب خوب سمجھنے کی بات:

یہ نہیں فرمایا کہ لوگ تمہیں تکلیف دیں،تو تم صبر کرو۔ بلکہ فرمایا:

تَكُفَّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ

’’تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ‘‘۔

بیوی کو بھی بچاؤ۔ سسرال والوں کو بھی بچاؤ۔ بھائیوں کو بھی بچاؤ، رشتہ داروں کو بھی بچاؤ۔ جن سے کاروباری شراکت ہے ان کو بھی بچاؤ۔ اخلاق اس چیز کا نام نہیں کہ لوگ تمہیں تکلیف دیں اور تم صبر کرو۔ بلکہ اخلاق اس چیز کا نام ہے کہ تم کسی کو تکلیف نہ دو۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سنت کا اہتمام:

سنتوں پر عمل کی بات ہو اور حضرات صحابہ کی مثال نہ دیں۔ تو بات پوری ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے چند باتیں درج ذیل ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ وہ کھلے ہوئے بٹن کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسے کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (ترغیب جلد 1 صفحہ 182)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرتے تو عجیب معاملہ اختیار فرماتے۔ جہاں جہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑاؤ ڈالا کرتے تھے، کوشش کر کے وہاں پڑاؤ ڈالتے تھے۔ جہاں جہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیلولہ کیا۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 214)

وہیں قیلولہ کرتے۔ ایک جگہ کا تو نام بھی اسی وجہ سے شجر قیلولہ پڑ گیا۔ اب آج کل فتنوں کا دور ہے۔ کچھ نئے دور کے لوگ نعوذ باللہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی کچھ سنتیں جن کا انہوں نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے۔ اور کچھ سنتیں جو عادتاً ہیں ان میں اختیار ہے۔ تو وہ لوگ جو نبی علیہ السلام کی محبتوں کو نہیں سمجھتے وہ سنت کے اندر فرق کر دیتے ہیں۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ان کو جو حکم دیا جاتا اس کو بھی پورا کرتے اور جہاں جہاں نبی علیہ السلام کا اختیاری عمل ہوتا، تو وہ اس بشری تقاضے کو بھی پورا کرتے

تھے۔ سنت کی محبت میں ایک اور مثال دیکھیں ایک دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر سوار تھے۔ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ سواری روک لی۔ تھوڑا چل کر کہیں آگے گئے، قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، کیا کچھ نہیں، ایسے ہی واپس آ گئے۔ تو ساتھی نے پوچھا: حضرت جب تقاضا نہیں تھا، تو اترے کیوں؟ بیٹھے کیوں اور وقت کیوں لگایا؟ عجیب جواب فرمایا کہنے لگے: مجھے تقاضا تو نہیں تھا، لیکن ایک بار نبی علیہ السلام کے ساتھ یہاں سے گزرا تھا۔ نبی علیہ السلام یہاں سے گزرے تھے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تھے۔ آج میں یہاں سے گزر رہا ہوں تو میرا دل بھی کر رہا تھا کہ میں بھی ویسا ہی کروں، جیسے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ محبت تو یہ ہوتی ہے۔

سنت پر عمل کا عجیب انداز:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بال گھنگھریالے تھے۔ اب اب درمیان سے مانگ نکالنا آقا علیہ السلام کی سنت ہے، جس کی وہ بڑی کوشش کرتے۔ مگر بال گھنگھریالے ہی رہتے۔ اب اس زمانہ میں (Straighner) تو تھے نہیں کہ جن کے بال Curly ہوں وہ (Straighner) کو استعمال کریں تو اور جن کے سیدھے ہوں اور ٹیڑھے Curly کروالیں۔ عجیب ہی معاملہ چل پڑا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو دیکھتے ہی یہی تھے کہ نبی علیہ السلام کا سٹائل کیا ہے۔ اب انہوں نے بڑی کوشش کی، بڑے جتن، کیے مگر درمیان سے مانگ نہیں نکلتی تھی۔ ایک دن انہوں نے لوھے کی سلاخ لی، آگ میں گرم کیا اور اپنے درمیان سے مانگ نکال لی، تو سر جل گیا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ تو کہنے لگے: سر تو میرا جل گی ہے زخم بھی لگ گیا ہے ٹھیک ہو جائے گا، تکلیف بھی ختم ہو جائے گی، لیکن میرے سر کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے ساتھ مشابہت تو مل گئی ہے۔ یہ ہوتی

ہے سنت سے محبت۔

ہماری اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ میں فرق:

ہم لوگوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوچ میں فرق یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سنت پر عمل اس لیے کرتے تھے کہ سنت ہے، میرے نبی کا عمل ہے۔ مجھے یہ کرنا ہے۔ اور ہم لوگ سنت کو اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ سنت ہی تو ہے۔ کونسا واجب یا فرض ہے۔ یہ بہت بڑا فرق ہے، ہمارا اور ان کی سوچ کا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کا، ایک ایک بات میں حساب رکھتے تھے۔

چھ لعنتی لوگ:

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے چھ چیزوں پر لعنت کی ہے۔ اور اللہ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے پھر فرمایا: نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یعنی میری لعنت اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

1. اللہ تعالیٰ کی کتاب کے اوپر زیادتی کرنے والا۔ (یعنی اپنی طرف سے اضافی چیز کو قرآن کی طرف منسوب کرنے والا)
2. تقدیر کو جھٹلانے والا
3. ایسے حکمران جو ہماری امت پر مسلط ہو کر ہم پر ظلم کریں اللہ کے معزز یعنی علماء کو صلحاء کو ذلیل کریں اور شریر اور بے حیاء لوگوں کو عزت دیں۔
4. اللہ کے قرار دیے گئے حرام کو حلال کرنے والا
5. اور اہلِ بیت کی بے حرمتی کرنے والا
6. سنتوں کو ترک کر دینے والا (ترغیب صفحہ 84)

میرے بھائیو! سنتوں پر عمل کرنا جہاں جنت کی کنجی ہے، چھوڑ دینا اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کا ذریعہ بھی ہے۔

سنت زندہ کرنے کا عظیم ثواب:

حضرت عمر بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے بعد میری کسی ایک ایسی سنت کو زندہ کیا جو کہ مٹ چکی تھی، پس اس سنت زندہ کرنے والے کے لیے ان تمام لوگوں جیسا ثواب ہے، جو اس پر عمل کریں گے۔ اور جو لوگ عمل کریں گے ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (ترغیب جلد 1 صفحہ 87)

آج سنتیں مٹ رہی ہیں۔ اگر ہم معلوم کر کے سنتوں پر عمل کریں گے، تو ہمارے لیے آسانی ہو جائے گی۔ سنتوں پر عمل کی یہ باتیں ہو گئیں۔

(اول) اہتمام اور پابندی سے عمل کریں۔

(دوم) یہ کہ جستجو اور تلاش کر کے اس پر عمل کریں، یہ دونوں باتیں اس میں شامل ہو گئیں۔

گمراہی سے بچاؤ کا نبوی نسخہ:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔

1. ایک اللہ کی کتاب
2. میری سنت (حاکم، کنز العمال جلد 1 صفحہ 154)

ایک حدیث میں ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم نے ان چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا، تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت کو

چھوڑے جا رہا ہوں۔ (کنز العمال جلد 1 صفحہ 166)

آج کل سنت پر عمل کرنے والے کی مثال:

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: میری امت میں فتنے کے وقت میری سنتوں پر عمل کرنے والا ایسا ہوگا جیسا اس کے ہاتھ میں چنگاری ہو۔
(کنز العمال جلد 1 صفحہ 164)

ہماری حالت زار:

آج گھر کے اندر شرعی پردہ کرنے کا کوئی عورت اعلان کر دے، تو گھر کے اندر عجیب ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اس عاجز سے بیعت ہونے کے بعد کئی بچیوں نے شرعی پردے کا باقاعدہ اہتمام کیا۔ کہیں ماں باپ ناراض ہو گئے اور کہیں ساس سسر ناراض ہو گئے دھمکیاں دی گئیں کہ تم کیسے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریقے پہ چل سکتی ہو؟ اللہ اکبر۔ کئی لوگوں سے بات ہوئی، نوجوانوں نے توبہ کی اور داڑھی رکھنے کے ارادے کیے تو سگے باپ نے کہا داڑھی رکھنی ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔ آج یہ حالات آ چکے ہیں اس دور میں جو سنتوں پر عمل کرے گا۔ سو شہیدوں کے برابر اس کو اجر ملے گا۔ یہ چھوٹی بات تو نہیں ہے کہ سو آدمی اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر دیں۔ اور آج کوئی سنت پر عمل کرے تو یہ نعمت ملتی ہے۔

سنت پر عمل کا آسان فارمولا:

اور اب سنت پر عمل کرنے کا فارمولا بھی سن لیجیے! اِس عاجز کے نزدیک اگر آپ کوئی بہتری سمجھیں، تو مجھے بھی ضرور بتائیں۔ اپنی زندگی کو سنت پر لانے کے لیے ایک آسان

فارمولا ہے۔انسان اپنی زندگی کے صبح سے شام تک تمام کاموں کو نوٹ کرلے کہ میں کیا کیا کام کرتا ہوں۔ بیت الخلاء ایک کام، کھانا دوسرا کام، کپڑے پہننا تیسرا کام، اگر کاروباری ہے، تو دوکان پہ جانا، آفس جانا، چوتھا کام، بندہ سارے کاموں کو نوٹ کرلے زیادہ سے زیادہ 5، 10، یا 15 کام بنیں گے۔ ہر آدمی کے کام مختلف ہوتے ہیں۔کسان کے اور تاجر کے اور ہوں گے۔تو ہر انسان صبح سے شام تک کے اپنے کام نوٹ کرلے۔ اس کے بعد ہر کام کو علماء سے سیکھ سیکھ کر پوچھ پوچھ کر سنت کے مطابق کرلے۔ایک مہینہ یا دو مہینے سے زیادہ نہیں لگیں گے۔10، 15 کام سنت کے مطابق سیکھنے میں 2 مہینے بھی نہیں لگیں گے۔ اگر لگ بھی جائیں،تو 2 مہینے کے اندر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری اکثر زندگی سنت کے مطابق ہوجائے گی۔آپ کر کے دیکھ لیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو ہفتہ بعد کرنے والے ہوتے ہیں، جیسے جمعے کے دن کی بات ہوگئی، چھٹی کے دن کی بات ہوگئی، اس کو الگ نوٹ کر کے لکھ لیں۔ پہلے روزمرہ کے کاموں کو سنت کے مطابق کریں، پھر ہفتہ وار کو سنت کے مطابق لے آئیں، کچھ کام ایسے ہوتے ہیں، جو ماہانہ کرنے ہوتے ہیں، جیسے چاند دیکھنا، تنخواہ کا آنا اور دوسری چیزیں مثلاً عورتوں کے معاملات،تو ان کو تیسرے درجے میں رکھ کر ان کی سنتیں معلوم کرلیں۔تو یہ کام بھی سنت کے مطابق ہوجائیں گے۔ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ کرنے ہوتے ہیں، جیسے رمضان ایک دفعہ آتا ہے۔عید دو دفعہ آتی ہے۔عید الفطر، عیدالاضحیٰ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی دو عیدیں تھیں اور جنت میں بھی دو عیدوں کے موقع پر اللہ کی طرف سے ضیافت ہوگی۔تو حدیث کے اندر فقط دو عیدیں ملتی ہیں۔ انسان دیکھے کہ اس کی کیا سنتیں ہیں۔ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں، جو زندگی میں 2،

10،4 دفعہ ہوتے ہیں، جیسے حج کرنا، عمرہ کرنا۔ اس کو اگلے Phase پر رکھ کر اس کی سنتیں معلوم کرلیں۔ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں، جو زندگی میں بعض اوقات ایک ہی مرتبہ ہوتے ہیں جیسے شادی کرنا، تو جب ضرورت ہو تو اس کی بھی سنتیں معلوم کرلے۔ اپنی شادی کرنا، اولاد کی شادی کرنا وغیرہ نبی علیہ السلام نے 4 بیٹیاں بیاہی ہیں۔ تو ان تمام چیزوں کو جب انسان کرنے لگے، تو علماء سے پوچھ لے کہ مجھے بتائیے! کہ سنت طریقہ ان میں کیا ہے؟ اگر ہم اس فارمولے پر عمل کرلیتے ہیں، تو 2 مہینے کے اندر اندر پوری زندگی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے مطابق ہوجائے گی۔ اور جو Weekly، Monthly سالانہ اور کبھی کبھی کے کام ہیں ان کو اپنے اپنے موقعوں پر انسان سیکھتا جائے اور علماء سے پوچھتا جائے۔ ان شاء اللہ چند مہینوں کے اندر ہماری پوری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے مطابق ہوجائے گی۔

جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوسی:

اور جنت میں داخلے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود دے گئے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور میری سنت پر عمل کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ بڑی سے بڑی جگہ پر گھر ملے کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں کالونی میں گھر لینا ہے۔ وہاں جا کر گھر لینا ہے تو قیامت کے دن سب سے زیادہ اچھی جگہ کونسی ہے؟ جنت الفردوس، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محل جنت الفردوس میں ہے۔ اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی گزارنے والا ہوگا، وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ وہ محمدی کالونی میں آباد ہوں گے۔ مجھے نہیں پتہ کہ اس کا اصل نام کیا ہوگا مگر وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آباد ہوں گے۔ کوئی نبی علیہ السلام کے ساتھ پلاٹ چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے

کہ نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔ آج مجھے کسی نے کہا کہ فلاں کالونی میں پلاٹ مل رہا ہے اتنے عرصے کی پلاننگ وغیرہ ہے تو جنت کی بھی Planning چل رہی ہے۔ آپ کو بہت بڑی جگہ ملے گی۔ وہ جگہ اتنی بڑی ہوگی کہ ساری دنیا اس میں رکھ دی جائے، تو ایسے معلوم ہوگی کہ جیسے کسی بڑے محل میں بکری کھڑی ہو۔ اگر ہم اس پلاٹ کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو، تو اس کی قیمت میرے بھائیو! نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ حیاء اور پاکدامنی ہے۔ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

غیر ضروری بالوں کا صاف کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ (الاحزاب:21)

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ:119)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اسلام مکمل دین ہے:

اسلام ایک مکمل مذہب اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام اپنے کسی بھی حکم میں، کسی

بھی عمل میں، کسی بھی طریقے میں کسی بھی غیر قوم یا مذہب کا محتاج نہیں۔ اس کی اپنی ایک جداگانہ شخصیت ہے۔ ایک جداگانہ تہذیب ہے۔ کسی بھی چیز میں اسلام کسی کو Follow نہیں کرتا۔ یہ پوری کائنات کو دعوت دیتا ہے کہ کائنات اگر امن چاہتی ہے، پُرسکون زندگی چاہتی ہے، اللہ رب العزت کی رضا چاہتی ہے، جنت میں اعلیٰ مقام چاہتی ہے، تو یہ کائنات میں رہنے والی ہر چیز کو دعوت دیتا ہے کہ آؤ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر ڈھل جاؤ۔ جو نبی علیہ السلام کے طریقے پر چلا وہ کامیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا پیمانہ:

اکثر دوست پوچھتے ہیں اور فون بھی آتے ہیں کہ بیماری آ گئی ہے، پریشانی آ گئی ہے، غم آ گیا ہے تو لگتا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سے ناراض ہو گئے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں اور پریشانی والے حالات آ گئے ہیں، بیماری آ گئی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ لوگ دنیا کے غموں اور پریشانیوں کے آنے کو اللہ کی ناراضگی کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور کاروبار چمک رہا ہو خواہ وہ سود سے ہو یا حرام سے ہو، یا جھوٹ کی وجہ سے پیسہ آ رہا ہو تو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہم سے بہت راضی ہیں۔ یعنی دنیا کے ظاہری مال پیسے وغیرہ کے آنے کو اللہ کی رضا سمجھتے ہیں، اور دنیا کے ظاہری غموں اور پریشانیوں کے آنے کو اللہ کی ناراضگی سمجھتے ہیں۔ بڑے دھوکے میں پڑ گئے بہت بڑے دھوکے میں پڑ گئے۔

یاد رکھیے! اللہ رب العزت کی رضامندی اور ناراضگی کا تعلق مال و دولت، سلطنت و بادشاہت کے آنے جانے سے نہیں ہے۔ قارون کے پاس تو بہت پیسہ تھا، لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تو کچھ بھی نہ تھا وہ غلام تھے اور غلام کے بیٹے تھے۔ لیکن ان کو نبی علیہ السلام

نے بیت اللہ کی چھت پر چڑھوا دیا۔ اللہ رب العزت نے ان کو اتنی عزتیں عطا فرمائیں کہ چلتے فرش پر تھے اور چلنے کی آوازیں عرش پر آتی تھیں۔ مال و دولت کا تعلق تو کچھ بھی نہیں ہے یہ لوگوں کی محض غلط سوچ ہے۔ جو نئی روشنی کے اس دور میں اور اس ماحول میں پڑھ لکھ کر لوگوں کی یہ سوچ بن جاتی ہے۔

اس کا آسان طریقہ Check کرنے کا کیا ہے؟ Check کرنے کے لیے ہم دیکھیں کہ ہماری زندگی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کتنی ہے؟ اگر ہماری زندگی نبی علیہ السلام کے طریقے کے مطابق ہے تو اس سے زیادہ ٹھوس دلیل کوئی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں۔ یعنی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اس کو آقا ﷺ کے طریقے پر چلا دیتے ہیں، اللہ رب العزت اس بندے کو نبی علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلا دیتے ہیں۔

اور اگر اپنی زندگی کو دیکھیں کہ خدانخواستہ نبی علیہ السلام کے طریقوں سے دور ہے، یہود، ہنود اور نصاریٰ کے طریقوں پر ہے تو میرے بھائیو! اس سے زیادہ بڑی اللہ کی ناراضگی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ اور اس سے بڑی اللہ کی ناراضگی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ہمارے چہرے، لباس، چلنا، پھرنا، اُوڑھنا، پہننا یہ سب کافروں کے طریقوں پر ہو گیا ہے۔

واضح بات:

اب یہ سیدھی سی بات ہے جیسے دو جمع دو چار ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسی کافر سے اللہ راضی نہیں ہو سکتے تو کافروں کے طریقے پر چلنے والے سے اللہ کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں اور نبی علیہ السلام کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہیں۔ اب جو شخص نبی علیہ السلام کے طریقوں پر ہے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ

تعالیٰ مجھ سے بھی راضی ہیں۔

اسلام صفائی کو پسند کرتا ہے:

بہر حال! ہمارا گلدستۂ سنت کا الحمد للہ! سلسلہ چل رہا تھا۔ اسلام صفائی کو پسند کرتا ہے، پاک صاف رہنے کو پسند کرتا ہے، معاملات میں بھی صفائی، کاروبار میں بھی صفائی، باطن میں بھی یعنی دل کی بھی صفائی، نفس کی بھی صفائی، اور جو جسم کے بال ہیں ناخن ہیں، میل کچیل ہیں اس کی بھی صفائی کو پسند کرتا ہے۔ الغرض اسلام ہر چیز میں صفائی پسند ہے، بلکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ صفائی تو ایمان کا حصہ ہے۔

جہالت کی انتہا:

ہم میں سے بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے کہ گلی کے کنارے کوئی گندہ سا بابا ہو جس نے مہینوں سے غسل نہ کیا ہو اور گندگی، غلاظت اور بدبو اس سے آرہی ہو تو لوگ سوچتے ہیں کہ یہ بڑا اللہ کے قریب ہے۔

کیا تم کسی میلے کچیلے کو دوست بناتے ہو؟

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک اللہ والے کہیں جارہے تھے تو نیلے گنبد کے پاس ان کو ایک مجمع لگا نظر آیا۔ یہ رکے اور دیکھنے لگے کہ کیا معاملہ ہورہا ہے؟ انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی بالکل ننگا، گندا اور غلیظ تھا اور بدبو بھی اس کے پاس سے آرہی تھی اور لوگ اس کے اردگرد جمع تھے۔ بزرگ آدمی نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ اللہ کا دوست ہے۔ لوگوں کی تو Mentality ہی Change ہوگئی ہے کہ کیسے بندے کو اللہ کا دوست سمجھ رہے ہیں۔ تو وہ بزرگ جلال میں آگئے اور کہنے لگے کہ تم میں کون ہے جو

اس کو اپنا دوست قرار دے اور اپنے گھر میں عزت والی جگہ پر بٹھائے؟ تو سارے چپ ہوگئے۔ آگے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کبھی شادی کا فنکشن ہو اور تمہارے گھر میں بڑے بڑے لوگ آ رہے ہوں، تو تم میں سے کون ایسا ہے جو خود صاف ستھرے کپڑے پہن کر اس کو اپنے ساتھ بٹھائے تو سارے چپ ہوگئے۔ ان بزرگ نے کہا کہ تم میں سے کوئی اس کو اپنا دوست بنانے کے لیے تیار نہیں تو اللہ کی طرف نسبت کر رہے ہو گندے آدمی کی؟

زیرِ ناف بالوں کی صفائی احادیث کی روشنی میں:

نبی علیہ السلام نے ہمیں صفائی کا حکم دیا اور انہوں نے خود بھی صفائی اختیار کی۔ آج جو چند باتیں کرنی ہے ان میں سے ایک اسوۂ حسنہ زیر ناف بال اور اس طرح کی جو چیزیں ہیں ان کے بارے میں ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورہ (ہڑتال وغیرہ) سے زیر ناف بالوں کو خود دور کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ 266)

جیسے پاؤڈر ہوتا ہے، صفوف وغیرہ اس طرح کی چیزوں سے ان غیر ضروری بالوں کو صاف کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنہوں نے زیر ناف بال اُتارے وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (مرقاۃ جلد 4 صفحہ 452)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی

ہڑتال کا استعمال فرماتے اور کبھی نہ فرماتے اور کبھی بال بڑے ہو جاتے تو مونڈھ دیتے۔ یعنی دونوں طریقوں کو نبی علیہ السلام نے استعمال کیا ہے۔ اکثر اوقات تو مونڈھ دیتے جس کو حلق کرنا کہتے ہیں جیسے Raser استعمال کیا جاتا ہے، استرا وغیرہ Use کیا جاتا ہے۔ ویسے صفوف وغیرہ ان چیزوں سے مونڈھنا بھی نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مونڈھنے کو پسند فرماتے تھے۔
(کنز جلد 6 صفحہ 388)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ زیرِ ناف بالوں کو اُتارنے میں سنت مرد اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ اُسترے وغیرہ کے ذریعے بالوں کو صاف کرے۔
(فتح الباری جلد 10 صفحہ 344)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے حق میں استرا بہتر ہے اور عورتوں کے حق میں اُکھاڑنا بہتر ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 332)
جیسے Cream وغیرہ کے ذریعے عورتوں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ:

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام ہر بیس دن کے بعد زیر ناف بالوں کو صاف کیا کرتے تھے۔ اور اس کی وہی ترتیب ہے جو ناخن کی ہے کہ چالیس دن سے پہلے پہلے

زیر ناف بال صاف کرنا ضروری ہے۔ اگر صاف نہ کیے تو انسان گناہ گار ہوگا اور اس شخص کی نماز مکروہ ہو جائے گی۔

مستحب طریقہ:

مستحب تو یہ ہے کہ ہر جمعے زیر ناف بالوں کو صاف کیا جائے اور ناخنوں کو بھی تراشے، اگر یہ نہ ہو سکے تو پندرہ دن بعد ہی کرے ورنہ آخری حد چالیس دن کی ہے اس سے آگے گناہ گار ہوگا۔

نبی علیہ السلام کی ناراضگی:

چالیس دن سے زیادہ اگر ہو جائیں تو اس کے بارے میں وعید بھی ہے۔ بنی غفار کے ایک شخص سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص زیر ناف بال نہ اُتارے، ناخن نہ تراشے، مونچھیں نہ کٹوائے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

(اتحاف جلد 2 صفحہ 412)

تو معلوم ہوا کہ زیر ناف بال اُتارنا بھی ضروری، ناخن تراشنا بھی ضروری، مونچھوں کو کٹوانا بھی ضروری ہے۔

زیر ناف بال کتنے اور کیسے کاٹے جائیں؟

اس کے بارے میں مرقاۃ میں لکھا ہے کہ زیر ناف بال سے مراد مرد اور عورت کی پیشاب گاہ کے اردگرد جو بال بالغ ہو جانے کے بعد آجاتے ہیں وہ ہیں۔

(مرقاۃ جلد 4 صفحہ 456)

اور دونوں جگہ کے بال یعنی پیشاب گاہ اور پاخانہ گاہ کے بالوں کو اُتارنا ضروری

ہے۔ اور مرد اور عورت کی پیشاب گاہ کی اوپری حصے کے جو بال ہیں ان کو اُتارنا بھی ضروری ہے۔ (فتح الباری جلد 10 صفحہ 344)

قینچی سے بال وغیرہ کاٹ سکتے ہیں۔ (فتح الباری جلد 10 صفحہ 243)

لیکن جو سنت کا ثواب ہے وہ استرے سے ملے گا، حلق کرنے سے ملے گا۔

(مرقاۃ جلد 4 صفحہ 457)

زیر ناف بال دور کرنے کا طریقہ:

زیر ناف بال دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بال صاف کرنے کی ابتدا اوپر سے کرے اور کوشش یہ کرے۔ یعنی حدود اربعہ صفائی کا یہ ہو کہ پیشاب گاہ اور پاخانہ گاہ کے اردگرد جہاں تک ممکن ہے زیادہ صفائی کرے، تھوڑے سے زیادہ بھی کٹ جائیں گے تو کوئی حرج نہیں۔

شریعت مطہّرہ کا پاکیزہ حکم:

اب شریعت کا حکم دیکھیں! شریعت کتنی پیاری ہے، کتنی خوبصورت ہے کہ یہ جگہ انسان کے ستر میں شامل ہوتی ہے۔ یہ انسان کسی کے سامنے کھول نہیں سکتا تو فرمایا گیا کہ دیکھو! یہ ستر والی جگہ ہے۔ لہذا جب تم ان کو بالوں کو کاٹ لو تو ان بالوں کو ایسی جگہ پر نہ ڈالو کے کسی دوسرے کی ان بالوں پر نظر پڑے۔ (نفع المفتی صفحہ 116)

غور کرنے کی بات ہے کہ شریعت مطہّرہ نے ہمیں کتنی حیا کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ ایسے بال جن کو تم کاٹ کر پھینک چکے ہو چونکہ ایسی جگہ کے ہیں جس کا نظر آنا اور دکھانا گناہ ہے تو وہاں کے بال بھی تم نہ دکھاؤ۔ اور آج تو سب کچھ دکھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں بال کی کیا بات رہی؟

امورِ فطرت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ امور فطرت میں سے ہیں:

1. ختنہ کرنا
2. زیر ناف بال صاف کرنا
3. بغل کے بال اُکھاڑنا
4. ناخن کاٹنا
5. مونچھیں تراشنا۔ (بخاری جلد2 صفحہ 875)

یہ تو بخاری شریف کی روایت تھی۔ ایک روایت ہے ترمذی شریف کی اور مسلم شریف میں بھی یہ موجود ہے۔ اس میں نبی علیہ السلام نے ارشادات فرمایا کہ 10 چیزیں امورِ فطرت ہیں۔

1. مونچھیں تراشنا
2. ڈاڑھی کو لمبا کرنا
3. مسواک کرنا
4. ناک صاف کرنا
5. ناخن تراشنا
6. جوڑوں کو صاف رکھنا
7. ناک کے بال صاف کرنا
8. زیر ناف بالوں کو صاف کرنا
9. انتقاص الماء (یعنی پانی سے استنجاء کرنا)
10. کلی کرنا (مسلم جلد1 صفحہ 139، ترمذی صفحہ 100)

فطرت سے کیا مراد ہے؟

فطرت سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے ہیں۔ (شرح مسلم جلد 1 صفحہ 128)

اور بعض روایات میں کئی اور بھی چیزیں ہیں تو اس طرح کل یہ 30 سے زائد بن جاتی ہیں۔ چند ایک تو ذکر ہو گئی ہیں۔ (فتح الباری جلد 10 صفحہ 338)

پہلی چیز ختنہ

ختنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے (واجب کے درجے میں ہے۔ آج ہم اس کو اپنی زبان میں مسلمانی بھی کہہ دیتے ہیں۔ تو شریعت میں اس کا نام ختنہ ہے) بہتر یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کروالیا جائے۔ (شرح مسلم جلد 1 صفحہ 128)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ختنہ ساتویں دن ہی کرایا تھا۔ معلوم ہوا کہ سنت ہے (ساتویں دن کروانا) علماء کرام نے لکھا ہے کہ جلد کروا دیا جائے کہ جلد نرم ہوتی ہے تو آسانی رہتی ہے۔

(فتح الباری جلد 10 صفحہ 343)

بعض لوگ تاخیر کر دیتے ہیں پھر بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کو مشکل ہوتی ہے۔

بغل کے بال صاف کرنا:

اس کے بعد دوسری چیز ہے بغل کے بال اُتارنا۔ اس کے بارے میں شریعت میں اُکھاڑنا بھی آیا ہے اور مونڈھنا بھی آیا ہے۔ اُکھاڑنے کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا کہ فائدے زیادہ ہیں۔ بدبو نہیں ہوتی، بال نرم رہتے ہیں۔ کیونکہ انسان جب حلق کرتا ہے تو بال سخت ہو جاتے ہیں، تاہم مونڈھنا بھی کافی ہے، کیونکہ اصل مقصود تو

صفائی ہے۔ مونڈھنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی اگر اُکھاڑنے کی عادت نہ ہو۔ اب بعض اوقات اُکھاڑنے سے ڈر لگتا ہے، تکلیف محسوس ہوتی ہے انسان سوچ رہا ہوتا ہے کہ پتا نہیں کیا بنے گا؟ تو اس کے اندر بھی گنجائش موجود ہے کہ Blade بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک بزرگ ہیں یونس بن عبد الاعلی رحمۃ اللہ علیہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مرتبہ گئے تو دیکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغل کے بال استرے سے مونڈوا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ سنت اُکھاڑنا ہے مگر اُکھاڑنے کی طاقت نہیں پاتا۔

(فتح الباری جلد 10 صفحہ 344)

بغل کے بال صاف کرنے کا مستحب طریقہ:

جب صاف کرنے کی نوبت آئے تو پہلے دائیں بغل کے بال مونڈھے بائیں ہاتھ سے، اور جب بائیں بغل کے بال مونڈھے تو کوشش یہ کرے کہ بائیں ہاتھ ہی استعمال کرے، لیکن اگر بائیں ہاتھ سے کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو دائیں ہاتھ کی مدد لے سکتا ہے۔ (فتح الباری جلد 10 صفحہ 344)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغل مبارک کی کیفیت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تو بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (دلائل النبوۃ جلد 1 صفحہ 247)

یعنی بال بالکل صاف کیے ہوتے تھے۔

ناک صاف کرنا:

یہ بھی امورِ فطرت میں سے ہے۔ آج کل اتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں بیچاروں کو ناک صاف کرنا بھی نہیں آتا ہوتا۔ تو میرے بھائیو! شریعت نے تو ناک صاف کرنا بھی سکھایا ہے۔ یہ اسلام کا حسن ہے کہ اس نے ہمیں ہر ہر طرح سے سمجھایا ہے، ہم خود ہی سیکھنے کے لیے تیار نہ ہوں تو بدقسمتی ہماری اپنی ہے۔ شریعت نے بتایا ہے کہ جسم کے ہر عضو کی صفائی مطلوب ہے۔ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ ناک کے اندر ریزش ہوتی ہے یعنی ناک آئی ہوئی ہوتی ہے اور اس کو ایسے ہی سڑسڑ کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض کو نزلہ ہوا ہوتا ہے یا کوئی ایسا معاملہ ہوتا ہے۔ بس اس کو صاف کرلیا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اسی کپڑے سے یا جہاں بیٹھے ہوئے ہیں صوفہ وغیرہ سے صاف کرلیا، اس بات کو شریعت نے ناپسند قرار دیا۔

ناک صاف کرنے کا طریقہ:

چاہیے کہ انسان Bathroom جائے اور سیدھے ہاتھ سے ناک کے اندر پانی ڈالے اور ناک کو جھاڑنے کی کوشش کرے اور اگر انگلی ڈالنی ہو تو بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی ڈالے اور ناک کو صاف کرے۔ یعنی Washroom جا کر پانی کو استعمال کرلے اور ناک کو صاف کرے، یہ سنت ہے۔ اس کے علاوہ انسان ٹشو پیپر یا رومال اپنے ساتھ رکھے۔ Direct انگلی لگا کر سب کے سامنے ناک صاف کرنا اس سے دوسروں کو بھی کراہیت محسوس ہوتی ہے، اس لیے شریعت نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ لیکن اگر روزہ ہو تو روزہ کی حالت میں ناک میں پانی نہ ڈالے بلکہ احتیاط کرے کیونکہ اس

سے روزہ فاسد ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

ناک کے بالوں کے بارے میں وضاحت:

بعض لوگوں کی ناک بہت بڑی لمبی ہوتی ہے، بہرحال یہاں تو ہم جسمانی ناک کی بات کررہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ناک کے بالوں کو اکھاڑو۔

(بیہقی، فیض القدیر جلد 11 صفحہ 199)

یعنی جو بال باہر آجاتے ہیں ان کو اُکھاڑنا چاہیے۔ اندر والے بالوں کا ناک میں ہونا ضروری ہے۔ اگر اندر والے بال سارے ہی صاف کرلیے جائیں یا ان کو مونڈھ لیا کسی طریقے سے یعنی بالکل صاف کرلیا جائے تو یہ درست نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ناک کے بالوں کا ہونا جذام سے حفظ کا ذریعہ ہے۔ (فیض الباری)

ناک کے بالوں کا ایک فائدہ:

اور ویسے بھی جب انسان سانس لیتا ہے تو ناک کے بال اس میں بہت Role ادا کرتے ہیں۔ سانس کے آنے اور جانے میں ان ناک کے بالوں کا ہونا بڑی اللہ کی نعمت ہے۔ یہ نہ ہوتو بہت ساری مٹی اندر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جو بال باہر نکل آئے تو فرمایا کہ ان کو قینچی سے کاٹ دو۔ لیکن ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ ناک کے بال بالکل ہی صاف ہوجائیں یا ختم ہوجائیں یہ درست نہیں ہے۔

جوڑوں کا صاف رکھنا:

انسانی جسم کے وہ جوڑ اور اعضا وغیرہ جہاں عموماً میل کچیل جمع ہوجاتی ہے ان کو صاف رکھنا۔ مثلاً کان کے سوراخ کو صاف رکھنا اور اس کی میل کچیل کو صاف کرنا۔

(شرح احیاء جلد 2 صفحہ 394)

آج کل تو Cotton Buds ملتا ہے، نہانے کے بعد ذرا سا استعمال کرلیا جائے۔ مگر احتیاط سے ایسا بھی نہ ہو کہ کان کے پردے کو خراب کردیں اور قوتِ سماعت متاثر نہ ہوجائے اور کہیں بہرے نہ ہوجائیں۔ تو کانوں کا صاف کرنا، اس کے میل کچیل کو دور کرنا اور کہیں بھی جسم کے اندر میل کچیل ہو تو اس کو دور کرنا ضروری ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس مقام پر بھی میل کچیل اور مٹی جمع ہوجائے تو اس کو صاف کرنے کا حکم ہے۔ (شرح مسلم للامام النووی جلد 1 صفحہ 129)

معلوم یہ ہوا کہ شریعت صفائی کو پسند کرتی ہے، گندہ رہنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

انتقاص الماء کی وضاحت:

ایک اور بات بتائی تھی کہ یہ بھی امورِ فطرت میں سے ہے، وہ ہے انتقاص الماء۔ علماء کرام نے اس کے دو مفہوم لیے ہیں:

1. پیشاب کرنے کے بعد پیشاب گاہ کے اوپر انسان از خود چھینٹیں ڈالے۔ (چونکہ بہت سے نوجوان اس وجہ سے پریشان ہوجاتے ہیں کہ پیشاب کرنے بعد ایسا لگتا ہے کہ جیسے قطرہ آگیا۔ ڈرتے رہتے ہیں، ان کو شیطان وہم لگا کر رکھتا ہے۔ پھر اس طرح وہ وہم کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔ تو اس کا بہترین علاج یہ بتایا کہ جب ہم پیشاب کرلیں تو پیشاب کرنے بعد ہاتھ کو گیلا کر کے وہیں پر چھڑکاؤ کرلیں پانی سے۔ خطرہ ہی نہ پیدا ہو قطرے کا، اب وسوسہ آئے تو انسان اس کو اپنی ہمت کے ذریعے دور کرے)

2. دوسرا اس کا مطلب ہے پانی سے استنجا کرنا۔ (شرح مسلم للامام النووی جلد 1 صفحہ 129)

خضاب لگانا:

بہرحال یہ باتیں تو تھیں صفائی کے متعلق، اس کے بعد اگلا موضوع ہے بالوں

میں خضاب لگانا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے نبی علیہ السلام کے بال دکھائے جو کہ خضاب شدہ تھے۔ (بخاری)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خضاب کا استعمال کیا ہے، البتہ کم کیا ہے اور کبھی کبھی کیا ہے، بیشتر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال نہیں فرماتے تھے۔

(شرح مسلم للامام النووی جلد 2 صفحہ 259)

یہ شرح مسلم کے اندر انہوں نے بات لکھی ہے۔

بہترین خضاب مہندی:

اگر خضاب لگانا ہو تو اس کے بارے میں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مہندی کا خضاب لگاؤ، اس کی خوشبو بہت اچھی ہے اور دردِ سر کے لیے مفید ہے۔ (مطالب عالیہ جلد 2 صفحہ 275)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے مہندی اور کتم کا خضاب استعمال کیا ہے وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (مرقات جلد 4 صفحہ 482)

کتم کسے کہتے ہیں؟

کتم یمن میں ایک پودا ہوتا ہے جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ تیار ہوتا ہے۔ ان دونوں (یعنی مہندی اور کتم) کے ذریعے سے سیاہی اور سُرخی کے درمیان کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ 355)

خضاب کے درجات:

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، اس نے مہندی کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہے۔ پھر ایک دوسرا گزرا اس نے مہندی اور کتم دونوں کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس سے بہتر ہے۔ اور پھر ایک اور گزرا جس نے زرد (رنگ کا) خضاب لگایا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب خضاب سے اعلیٰ ہے۔ (ابوداؤد)

تو معلوم یہ ہوا کہ زرد رنگ کا خضاب زیادہ بہتر ہے اور پسندیدہ ہے۔ اس کے بعد مہندی اور کتم سے ملا ہوا اور تیسرے نمبر پر مہندی کا خضاب نبی علیہ السلام کو پسند تھا۔

سیاہ خضاب لگانے پر وعیدیں:

اسی طرح ایک سیاہ خضاب بھی ہوتا ہے۔ سیاہ کے بارے میں چند باتیں سن لیجیے۔

پہلی وعید:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں ایک جماعت ہوگی جو سیاہ (Black Colour) کا خضاب لگائے گی اس کی طرف خدا کی (خیر اور رحمت) کی نگاہ نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد، مجمع جلد 5 صفحہ 164)

دوسری وعید:

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ایک جماعت آخر زمانے میں ہوگی جو کہ کبوتر کے سینے کی مانند سیاہ خضاب لگائے گی، یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گے۔ (مشکوٰۃ، ابوداؤد)

تیسری وعید:

ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سیاہ خضاب استعمال کیا قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔ (بزار مجمع الزوائد جلد 5)

سیاہ خضاب کے بارے میں آتا ہے کہ سب سے پہلے اس کو فرعون نے لگایا تھا۔

(کنز العمال جلد 6 صفحہ 379)

یعنی اس کی نسبت فرعون کے ساتھ ہے۔ تو ہم اگر Colour لگانا چاہیں اپنے بالوں میں بڑھاپے کی وجہ سے، بیوی کی محبت کی وجہ سے تو Black Colour کالا رنگ قطعاً استعمال نہ کریں اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

مسلم اور کافر کا خضاب:

ایک روایت میں ہے کہ مومن کا خضاب زرد رنگ کا ہوتا ہے، مسلمان کا سرخ ہوتا ہے اور کافر کا کالا ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد 5)

عورتوں کا خضاب لگانا:

عورتوں کے خضاب کے متعلق جان لیجیے کہ عورتوں کا خضاب مہندی ہے۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے خط دینے کے لیے آپ علیہ السلام کو ہاتھ بڑھایا تو یہاں پر نکتہ سمجھنے والا ہے کہ پردے کے پیچھے سے کوئی چیز پکڑائی کیونکہ سامنے نبی علیہ السلام بھی موجود تھے تو نبی علیہ السلام کو کوئی چیز دینی ہوتی تھی تو پردے کے پیچھے سے دیتے تھے۔ قرآن پاک میں آتا ہے:

فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب:53)

"کوئی چیز لینی یا دینی ہو تو پردے کے پیچھے سے دیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر نامحرم کو بضرورت شدیدہ کوئی چیز دینی ہے یا ان سے کچھ لینا ہے پردے کے پیچھے سے لینا دینا سنت عمل ہے۔ سامنے نہ آنا چاہیے جس کے مفاسد بھی بہت ہیں۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے

آپ ﷺ کو خط پکڑانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں معلوم کہ یہ ہاتھ کسی عورت کا ہے یا مرد کا۔تو پھر فرمایا کہ اگر عورت ہے تو اپنے ہاتھوں کو مہندی کے رنگ سے کیوں نہیں رنگا۔ (مشکوۃ صفحہ 383)

تو عورتوں کے لیے ناخنوں پر مہندی لگانا درست اور مسنون ہے۔شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کہ عورت اپنے ہاتھوں کو رنگ لگائے اور وہ رنگ مہندی کا ہو۔مہندی لگانا ایک زینت بھی ہے اور عورتوں کی نشانی بھی۔اور عورتوں کے لیے یہ ہے کہ زینت اپنے خاوند کے لیے اختیار کریں نہ کہ کسی غیر محرم کے لیے۔

نیل پالش:

مگر ایسا سخت رنگ جس کے اندر وضو اور غسل کا پانی سرایت نہ کرے درست نہیں ہے جیسے آج کل خواتین Nail Polish لگاتی ہیں۔اگر کسی نے نیل پالش لگائی اول تو یہ کہ نہ لگائے کیونکہ اکثر اس میں حرام چیزیں جیسے سور اور حرام جانوروں کی Fats وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔اور اگر کسی نے پوری تسلی کر کے حلال لے بھی لی تو اب اس کو لگا کر وضو کی جب دوبارہ ضرورت ہوگی تو وضو نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کا ایک خول جلد پر بن جاتا ہے جس کی وجہ سے وضو یا غسل کا پانی اندر نہیں جاتا جب وضو یا غسل صحیح ادا نہ ہوا تو اب تلاوت قرآن، نماز وغیرہ درست نہیں ہوگی۔

غلط فتوٰی:

آج کل کے نئے Tie قسم کے جو علماء ہوتے ہیں تو وہ یہ فتوٰی دے دیتے ہیں کہ جب وضو کر کے اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگائی تو اب اگر وضو ٹوٹ بھی گیا ہے کہ تو اس

جگہ کا نہیں ٹوٹا جہاں نیل پالش لگائی ہے۔ تو جس طرح یوم السبت ہفتے کے دن والے تھے یعنی احکام کو مسخ کرنے والے تو ان کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔

ایک لطیفہ:

جیسے ایک لطیفہ ہے کہ ایک آدمی نے وضو کیا اور وضو کرنے کے بعد دوبارہ پھر وضو کر لیا تو کسی نے پوچھا کہ تم نے وضو کرنے کے بعد دوبارہ پھر وضو کر لیا تو اس نے کہا کہ ایک ٹوٹ جائے گا تو دوسرا باقی رہے گا۔ تو میرے بھائیو! احکامات تو وہی چلیں گے جو نبی علیہ السلام نے بتا دیئے۔

مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے ممانعت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مخنث آیا۔ (مخنث جس کو عام زبان میں ہیجڑا کہہ دیتے ہیں) اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگا رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ تم نے کیوں لگائی؟ تو اس نے جواب دیا کہ عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کو نکال کر بقیع تک پہنچا دیا گیا۔ (مشکوۃ، مرقاۃ صفحہ 480)

اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ان کی طرح مہندی لگانا منع اور حرام ہے۔

بعض لوگ صرف ایک ہاتھ پر لگا لیتے ہیں۔ بعض لوگ شادی بیاہ پر لگا لیتے ہیں تو تمام صورتوں میں یہی حکم ہے کہ مردوں کے لیے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگانا جائز نہیں۔

اسی طرح لڑکوں کے لیے بھی مہندی لگانا پسندیدہ نہیں۔ مہندی کو نبی علیہ السلام نے عورتوں

کے لیے پسند فرمایا تو جو مرد مہندی لگائے تو وہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کو لعنت کا مستحق ہونا پڑے گا۔ بہرحال اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں سمجھ عطا فرمائے آمین۔ اور ایک ایک سنت کو شوق اور لگن سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دل کی صفائی:

یہ چند باتیں تو تھیں ظاہری صفائی اور سنت کے بارے میں۔ اب چند باتیں دل کی صفائی کے متعلق بھی سن لیجیے کہ دل کی صفائی کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں۔ دل کی صفائی کثرتِ ذکر سے ہوگی اور اللہ والوں کی صحبت سے ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدَنٌ وَمَعْدَنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ.

(کتاب الزہد، مجمع الزوائد حدیث: 17944)

”ہر چیز کا ایک خزانہ ہوا کرتا ہے اور تقویٰ کا خزانہ اللہ والوں کے دل ہوا کرتے ہیں“۔

تقویٰ کیسے اور کہاں سے ملے گا؟

تقویٰ کا حاصل کرنا فرض عین ہے یعنی ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ مگر یہ کیسے ملے گا؟

یہ اللہ والوں کی صحبت سے ملے گا۔

قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبة:119)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو“۔

کیوں کہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ کیسے حاصل کیا جائے؟ تو اللہ پاک نے خود ہی جواب دے یا کہ

وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ:119)

”تم سچوں کے ساتھ ہوجاؤ“۔

مفسرین نے اس آیت کا مفہوم مشائخِ وقت کو لیا ہے۔تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ

لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ

یعنی کہ تم اللہ والوں اور مشائخ وقت کے ساتھ اتنا رہو اتنا رہو کہ ان جیسے بن جاؤ، اس لیے کہ صحبت مؤثر ہوا کرتی ہے۔

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ (مسند احمد)

”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے“۔

اب ہمیں چاہیے کہ ہم دیکھیں کہ ہم کس کو اپنا دوست بنا رہے ہیں۔کہاں اُٹھ رہے ہیں؟ بیٹھ رہے ہیں؟ امت کے اندر جتنے بھی علماء اور مشائخ گزرے ہیں سب نے کسی نہ کسی کی صحبت میں بیٹھ کر فیض حاصل کیا تو پھر اللہ نے ان کو چار چاند لگائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ دو سال ان کی خدمت میں رہے اور خود فرمایا کرتے تھے کہ

لَوْ لَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ.

”اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا“۔

اکابر علماء کا اصلاحی تعلق:

اگر اکابرین کی بات کی جائے تو تفصیلات بہت ہیں۔ ہمارے اکابر علماء جتنے بھی گزرے ہیں جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرات علم کے پہاڑ تھے۔ اور ایک بزرگ تھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ بزرگ فقط کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے پورے عالم نہیں تھے۔ اور علم کے پہاڑ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا کے بیعت ہو گئے۔ اب لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت! آپ اتنے زیادہ علم والے ہیں تو آپ ایک صوفی سے اللہ والے سے بیعت ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم نے مدارس میں پڑھنے کے بعد مٹھائیوں کے نام یاد کر لیے تھے۔ ذائقہ وہاں جا کے آیا کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، روزہ کب شروع ہوتا ہے، کب ختم ہوتا ہے۔ جو فقہی مسائل ہیں وہ مدرسے سے ہمیں معلوم ہو گئے تھے لیکن نماز کی کیفیات کیا ہوں؟ اللہ کا قرب کیسے ملے؟ اور نماز سے ایمان میں کیسے اضافہ ہو؟ تلاوت سے ایمان میں اضافہ کیسے ہو؟ تو یہ چیزیں اللہ والوں کے پاس جا کر ہی آتی ہیں۔ یہ فقہی مسائل پڑھ کے حاصل نہیں ہوتیں۔

محدث العصر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ زمانہ آپ کو محدث العصر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ایک مرتبہ بخاری کا ختم ہوا تو انہوں نے طلباء کو فرمایا کہ جتنی مرتبہ چاہو بخاری شریف ختم کرلو، جب تک تم کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی نہیں کرو گے روح علم سے محروم رہو گے۔ مطلب کہ علم کی جو باطنی کیفیات ہیں وہ نہیں مل سکتیں۔

اللہ والوں کی صحبت کیوں ضروری ہے؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب علمائے کرام نے یہ دیا ہے کہ انسان عمل تو کرتا رہتا ہے۔ یعنی عمل تو انسان کی زندگی میں آ ہی جاتا ہے مگر جب تک انسان اللہ والوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتا عمل کے اندر اخلاص سے محروم رہتا ہے۔ عمل کر رہا ہوگا زندگی کے بیس تیس چالیس سال گزرے ہوں گے، وہ شخص بڑے بڑے اعمال کر رہا ہوگا لیکن اگر کسی اللہ والوں کے پاؤں میں نہیں بیٹھا ہوگا تو اخلاص کی اس مقدار کا اس کو پتا ہی نہیں ہوگا۔ سمجھ نہیں ہوگی کہ وہ کیا نعمت ہوا کرتی ہے۔

اللہ والوں کی صحبت مفید ہونے کی وجوہات:

ویسے تو بہت زیادہ ہیں لیکن چار بنیادی وجوہات علماء نے لکھی ہیں۔ یہ باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

پہلی وجہ:

یہ ہے کہ جس طرف ان کے دل متوجہ ہوتے ہیں اللہ کی رحمت اس طرف متوجہ ہو جاتی ہے یعنی ان کے پاس اللہ کی رحمت کو کھینچنے والے مقناطیس ہوتے ہیں۔ علماء سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے منظورِ نظر ہوا کرتے ہیں۔

دوسری وجہ:

یہ ہے کہ ان کے ملفوظات کو سن کر انسان کو اپنے نفس کے رزائل اور نفس کی خباثتوں کا

پتا چل جاتا ہے کہ میں کتنے پانی میں ہوں، گھر بیٹھے تو ہر بندہ جنید اور بایزید ہی ہوتا ہے۔

تیسری وجہ:

یہ ہے کہ جب انسان اپنے حالات ان کو سناتا ہے تو ان کے مقبول اوقات کی مقبول دعاؤں میں اپنا حصہ لے لیتا ہے۔ جیسے کسی نے کہا:

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

یعنی محسوس ہوتا ہے کہ دعائیں پہرہ کر رہی ہوتی ہیں۔

چوتھی وجہ:

یہ ہے کہ انسان کی طبیعت کے اندر نقلِ صفات کا خاصہ ہے جہاں بیٹھے گا دل چاہے گا کہ میں ویسا ہو جاؤں۔ آپ کپڑے والے کے پاس بیٹھیں دل کرے گا کہ میں کپڑے بیچنے لگ جاؤں۔ کرکٹ والے کے پاس بیٹھیں، دل کرے گا میں بھی کرکٹ کھیلنا شروع کر دوں۔ معلوم ہوا کہ انسان جہاں بیٹھتا ہے، ویسا ہونے کا دل کرتا ہے۔ تو اگر بندہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھے گا تو اللہ والوں جیسا بننے کی کوشش کرے گا تو کثرتِ صحبت کی وجہ سے ویسا ہو بھی جائے گا۔

وصول الی اللہ کی تعریف:

اس کے علاوہ وصول الی اللہ ہمارے ہاں ایک ٹرم Term بولی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایسا استحضار ہو جانا کہ پھر اللہ تعالیٰ بھلانے سے بھی نہ بھولے۔ جیسے کسی نے کہا کہ بھلانا چاہو گے بھی تو بھلا نہ سکو گے۔ تو ایسی کیفیت کے حاصل ہو جانے کو وصول

الی اللہ بھی کہتے ہیں۔

اللہ والا بننے کا نسخہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چار کام تم کرلو تم اللہ والے بن جاؤ گے، ٹھیکہ میں لیتا ہوں۔ وہ چار کام یہ ہیں:

1. اعمال میں ہمت کر کے ظاہراً اور باطناً شریعت کا پابند بنا جائے۔
2. کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کیا جائے۔ مطلب کہ خوب اللہ اللہ کیا جائے۔
3. کسی متبع سنت و شریعت شیخ کی صحبت اختیار کی جائے، اس سے بیعت ہو جائے، اس کے پاس وقت گزارا جائے۔
4. جب بندہ شیخ سے دور ہو جائے تو ان کی باتوں سے، مواعظ سے، بیانات سے، ملفوظات سے فائدہ اُٹھائے۔

حضرت نے کہا: جو یہ چار کام کرلے گا وہ اللہ والا بن جائے گا۔ ٹھیکہ اس بات کا میں لیتا ہوں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔

فی زمانہ بیعت فرض ہے:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ جو بیعت ہے یہ ہے تو سنت عمل لیکن فی زمانہ میری نظر میں یہ فرض ہے، کیونکہ اس سنت کو پوری کرنے سے انسان کی زندگی میں فرائض زندہ ہو جاتے ہیں۔

بیعت ہونے سے ڈرنا:

بہت سے لوگ ڈرتے ہیں بیعت کے نام سے۔ کچھ دنوں پہلے ایک خاتون نے فون

پر بتایا کہ میری فلاں رشتے دار بیعت ہونا چاہتی ہے، مگر ڈرتی ہے کہ اگر میں بیعت ہوگئی تو عمل کرنا پڑ جائے گا۔ نماز پڑھنی پڑ جائے گی اور پتا نہیں کیا کیا ہم پر فرض ہو جائے گا۔ تو میں نے ان کو سادھی سی بات سمجھائی کہ بیعت ہونے سے پہلے اور بیعت ہونے کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آجاتی، جو چیزیں بیعت ہونے سے پہلے بھی فرض ہیں وہ بیعت ہونے کے بعد بھی فرض ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ نماز اور قرآن کو بیعت نے فرض نہیں کیا بلکہ یہ تو جو کلمہ پڑھے لے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تو اب ایک بہت بڑا تقاضا ہماری طرف متوجہ ہوگیا۔ خالی کلمہ پڑھنے سے کام پورا نہ ہوا ایک بہت بڑا عمل کا میدان ہمارے سامنے آگیا۔

بیعت ہونے کے فوائد:

بیعت ہو جانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ جو دین سے دور تھے بیعت کی برکت سے دین کے قریب آگئے۔ اور وہ کلمہ جو انہوں نے پڑھا تھا اس کے تقاضے پورے کرنا ان کے لیے آسان ہوگیا۔

فوائد کی وجوہات:

ایک بات تو یہ ہوتی ہے کہ اس میں اللہ والوں کی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ انسان ارادہ کر لیتا ہے کہ میں نے توبہ کرلی ہے اور اب اللہ کو راضی کرنا ہے۔ اور توبہ کی وجہ سے اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ پھر جو شیخ ہوتے ہیں وہ رات کو اُٹھ اُٹھ کر ان کے لیے دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کی رحمتوں کو بار بار کھینچنے کے

لیے بار بار مانگ رہے ہوتے ہیں دامن پھیلا رہے ہوتے ہیں۔

مزہ تو تب آئے گا کہ شیخ بھی اس کے لیے دعا کرتا رہے اور وہ خود بھی اپنے لیے توبہ کو طلب کرے، تو یہ دونوں چیزیں جب مل جاتی ہیں تو اللہ کی رحمتیں جلدی مل جاتی ہیں۔

شیخ سے محبت:

ایک حدیث سنیے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (متفق علیہ)

''آدمی جس سے محبت کرے گا قیامت کے دن اسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا''۔

انسان جب بیعت کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے؟ ظاہر ہے محبت کی وجہ سے کرتا ہے۔ اب ذرا غور کیجیے! اور اس کی تشریح سن لیجیے!

میں اپنے شیخ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم سے الحمدللہ! بیعت ہوں۔ مجھے اپنے شیخ سے بے پناہ محبت ہے اور ان کو اپنے شیخ سے محبت ہے۔ حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

کہ انسان تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔

اب بھئی! مجھے تو اپنے شیخ سے محبت ہے تو میں ان کے ساتھ جڑ گیا اور ان کو اپنے شیخ سے محبت ہے وہ ان کے ساتھ جڑ گئے، تو اس طرح چلتے چلتے پورا شجرہ طیبہ ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ خانقاہ میں آیئے اور شجرہ طیبہ ملاحظہ کریں اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ یہ سلسلہ چلتے چلتے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ اب آپ سب بتائیں ان کو کن سے محبت ہے؟ ان کو نبی علیہ السلام سے محبت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ تعلق ہے جو

قیامت کے دن آقا ﷺ کے قدموں میں جگہ دلوا سکتا ہے۔ آپ بتائیں ہمیں اس کی کتنی لاج رکھنی چاہیے؟ کتنی قدر کرنی چاہیے؟ کیا یہ نسبت چھوٹی ہے؟

عجیب مثال:

اب اس کی مثال جو علماء دیتے ہیں سُن لیجیے۔ ریل گاڑی کے اندر ڈبے ہوتے ہیں، کچھ ہوتے ہیں فرسٹ کلاس کے ڈبے اور کچھ ہوتے ہیں تھرڈ کلاس کے ڈبے، جس میں آوازیں بھی آرہی ہوتی ہیں، چوں چوں بھی کر رہا ہوتا ہے اور گندہ بھی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی پھٹیچر ہو اور اس کی سیٹیں بھی پھٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک دن فرسٹ کلاس کے ڈبے نے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ لگا رہتا ہے، میں تو اتنا صاف ستھرا ہوں۔ Ac لگا ہوا ہے، مٹی بھی نہیں ہے، لیکن تیری چوں چوں سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے بڑا گندہ رہتا ہے تو میرے ساتھ تیرا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ تھرڈ کلاس والے ڈبے نے کہا کہ جناب! میں آپ کی عظمتوں کا قائل ہوں، آپ بالکل ٹھیک فرماتے ہیں، بالکل ایسا ہی ہے اور میں اس سے گیا گزرا ہوں جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میری کنڈی آپ کے ساتھ لگی ہوئی ہے جدھر آپ پہنچیں گے، ادھر میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ تو یہ جو اللہ والے ہوتے ہیں یہ فرسٹ کلاس ڈبے کی مانند ہوا کرتے ہیں، ہم پھٹیچر قسم کے ڈبے ہی ہیں، مگر جب ہم اپنی کنڈی ان کے ساتھ جوڑ لیں گے تو اللہ کی رضا کا جو اسٹیشن ہے تو جہاں یہ پہنچیں گے ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔

سورۂ طور میں اللہ رب العزت کا فرمان:

اب اس میں دلائل تو اور بھی بہت ہیں۔ قرآن پاک میں سورہ طور سے ایک دلیل بھی سن لیجیے، پھر بات کو میں ان شاء اللہ مکمل کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ کریم فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ۔ (الطور:21)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لائی اور وہ ایمان والوں کے پیچھے چلے (لیکن اعمال اس درجے کے نہ کر سکے اتنی بلند پرواز نہ ملی، جتنی بڑوں کو ملی تھی) تو اللہ پاک اپنی رحمت سے قیامت کے دن اولاد کو ان کے بڑوں کے ساتھ کر دے گی''۔

یعنی نیکیوں میں۔ تو علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے روحانی اولاد بھی مراد ہے اور جسمانی اولاد بھی مراد ہے۔ شیخ ہے اس کا مرید مراد ہے، استاد ہے تو اس کا شاگرد بھی مراد ہے اور جسمانی اولاد تو مراد ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اولاد سے دونوں طرح کی اولادیں مراد ہیں۔ یہ اللہ رب العزت فرما رہے ہیں۔

اللہ کے لیے محبت کرنے پر انعام:

اب بیعت کے متعلق ایک اور حدیث مبارک بھی سن لیجیے۔ فرمایا:

هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ

''یہ وہ ہیں جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں''۔

یہ روایت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ کی تفسیر میں علماء نے لکھی ہے۔

(سنن نسائی، مستدرک حاکم)

مطلب یہ ہے کہ جو شیخ سے بیعت کرتے ہیں یعنی جب مرید بیعت کرتا ہے تو یہ اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں، مال پیسے کے لیے نہیں۔ تو نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق جو دو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کو عرش کا سایہ مل جائے گا۔ اللہ اکبر! بیعت کی بڑی برکتیں ہیں۔ اور بیعت کے بہت سے فوائد ہیں۔ سب سے بڑا بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ رب العزت کی

محبت آجائے، گھر کر جائے، راسخ ہوجائے۔

محبت پر اشعار:

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے کیا خوب فرمایا ہے:

محبت کیا ہے دل کا درد سے معمور ہوجانا
متاعِ جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہوجانا
قدم ہے راہِ الفت میں تو منزل کی ہوس کیسی؟
یہاں تو عین منزل ہے تھکن سے چُور ہوجانا
یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو!
کوئی آسان نہیں ہے کیا سرمد منصور وہوجانا
بسا لینا کسی کو دل میں دل ہی کا کلیجہ ہے
پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہوجانا

معلوم ہوا کہ اللہ کی یہ محبت اللہ والوں کی صحبت سے ملے گی۔
اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

عصا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى
غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ (طٰهٰ:17,18)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.
(الاحزاب:21)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

عقل مند کون؟

اللہ رب العزت نے مجھے اور آپ کو اس دنیا کے اندر بہت مخصوص مدت کے لیے بھیجا ہے۔ہم اس دنیا کو جنت بنانے میں لگے ہوئے ہیں جب کہ یہ دنیا خود بھی ختم ہوجائے گی

اور ہم نے خود بھی اس کو چھوڑ کر جانا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو آنے والی زندگی کی تیاری اِس زندگی میں کر لے۔

کفن کا کپڑا:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات فرماتے تھے: اے دوست! تجھے کیا خبر کہ وہ کپڑا جس نے تیرا کفن بننا ہے بازار میں پہنچ چکا ہو۔ ہم تو اپنے کفن سے بھی واقف نہیں کہ بازار میں آ گیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ بازار میں آچکا ہو، مارکیٹوں میں آچکا ہو۔ اور کون سا وقت ملاقات الٰہی کے لیے جانے کا آجائے اور اللہ رب العزت کا فرشتہ آجائے اور ہمیں اپنے ساتھ لے جائے۔ عقل مند وہ ہے جو اللہ سے ملاقات کے لیے تیاری کرے۔

اللہ سے ملاقات کی تیاری:

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کیسے ہوگی؟ اس کے لیے کن اسباب کی ضرورت ہے؟ فقط نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں میں ڈھل جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک سانچے میں ڈھل جانا ہی کامیابی ہے۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو اپنایا وہ کامیاب ہوگا، اور جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور طریقوں کو چھوڑ دیا وہ ناکام ہوگیا۔

ہماری غلط سوچ:

لوگ سمجھتے ہیں مال پیسے کا زیادہ ہونا، کاروبار کا بڑھ جانا، عہدے کا مل جانا یہ کامیابی ہے اور اللہ کی رضا کی دلیل ہے۔ لوگ فون کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت! لگتا ہے اللہ ناراض ہوگیا، پریشانیاں زیادہ ہیں، تکلیفیں زیادہ ہیں، خوشیاں نہیں ہیں۔ تو لوگ غموں اور پریشانیوں کو اللہ کی رضا اور ناراضگی کی وجہ سمجھ لیتے ہیں۔ سبحان اللہ دھوکے

میں پڑ گئے ہیں۔ اگر ہماری زندگی حضورِ پاک ﷺ کے مبارک طریقوں پر ہے تو اللہ ہم سے راضی ہے۔ یہ حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ مال تو اپنوں کو بھی دے دیتے ہیں، غیروں کو بھی دے دیتے ہیں، یاروں کو بھی دے دیتے ہیں، غداروں کو بھی دے دیتے ہیں لیکن دین اور دین سے محبت اپنے پیاروں کو ہی دیتے ہیں۔ یہ غیروں کو نہیں ملتی، غداروں کو نہیں ملتی۔ یہ کس کو ملتی ہے؟ پیاروں کو ملتی ہے۔ جس کو اللہ اپنا پیارا بنانا چاہتے ہیں اس کو ہی اپنے پیارے کی یعنی اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کی محبت اور سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

اللہ کی رضا و ناراضگی جاننے کا طریقہ:

اگر ہماری زندگی نبی کریم ﷺ کے طریقے پر ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہیں، چاہے مال ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ہماری زندگی نبی کریم ﷺ کے طریقے سے مخالف گزر رہی ہے تو کتنا ہی مال کیوں نہ ہو، جمال کیوں نہ ہو، اللہ ہم سے ناراض ہیں۔ اللہ رب العزت حضورِ پاک ﷺ کی اتباع کی توفیق دیتے ہی اپنے پیاروں کو ہیں۔

جنت میں کون جائے گا؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اہتمام اور پابندی کے ساتھ عمل کرے۔ تلاش کر کے، پوچھ پوچھ کر، نبی علیہ السلام کے طریقوں کو اپنی زندگی میں لائے۔ ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ سنت ہی تو ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے نہ بنیں۔ سنت سے بے توجہی اختیار نہ کریں بلکہ سنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں پھر زندگی میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

آپ ﷺ کا عصا مبارک:

چوں کہ ہماری ساری گفتگو سنت اعمال کے متعلق ہے اور مختلف موضوعات پر بات ہو چکی ہے الحمدللہ۔ آج ان شاء اللہ بات ہوگی عصا کے متعلق۔ آپ ﷺ عصا کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ جس کو ہم چھڑی یا لاٹھی کہہ دیتے ہیں عربی میں اس کو عصا کہا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عصا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 589)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو آپ ﷺ نے اپنا عصا اس کی انگوٹھی کے اوپر مارا۔ (سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 587)

تنبیہ کے لیے کہ دیکھو! تو نے کیا پہنا ہوا ہے؟ کیونکہ مردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ اللہ انہیں جنت میں عطا فرمائیں گے۔ دنیا کے اندر مردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔

حاصلِ حدیث:

اس حدیثِ مبارک سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک تو یہ کہ نبی ﷺ عصا استعمال فرماتے تھے۔ اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ اگر سامنے کوئی مرید ہے یا شاگرد ہے، اولاد ہے، ایسا موقع ہے کہ انسان تنبیہ کرے کہ سمجھ جائے گا تو تنبیہ کرنا بھی چاہیے۔ اس کو سمجھانا بھی چاہیے کہ دیکھو! یہ کام غلط کر رہے ہو ایسا نہ کرو۔ تو جو بڑے ہیں اُن کو چاہیے کہ حکمت اور بصیرت کے ساتھ موقع محل کو دیکھتے ہوئے **امر بالمعروف والنھی عن المنکر** کرتے رہیں۔

عصا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے:

عصا کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت تھی۔
(الجامع الاحکام القرآن جلد 11 صفحہ 188)

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی تاریخ:

چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جو عصا ہے اُس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور کئی جگہ ذکر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو عصا دیا تھا اس کے بارے میں آتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر آئے تھے تو عصا لے کر آئے تھے اور یہ آبنوس کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ مختلف انبیاء علیہم السلام سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ اس طرح سے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ عصا حضرت نوح علیہ السلام تک پھر آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہوا اور آگے انبیاء سے ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام تک اور پھر انہوں نے اپنے داماد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا۔ (فتوحات الٰہیہ جلد 3 صفحہ 346)

بحر محیط کے اندر بھی یہ ہے کہ جنت سے یہ عصا سیدنا آدم علیہ السلام دنیا میں لے کر تشریف لائے تھے۔ (بحرِ محیط جلد 6 صفحہ 235)

یہاں سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام عصا استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصا کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور اس کے استعمال کا حکم بھی فرماتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 589)

عصا مومن کی علامت ہے:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عصا کا استعمال مومن کی علامت اور حضرات انبیاء

کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (الحاوی جلد 11 صفحہ 188)

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت طیبہ یہ تھی کہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصا کا استعمال کرتے اور کبھی عصا نہ ہوتا تو اس جیسی لکڑی کی کوئی شاخ بطور عصا چھڑی یا لاٹھی کے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مسند حمیدی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی شاخ کو پسند فرماتے، اُسے ہاتھ میں رکھتے، ہاتھ میں رکھے ہوئے مسجد میں داخل ہو جاتے۔ (سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 587)

اس سے معلوم ہوا کہ عصا، چھڑی یا لاٹھی کا استعمال کرنا سنت ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی ذلت یا کوئی گھٹیا پن ہے۔ نہیں، یہ تو عین سنت ہے اور اس سے انسان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ طٰہٰ کی آیت

اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾

(طٰہٰ:18)

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے عصا کا مستحب (باعث ثواب ہونا) ثابت ہوتا ہے۔ (روح المعانی جلد 16 صفحہ 177)

مبارک لوگ:

آج عصا کا استعمال امت میں متروک ہو چکا ہے۔ چنانچہ سنت کی حیثیت سے اس کے استعمال اور اس کو رائج کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو سنتوں کو تلاش کرنے والے ہیں اور خلوص کے ساتھ ان پر عمل کرنے والے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ میری امت میں بگاڑ کے وقت جو میری کسی مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرے گا، اللہ رب العزت اس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

چلتے وقت عصا کا استعمال:

چلتے وقت عصا رکھنا سنت ہے۔

حضرت ابوامامہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ عصا کا سہارا لیے ہوتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ 272)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ آپ ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ سفر میں، حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن کے بارے میں آتا ہے کہ

كان من السّباقين الأوّلين

''شروع کے لوگوں میں سے تھے''۔

ایک جگہ آتا ہے چھٹے نمبر کے صحابی تھے۔ تئیس سال نبی علیہ السلام کے ساتھ گزارے، عاشقِ صادق تھے۔ نبی علیہ السلام کہیں باہر تشریف لے جانے لگتے تو آپ ﷺ کو جوتا پہناتے اور آپ ﷺ کو عصا آپ ﷺ کے ہاتھ میں لا کر دیتے اور نبی علیہ السلام چلتے تو آپ ساتھ چلتے، پھر جب نبی علیہ السلام کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو اپنا جوتا اُتارتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے کر دیتے۔ اس طرح اور عصا بھی ان کے حوالے کر دیتے یہ خادمِ خاص تھے۔ سفر میں، حضر میں آپ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ خاص کر آپ کے جوتے، عصا، مسواک یہ ساری چیزیں جو ضرورت کی ہوتی تھیں، اُن کے ذمہ دار ہوتے تھے اور اُن کو سنبھالا کرتے تھے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 360)

سُترہ بنانا:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصا کو سفر میں ساتھ رکھتے اور نماز پڑھ لیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد 7 صفحہ 588)

یعنی جب نماز پڑھنے لگتے تو اسے سُترہ کے طور پر سامنے کھڑا کر لیتے تاکہ کسی نے اگر سامنے سے گزرنا ہو تو گزر سکے تو نماز کا سُترہ بنالیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک لقب یہ بھی ہے صاحب عصا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (الجامع الاحکام القرآن جلد 11 صفحہ 189)

نبی علیہ السلام کے عصا کو سنبھالنے والے۔

نبی علیہ السلام کا ترکہ:

ابوالحسن ضحاک نے محمد بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے روایت کی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان کے پاس نبی علیہ السلام کی چارپائی (استعمال شدہ چارپائی) عصا، پیالہ، لگن، تکیہ جس کا بھراؤ چھال سے تھا اور کپڑے کا ایک ٹکڑا اور رحل تھی۔ یہ چیزیں وہ قریش والوں کو دکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ دیکھو! یہ اُن کی میراث ہے جو اللہ پاک کے نزدیک سب سے معزز و مکرّم و محترم تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد 7 صفحہ 563)

نبی علیہ السلام کا استعمال شدہ عصا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آخر زمانے تک نبی علیہ السلام نے عصا کا استعمال فرمایا تھا۔

خطبات میں عصا کا استعمال:

اسی طرح جو لوگ جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہیں ان کے بارے میں بات کیا ہے؟ حکم

بن حزن بن کلفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قیامِ مدینہ کے موقع پر جمعہ کے دن نبی علیہ السلام کو عصا یا کمان کے سہارے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ (ابوداؤد جلد 1 صفحہ 256)

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے موقع پر ہوتے، جنگ کے موقع پر ہوتے اور خطبہ دینے لگتے تو کمان کا سہارا لے لیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے شہر مدینہ طیبہ میں ہوتے جمعہ کے دن خطبہ دینے کا ارادہ ہوتا تو عصا کے سہارے رہتے۔ (ابن ماجہ صفحہ 77)

اہتمامِ عصا:

الحمدللہ! اب مسجد میں خطبہ ہوتا ہے تو یہاں والوں کو جو ذمہ دار ہیں چاہیے کہ عصا کا انتظام کرلیں۔ جمعہ کے دن امام خطبہ دینے آئے تو عصا کا سہارا لے لے۔ یہ سنت ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ابن شہاب زہری (جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے اور اس کے سہارے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور فرمایا کہ یہ سنت حضرات خلفائے راشدین میں بھی جاری رہی۔ نبی علیہ السلام کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ حضرات بھی عصا کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (مراسیل ابوداؤد صفحہ 7)

عیدین کے موقع پر عصا کا استعمال:

اسی طرح عیدین کے موقع پر عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، دو عیدیں ہیں۔ سال کی دونوں عیدوں میں نبی علیہ السلام کمان یا عصا کا سہارا لیا کرتے تھے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عید کے دن کمان دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کے سہارے خطبہ دیا۔

(ابو داؤد:162)

ان تمام روایتوں سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کا عمل اور سنت یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین میں خاص طور سے عصا کا سہارا لیتے یعنی منبر پر چڑھ کر عصا کا سہارا لے کر خطبہ دیتے۔

آج خطبے کا یہ مسنون طریقہ اُمت میں سے ختم ہوگیا تو خطیب حضرات کو چاہیے کہ اس مسنون طریقے کو اختیار کریں۔ عصا کے سہارے خطبہ دیں اور ہر مسجد میں ایک عصا کا اہتمام ہونا چاہیے۔ مسنون اعمال اور طریقوں کو زندہ کرنا سو شہیدوں کے اجر کے برابر ہے۔

عصا کی خصوصیات:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عصا کے اندر چھ خصوصیات ہیں:

1. یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔
2. یہ صلحاء کی زینت ہے۔
3. دشمنوں پر ہتھیار ہے۔
4. کمزور اور ضعیفوں کا مددگار ہے۔
5. منافقین کے لیے باعث غم ہے۔
6. عبادات کے اندر اضافہ ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 362)

عصا کے فوائد:

چنانچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مومن کے پاس جب عصا ہوتا ہے تو شیطان اس سے دور بھاگتا ہے۔ یعنی یہ عصا ہتھیار بن جاتا ہے اور شیطان کو دور بھگاتا ہے۔ فاجر اور منافقین اس عصا سے خوف کھاتے ہیں اور نماز اگر انسان پڑھے تو سُترہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتا ہے۔ تھک جائے تو اس سے

ٹیک بھی لگا سکتا ہے۔(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 362)

تفسیرِ قرطبی میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حجاج بن یوسف نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں عصا ہے تو اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ عصا ہے جسے میں نماز پڑھتے وقت آگے رکھ کر سُترہ بنالیتا ہوں تو مجھے مدد مل جاتی ہے۔ پھر میرے جانور ہیں جنہیں مجھے لے جانا ہوتا ہے، تو یہ عصا مجھے وہاں بھی کام دیتا ہے کہ میں ان کو ہانکتا ہوں۔ اور سفر میں اس کے سہارے چلتا ہوں۔ مجھے قوت ملتی ہے، مدد ملتی ہے، چلنے میں اس کا سہارا لے کر اپنا قدم بڑھاتا ہوں۔ پھر کہنے لگے: کبھی مجھے نہر میں چھلانگ لگانی پڑے نہانے کے لیے تو اس عصا کے ذریعے میں اپنے نہانے میں بھی مدد لیتا ہوں۔ گرنے کی صورت میں، پھسلنے کی صورت میں، مجھے اس سے مدد رہتی ہے۔ سڑک خراب ہو، اُونچائی پر چڑھنا ہو، نیچے اُترنا ہے تو یہ مجھے مدد دیتا ہے اور میں گرنے اور پھسلنے سے محفوظ رہتا ہوں۔ پھر دھوپ کے وقت میں کپڑا ڈال کر اس کے اوپر ایک چھتری سی بنالیتا ہوں، اس سے مجھے سایہ ہو جاتا ہے۔ اور میں کہیں جاتا ہوں کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں تو اس عصا سے میں دروازہ بھی کھٹکھٹاتا ہوں اسی طرح راستے میں چلنے والے کتے کے کاٹنے سے بھی محفوظ رہتا ہوں۔ تو بہت سارے فائدے گنوادیے۔

(شمائل کبریٰ جلد 1 صفحہ 362)

بروز قیامت تھوڑے لوگ:

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن عصا استعمال کرنے والے بہت کم ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس بن اسلمی رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام نے عصا ہدیہ (Gift) دیا اور فرمایا کہ لو اسے استعمال کرو، قیامت میں اس کو استعمال کرنے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔ (بہت تھوڑے ہوں گے جو اس سنت کو پورا کر کے لائیں گے)،

جب ان کا انتقال ہوا تو تبرکاً برکت کے حصول کے لیے ان کی قبر میں نبی علیہ السلام کے مبارک عصا کو رکھا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق جلد 3 صفحہ 185)

جب کہ آج کل عصا کا استعمال شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ بات ذرا سمجھیے! عصا کے استعمال کے اندر ایک قسم کی تواضع ہے، مسکنت ہے، کمزوری کا اظہار ہے اور تواضع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جو جتنی تواضع اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس کو اتنی برکتیں عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ جو لوگ اس کا استعمال کریں گے قیامت کے دن اس سنت کو زندہ کرنے والوں میں ان کا شمار ہوگا۔

عصا کا قرآن مجید میں ذکر:

قرآن مجید میں بھی عصا کا ذکر آتا ہے۔ ذرا غور کیجیے گا! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ رب العزت سے ملنے پہلی مرتبہ جبل طور پر تشریف لے گئے تو اللہ رب العزت نے اپنے کلیم سے ہم کلامی کی:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ (طٰہٰ:17)

''اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے''؟

عرض کیا:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ (طٰہٰ:18)

''اے اللہ! یہ عصا ہے۔ اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑتا ہوں اور کبھی میرے کام آتا ہے''۔

اے موسیٰ! اسے چھوڑ دو زمین پر پھینک دو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو زمین پر

پھینک دیا۔

فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ (طٰہٰ:20)

جیسے ہی آپ نے اپنے عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ ایک سانپ بن گیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام ڈرے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: موسیٰ! اسے دوبارہ پکڑ لو۔

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ (طٰہٰ:21)

''آپ اسے پکڑ لیجیے ہم اسے دوبارہ اصل حالت پر لے آئیں گے''۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے جب سانپ کو ہاتھ میں پکڑا تو دوبارہ وہ لاٹھی بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت:

اب یہاں دیکھیے! ایک بے جان چیز ہے۔ اللہ جب چاہتے ہیں بے جان سے زندہ کو پیدا کر دیتے ہیں۔ کتنے منافع گنوائے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ میں اس سے کتنے فائدے لیتا ہوں۔ اللہ کے حکم سے جب چھوڑا تو فائدے کی چیز نقصان دہ چیز بن گئی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نفع دینے والی چیز سے نقصان ظاہر فرما دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موسیٰ! ڈرو نہیں دوبارہ پکڑ لو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے اس نقصان پہنچانے والی چیز کو پکڑتے ہیں تو وہی چیز نفع دینے والی دوبارہ بن جاتی ہے۔

اللہ جو چاہتے ہیں ویسا کرتے ہیں۔ نفع دینے والی چیز سے جب چاہتے ہیں نقصان ظاہر فرما دیتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں نقصان دینے والی چیز سے نفع ظاہر فرما دیتے ہیں غرض یہ کہ یہ ایسے واقعات ہیں جو ہمارے ایمان کو بڑھاتے ہیں۔ آج ہمیں اپنی اولاد کو یہ واقعات سنانے کی ضرورت ہے۔

ترکی کے میوزیم میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا:

اللہ کی شان! ترکی جانا ہوا تو وہاں استنبول ایک شہر ہے۔ وہاں پر ایک میوزیم ہے توپ کاپی۔ اس میوزیم میں جب جانا ہوا تو بہت سارے تبرکات نظر آئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک بھی ہیں، نبی علیہ السلام کی تلواریں بھی ہیں، نبی علیہ السلام کی کمان بھی ہے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تلواریں بھی ہیں اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تلواریں ہیں۔ بیت اللہ شریف کی وہاں بہت ساری چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ حرمِ مدینہ کی بہت ساری چیزیں وہاں رکھی ہوئی ہیں۔ مختلف انبیاء علیہم السلام کے مختلف تبرکات وہاں موجود ہیں۔ نبی علیہ السلام کا مبارک پیالہ بھی وہاں موجود ہے۔ تو جب ہم ان چیزوں کو دیکھ رہے تھے تو اچانک ایک شوکیس میں ایک عجیب چیز نظر آئی اور اس کے نیچے لکھا ہوا تھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ مجھے تو امید ہی نہیں تھی کہ کبھی زندگی میں دیکھیں گے۔ سنا تھا کہ وہاں اس طرح کی کئی چیزیں ہیں۔ بہرحال جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سامنے آیا۔ تو واقعات سارے گھومتے چلے گئے۔ عجیب کیفیت ہوگئی کہ یہ وہ عصا ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام اپنے مستقل استعمال میں رکھا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے اسی عصا سے معجزہ ظاہر فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: نیچے ڈال دو، جیسے ہی نیچے ڈالا اژدھا بن گیا۔ آپ علیہ السلام ڈر گئے تو فرمایا: اُٹھا لو۔ جب اُٹھایا تو وہ واپس عصا بن گیا۔ اس واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اللہ رب العزت جب چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں ویسا کر دیتے ہیں۔ یہ ہمیں اپنے بڑوں کو، بچوں سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اپنے بچوں کو بتانے اور سمجھانے کی ضرورت ہے۔

عصا کے ذریعے بارہ راستے بننا:

پھر یہی عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی

اسرائیل کو لے کر چلتے ہیں، پیچھے سے فرعون کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے لشکر کو لے کر چل پڑتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں، بنی اسرائیل ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر تو بنی اسرائیل نے کہا:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (الشعرآء:61)

''اب تو پکی بات ہے کہ ہم پکڑ ہی لیے گئے''۔

ہم تو مارے گئے ہم تو برباد ہو گئے، ہم تو پھنس گئے۔ آگے سمندر ہے پیچھے فرعون کی فوج کا سمندر ہے۔ آج تو ہم Sandwich بن جائیں گے۔ کام ہی خراب ہو گیا۔ جیسے ہی انہوں نے یہ جملہ کہا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز نہیں، ہم اللہ کے حکم سے اللہ کے راستے میں نکلے ہیں۔

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ (الشعرآء:62)

''میرے ساتھ یقینی طور سے میرا پروردگار ہے وہ مجھے راستہ بتائے گا''۔

میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ وہی مدد کرے گا، وہی راستے کھولے گا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا ہے۔ پوری بنی اسرائیل کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے، پیچھے فرعون جو آرہا ہے اور جو لشکر ہے اس کے پاس اس کے دور کا ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے۔ اِس دوران اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ (الشعرآء:63)

اے موسیٰ! اپنے عصا کو سمندر میں ماریئے! اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کیا؟ اللہ رب العزت کے حکم کو مانا اور اپنے عصا کو سمندر میں مارا اور وہاں سے بارہ راستے نکل گئے۔

Logic کے دلدادہ:

اب یہاں ایک بات سمجھنے والی ہے۔ آج بہت سارے لوگ Logic کے پیچھے جاتے ہیں۔ ہر بات میں Logic تلاش کرتے ہیں۔ اگر عقل سے پوچھیں تو عقل ہمیں کیا کہتی ہے؟ کہ دیکھو! پوری فوج کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے وہ ہے آپ علیہ السلام کا عصا، سنبھال کر رکھنا، مضبوطی سے پکڑنا، پانی میں مارنے سے کیا ہوگا؟ عصا خراب ہو جائے گا، ٹوٹ جائے گا، بہہ جائے گا، کچھ بھی نقصان ہو سکتا ہے۔ عقل کیا کہتی ہے؟ اے موسیٰ! پانی پہ مت مارنا، فرعون قریب آ رہا ہے، مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑ لو، جیسے ہی فرعون آئے تاک کے اس کے نشانہ مارنا۔ اُس کی آنکھ کو پھوڑ دینا، اُس کے سر کو مار دینا، اگر وہ مر گیا تو یہ واحد طریقہ ہے کہ تم بچ جاؤ گے ورنہ آج عقل کے پاس اس سے اچھا علاج کوئی نہ تھا۔

لیکن بھائیو! یہ عقل کی پکار تھی۔ یہ نظر کی بات ہے۔ لیکن خبر کیا ہے؟ خبر یہ دی جاری ہے پروردگارِ عالم کی طرف سے

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ (الشعرا:63)

میرے پیارے موسیٰ! آپ اپنے عصا کو سمندر پر ماریے۔ آپ کے پاس عصا ہے، آپ اُس کو مار دیجیے سمندر میں ہمارے حکم سے۔ پھر ہم جو چاہیں گے وہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ماننے میں نجات:

اللہ کی شان! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربی کے اوپر عصا کو پانی پر مارا بارہ راستے بن گئے۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے ان راستوں پر، ان کے

12 قبیلے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے راستے پر روانہ ہو پڑا۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام Cross کر گئے تو پیچھے سے فرعون آیا۔ اُس کو عقل آ گئی سمجھ گیا اِن کے ساتھ اللہ کی مدد ہے۔ نہیں چاہتا تھا کہ اس راستے پر دوڑے۔ اللہ کی شان جو ہونے والا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ پھر فرعون بھی اس راستے پر چل پڑا۔ لوگوں نے کہا: حضور! یہ راستے آپ کے لیے ہی تو بنے ہیں۔ سمندر بھی آپ کی بات مانتا ہے۔ فرعون اپنے زعم میں آ گیا۔ اور اس راستے پر آ کر غرق ہو گیا۔

توبہ کب تک مقبول ہے؟

اب یہاں دیکھیے کیا عجیب معاملہ ہوا۔ موت کے وقت جب پانی میں غوطہ لگا اور اس کا دنیا سے ابھی 100% رابطہ واسطہ کٹا نہیں تھا۔ اور آخرت میں پہنچا نہیں تھا۔ درمیان کی ایک Stage تھی، چند لمحات کی ہوتی ہے کہ فرشتے اُسے نظر آنے لگے اور حقیقت اس کی سمجھ میں آ گئی، نظر آ گئی۔ کہنے لگا:

اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ

''ایمان لاتا ہوں موسیٰ اور ہارون کے رب پر''۔

میرے بھائیو! زندگی میں مان جانا یہ قیمت رکھتا ہے۔ موت کے وقت تو بڑے بڑے فرعون مان جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے قرآن میں آتا ہے:

آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ (یونس:91)

اے فرعون! دیر ہو گئی۔ بہت دیر کر دی، تھوڑی دیر پہلے بھی مان لیتے تو ہم قبول کر لیتے، تمہیں ایمان عطا فرما دیتے لیکن اب Late ہو گیا۔ یہاں سے کیا ظاہر ہوا؟ زندگی میں توبہ، زندگی میں اللہ کے در پر جھک جانا یہ ہمارے لیے کامیابی کی دلیل ہو گا۔

ورنہ موت کے وقت سارے مانتے ہیں۔

آج ہی تیاری کرلو ورنہ۔۔۔!

آج کسی سے کہہ دو گھر سے ٹی وی نکال دو تیار نہیں، آج کسی کو کہہ دو بھئی! نامحرموں سے بات نہ کرو تیار نہیں، آج کسی کو کہو جھوٹ بولنا چھوڑ دو، غیبت چھوڑ دو، دھوکا دینا چھوڑ دو، تو تیار نہیں ہوتے۔ موت کے وقت جب فرشتہ آئے گا ہم سب تیار ہوں گے۔ ہم اس کو کہنے لگیں گے کہ ہم ایمان بھی لاتے ہیں اور نئے سرے سے اعمال شروع کرنا چاہتے ہیں، تھوڑا سا موقع دے دو، لیکن موقع نہیں دیا جائے گا۔ آج وقت ہے۔ آج اگر اللہ کو منالیں تو قیمت ہے۔

ٹی وی کی تباہ کاریاں:

ایک دن صبح فجر کی نماز پڑھ کر جب مسجد سے واپس آیا تو 2,3 میسج ایک خاتون کے آئے ہوئے تھے۔ جی! فوراً فون کریں، پریشانی ہوگئی ہے۔ میں نے کہا: اللہ پاک خیر فرمائے۔ پھر میں نے نو بجے کے قریب ان کو فون کر کے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگی: گھر میں ٹی وی ہے ناں! National geographic کے Program کو دیکھا تو انہوں نے Logically ثابت کردیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے جو راستے بنائے گئے تھے آج بھی اس طرح کی چیزیں موجود ہیں اور پتا نہیں رات کو راستے بن جاتے ہیں صبح ختم ہوجاتے ہیں اس کے بعد لمبی تفصیل بتائی کہ یہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ جنت ہے، جہنم ہے، مرنے کے بعد کے معمولات ہیں یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ مرنے کے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ پریشان ہورہی تھی کہ میں کیا کروں؟ پھر میں ان کو سمجھایا کہ بی بی! یہ چینل بھی کافروں کا ہے، اور یہ عقیدہ بھی کافروں کا ہے، ہم ایمان والے ہیں کلمہ پڑھنے والے

ہیں۔ نہ ہمارا عقیدہ یہ ہے اور نہ ہمارا طریقہ یہ ہے۔ ہم تو مانتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے جانا ہے حساب کتاب ہوگا۔ غرض ایک تو یہ سمجھ آیا کہ National geographic کے لیے بہت سارے لوگ دلیل دیتے ہیں اور اس کو برا ہی نہیں سمجھتے کہ اس کے اندر تو خالی جانوروں کو دکھایا جا رہا ہے اور کیا ہے؟ میرے بھائیو! دشمن دشمن ہے۔ جہاں سے چاہتا ہے وار کرتا ہے۔ اور میں مسجد میں بیٹھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہو کر بات کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر بات کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں تو ٹی وی کے نقصانات تو آ کے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا تین جگہ ذکر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا ذکر تین مواقع پر ہوا۔ ایک اس وقت جب وہ اژدھا بنایا گیا۔ ایک اس وقت جب سمندر میں مارنے کا حکم دیا گیا اور راستے بنائے گئے اور فرعون ڈوب گیا اور بنی اسرائیل کو اللہ رب العزت نے نجات عطا فرمائی۔ اب یہ سب لوگ آگے چلے۔ ایک موقع ایسا آیا پانی کی ضرورت تھی تو موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے کہا: پانی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ قرآن مجید میں آتا ہے اللہ رب العزت نے فرمایا:

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ (البقرۃ:60)

''اے موسیٰ علیہ السلام! اپنے عصا کو پتھر پر ماریں''۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے رکھنا:

پھر وہی بات آ گئی عقل سے اگر پوچھیں تو عقل کیا کہے گی کہ لاٹھی پتھر پر مارنے سے

کوئی پانی کا انتظام ہوتا ہے، وہ تو کہے گی کہ لاٹھی کو اگر زور سے مارا تو لاٹھی تو ٹوٹ جائے گی۔ اگر آپ کو پانی نکالنا ہی ہے تو آہستہ آہستہ کھودنا شروع کریں شاید کوئی ایسا معاملہ ہو جائے اور پانی نکل آئے۔ لیکن صرف پتھر پر مارنا نہیں ہے۔ لیکن پروردگار کا حکم تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے ساتھ پتھر پر جب ضرب ماری تو بارہ چشمے اللہ تعالیٰ نے نکال دیے۔ تو پھر وہی بات آ گئی کہ عقل کچھ اور کہتی ہے، خبر کچھ اور کہتی ہے۔

عقل پر خبر کی لگام ضروری ہے:

عقل تو یہ کہتی ہے کہ آج زندگی ہے جیسے چاہے وقت گزار لو، نامحرموں کے کپڑے اُتروا دو۔ لیکن خبر کیا کہتی ہے کہ جو دنیا میں نامحرم کے کپڑے اُتروائے گا قیامت کے دن یہ ذلیل اور ننگا ہو کر اُمت کے سامنے پیش ہوگا۔ اولین و آخرین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آج کسی کے کپڑے اُتروانا آسان لیکن کل قیامت کے دن اپنے ساتھ معاملہ پیش آ جائے گا تو جیسی کرنی ویسی بھرنی ہوگی۔ عقل کہتی ہے کہ موج اُڑاؤ اور خبر کہتی ہے کہ دیکھو! اللہ کا خوف رکھو، اپنی اوقات میں رہو۔ اپنی Limits کو Cross نہ کرو ورنہ پھر اللہ رب العزت تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے۔ آج تم Hotel میں جا کر چھپ چھپ کے کسی کے کپڑے اُترواؤ گے کل اللہ رب العزت بھرے میدان میں آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک موجود ہوں گے تمہیں اللہ بے لباس کر کے دکھائیں گے۔ بھائیو! عقل کی ماننی ہے یا خبر کی؟ موسیٰ علیہ السلام نے خبر کی مانی سمندر پر مارا اور راستے بن گئے، پتھر پر مارا اللہ نے پانی نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ماننے میں خیر ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا عصا مبارک:

ایک عصا کا ذکر اور بھی ملتا ہے وہ کون سا ہے؟ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا عصا۔ اِس بات

کو بھی ذرا توجہ سے سنیئے پھر بات کو ان شاء اللہ مکمل کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ سلیمان! آپ میرے حکم سے بیت المقدس بنایئے۔ جنات آپ کے تابع ہیں، اللہ نے ہوا بھی تابع کی تھی۔ اب جنات اور انسان سب لگے ہوئے ہیں، بیت المقدس تعمیر ہو رہا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر کی نگرانی کر رہے ہیں، دیکھتے رہتے ہیں۔ Checking کرتے رہتے ہیں، کہاں تک پہنچا؟ کہاں تک کام ہوا، کیسے ہوا؟

ایک موقع ایسا آیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر دیکھ رہے ہیں اور اپنے عصا کے ساتھ انہوں نے ٹیک لگائی ہوئی ہے اور اُسی ٹیک لگائی ہوئی Position کے اندر اللہ رب العزت کا پیغامِ اجل آ گیا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کی روح کو اپنے پاس بلا لیا۔ میرے بھائیو! کھڑے پیر جانا اسے کہہ سکتے ہیں۔

کھڑے پیر جانا:

سیدنا سلیمان علیہ السلام کیا کر رہے تھے؟ اللہ کا گھر بنا رہے تھے۔ اللہ کے حکم سے بنا رہے تھے لیکن پروردگارِ عالم سے جب وقتِ ملاقات آ گیا۔ وفات کا، موت کا ایک لمحہ ان کو بھی سامنے فالتو نہیں دیا۔ جتنی مقرر Limit دی ہوئی تھی، جتنا Time جتنے سانس دیئے ہوئے تھے]پورے کروائے اور پھر فوراً واپس بلا لیا۔ اللہ چاہتے تو اپنا کام پورا کروا سکتے تھے کہ اے سلیمان! آپ کو ہم مزید تھوڑی مہلت دیتے ہیں، یہ کام پورا ہو جائے پھر بلائیں گے، لیکن اللہ کے فیصلے میرے بھائیو! اٹل ہیں۔ موت کے فیصلے اٹل ہیں۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، سیدنا سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ اب کام جاری ہے۔ اللہ رب العزت نے کام کو کیسے لیا۔ کتنی

عبرت کی بات ہے۔ سمجھنے والی بات ہے کہ جو کام پروردگارِ عالم نے سلیمان علیہ السلام سے لیا تھا کچھ باقی رہ گیا تھا پروردگار نے وہ کام فقط سلیمان علیہ السلام کے مبارک جسم سے لے لیا تھا۔ وہ ایسے کہ عصا کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے رہے اور جنات سمجھتے رہے کہ آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں Watch کر رہے ہیں، ہماری طرف نظر رکھے ہوئے ہیں۔ حقیقت سے بے خبر تھے کہ یہ تو اللہ کے پاس جا چکے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک سال کے قریب اسی طرح معاملہ ہوا اور جنات بیت المقدس کی تعمیر کرتے رہے اور سلیمان علیہ السلام کے جسم کو دیکھ کر سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ایک سال کے بعد اس عصا کو دیمک نے چاٹ لیا تو سیدنا سلیمان علیہ السلام نیچے زمین پر آ گئے۔ تب ان کو پتا لگا کہ اوہو! ان کا تو انتقال ہو چکا ہے۔

مہلت کس کے لیے نہیں:

یہاں غور کرنے والی بات ہمارے لیے کیا ہے؟ سمجھنے والی بات کیا ہے؟ کہ اللہ رب العزت نے کھڑے پیر اپنے نبی علیہ السلام کو واپس بلا لیا۔ حالانکہ وہ اللہ کے دین کا کام کر رہے تھے۔ اللہ کا گھر بنا رہے تھے اور اللہ کے حکم سے بنا رہے تھے۔ میں اور آپ ایسے کون سے کام کر رہے ہیں جو ہمیں مہلت دی جائے گی۔ جب وقت پورا ہو جائے گا واپس جانا پڑے گا، کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی جب وقت پورا ہو گیا تو جانا پڑے گا۔

کھڑے پیر جانے کی وضاحت:

کھڑے پیر جانے کو سمجھنا ہو تو اس طرح سے سمجھیے کہ ابھی اسی وقت کوئی آپ کے پاس آئے کہے کہ جناب! ابھی چھ مہینے کے لیے فلاں ملک جانا ہے میرے ساتھ چلو۔ ہم میں سے ہر ایک کو سینکڑوں نہیں ہزاروں کام یاد آ جائیں گے۔ ابھی یہ کام کرنا ہے، ابھی

وہ کام کرنا ہے، ابھی وہ Apointment، وہ وعدہ، یہ دینا، وہ لینا، یہ کام، یہ وصیت کرنی، کتنی باتیں ہمیں یاد آ جائیں گی۔ کوئی کہے: جناب! ایک ہفتے کے لیے فوراً چلو تو بھی بھئی! کتنے لوگ ہوں گے کہ میں ایک ہفتے کے لیے بھی نہیں جا سکتا مجھے اتنے کام سمیٹنے ہیں ذرا مجھے مہلت دو، موقع دو کہ میں اپنے کاموں کو سمیٹ لوں۔ کسی ڈگر پر لے آؤں، کسی رخ پر لے آؤں۔ کسی کو سمجھا دوں، بتا دوں، کچھ لکھ دوں، کچھ سمجھا دوں۔ پھر تمہارے ساتھ چلوں گا۔

میرے بھائیو! اسی کے اوپر سمجھ لیں کہ موت کا فرشتہ جب آئے گا تو وہ وقت نہیں دے گا فوراً لے جائے گا۔ اور ہم کون سے ایسے کام کر رہے ہیں جو ہمیں موقع دیا جائے ہمیں اپنے کاموں میں غور کرنا ہے اور اللہ سے ملاقات کے لیے ہر وقت راضی رہنا ہے۔

ماہِ شعبان کی فضیلت:

اس کے علاوہ شعبان کا مہینہ چل رہا ہے۔ اس کے بارے میں چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

ماہِ شعبان میں جو 15 شعبان کی رات ہے اس رات جتنی کوشش کر کے ہمت کر کے، آسانی سے ہو اللہ کی عبادت کریں۔ اللہ سے مانگ لیں۔ اللہ کے آگے رو لیں، رزق کے فیصلے کروا لیں، زندگی کے فیصلے کروا لیں، اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر مانگیں۔ اللہ اپنی رحمتوں میں شامل فرمالیں گے۔ یہ وہ مبارک رات ہے جس میں اللہ رب العزت بہت سارے لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ ایک قبیلہ ہے بنوکلب نامی، اس کی بکریاں بے شمار تھیں۔ جب نکلتی تھیں دو پہاڑوں کو بھر دیا کرتی تھیں۔ ان بکریوں کے جسم میں جتنے بال تھے اتنے بالوں کے برابر اللہ رب العزت اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے

ہیں اور جہنم سے برأت فرما دیتے ہیں۔لیکن چند گناہ گار ایسے ہیں اس مبارک رات میں بھی ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔ وہ کون لوگ ہیں؟

مغفرت سے محروم تین اشخاص:

1. اُن میں سے ایک ماں باپ کا نافرمان ہے۔ہم میں سے کتنے ہوں گے جو ماں باپ کے نافرمان ہوں گے۔ ماؤں کے دل دکھاتے ہیں، ابھی یہاں آنے سے پہلے تھوڑی دیر پہلے اولاد کی وجہ سے بیٹے کی نافرمانی کی وجہ سے ماں باپ میں لڑائی ہوگئی۔علیحدگی تک نوبت جا پہنچی۔ کتنے ہیں جو ماں باپ کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔غم پہنچاتے ہیں،شبِ برات میں،مغفرت کی اس رات میں بھی ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

2. قطع رحمی کرنے والا، رشتہ داریاں توڑنے والا۔ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جو اپنے سُسرال والوں سے ناراض، خاندان سے ناراض، رشتہ داروں سے ناراض ہو کر الگ بیٹھے ہیں۔ ایک خاتون سے بات ہونے لگی کہنے لگیں کہ میرے لیے عبادت کرنا آسان ہے، آپ مجھے کوئی وظیفہ بتائیں، ساری رات میں وظیفہ کرلوں گی۔اُن کو کہا کہ تم فلاں رشتہ دار کو معاف کردو۔ سگی بہن کو معاف کردو۔ کہنے لگیں: مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارا حال بھی یہ ہی ہے۔ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ساری رات کھڑے ہوکر عبادت کرنا آسان، سگے بھائی کو دل سے معاف کرنا مشکل کام ہے۔ دل کے اندر کا کینہ، دل کے اندر بغض تو شبِ برأت کی رات میں ایسے بندے کی جس کے دل میں رشتہ داروں کے لیے کینہ ہو، قطع رحمی کرنے والا ہو اس کی مغفرت نہیں ہوتی۔

3. اسی طرح وہ لوگ جو اپنے ٹخنے ڈھانپ کر رکھتے ہیں۔شلواریں پہنی ہیں تو ٹخنے ننگے رہیں، اور پینٹ اگر پہنی ہے شریعت کے مطابق ذرا ٹھیک کریں اور ٹخنے ننگے

رکھیں۔ لنگی پہنی ہے تو ٹخنے ننگے رکھیں۔ ٹخنے ڈھانپنے والے کا معاملہ بھی خطرناک ہے۔ یہ تو چند باتیں ہیں نبی علیہ السلام نے بتائیں۔ اِن تین قسم کے لوگوں کی اس برکت والی رات میں بھی مغفرت نہیں ہوتی۔

ہر گناہ سے توبہ کرنے کی ضرورت:

میرے بھائیو! اگر ہم نے ان گناہوں سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہیں۔ ہم اللہ کے فیصلے نہیں بدل سکتے۔ ہمیں خود اپنے حال بدلنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کے احکامات مان لینے کی ضرورت ہے پھر اللہ کی رحمتیں ہمارے ساتھ آئیں گی چھم چھم ہمارے اوپر برسیں گی۔ بس اپنے ہر گناہ سے توبہ کی ضرورت ہے، اللہ سے معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔

15 شعبان میں کرنے کے کام:

اس رات ہم کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ لیں، اور ساری مخلوق کو معاف کر دیں۔ دل کو صاف کر دیں، دل بے کینہ کر دیں پھر ہماری بھی مغفرت ہو جائے گی ان شاء اللہ۔ اور 15 تاریخ کو اگر آسانی ہو تو روزہ رکھ لیں۔ نفل روزہ ہے، واجب نہیں ہے۔ لیکن کوشش یہ کریں کہ اس رات میں نہ تو عشاء کی نماز قضا ہو، نہ فجر کی نماز قضا ہو۔ اگر عشاء یا فجر قضا ہو گئیں یا ان دونوں میں سے ایک قضا ہو گئی اور ساری رات عبادت بھی کرتے رہے تو بھی بہت بڑا نقصان کر لیا۔

رمضان کی تیاری:

رمضان المبارک بھی آنے والا ہے، اُس کی تیاری ہم شعبان ہی سے شروع کر لیں۔

جو بھی عید کی خریداری کرنی ہے، کچھ بھی معمولات ہیں، ہم شعبان میں نمٹا ئیں، رمضان میں بازاروں کے چکر نہ لگائیں۔ رمضان کا احترام کریں۔ رمضان کو اچھے سے اچھا گزار لیں۔ اللہ کی رحمتیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ رمضان کے بارے میں ایک بات کر کے بات مکمل کرتا ہوں۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سحری اور افطاری کے وقت یعنی مغرب کی اذان سے دس پندرہ منٹ پہلے سمجھ لیجیے اور فجر کی اذان سے پہلے دس پندرہ منٹ کا جو وقت ہوتا ہے تو ہم ان دونوں اوقات میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ افطاری کے وقت سموسے، دہی بھلوں میں اپنا وقت ضائع نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے میرے بندو! تم مانگو گے میں دوں گا۔ سارا دن تم نے مزدوری کی روزہ رکھا اب تم جو مانگو گے میں عطا کروں گا۔ تو اس موقع پر ہم اللہ تعالیٰ سے اچھے مستقبل کو مانگیں، قیامت کے دن کی آسانیاں مانگیں، نبی علیہ السلام کی محبت مانگیں، آخرت کی بہترین نعمتوں کا سوال کریں، پھر دیکھیں کہ عید کے بعد ساری نعمتیں آپ کو مل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نبی علیہ السلام کی ایک ایک سنت کو شوق اور محبت سے عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

مکتبہ عشقِ الٰہی کی کتب ملنے کے پتے

1 جامعہ رقیہ للبنات: انبالہ ہاؤس، A-1\31 پیکو روڈ ٹاؤن شپ لاہور 0301-4496600

2 مکتبہ سید احمد شہید لاہور: اردو بازار لاہور 042-37228272

3 ادارہ اسلامیات: 190 انارکلی لاہور 042-37353255

4 مکتبہ رحمانیہ: اردو بازار 042-37224228

5 نیشنل الیکٹرونکس علی سنٹر: A-16 مین روڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور 0423-7632902

6 یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائداعظم لاہور، 0300-0321-0334-0313-9489624

7 ادارہ تالیفات اشرفیہ: فوارہ چوک ملتان 0322-6180738,061-4540513

8 مکتبہ امدادیہ: ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965

9 مکتبہ دار الاخلاص: قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

10 مکتبہ عمر فاروق: قصہ خوانی بازار پشاور 0301-8845715

11 مکتبہ سید احمد شہید: جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک 0923-630946

12 دار المطالعہ: نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0622442059,0300-7853059

13 مکتبۃ الفقیر: بالمقابل رنگون ہال، بہادر آباد کراچی 0345-2331375 (اعجاز)

14 عادل شکیل بہادر آباد کراچی 181،0300-2001060

15 دار الاشاعت: اردو بازار کراچی 021-2213768

16 حضرت مولانا گل رئیس صاحب: حضرت قاری سلیمان صاحب (مدظلہم) دار الہدیٰ بنوں

17 علمی کتاب گھر: اوچا روڈ اردو بازار کراچی 021-32634097

18 جامعۃ الصالحات: محبوب سٹریٹ ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347

19 احسن محمود: امام خطیب جامع مسجد طیبہ واستاذ: جامعہ دار العلوم کراچی مکان نمبر K15-125 ایریا کراچی
فون نمبر: 0321-2660180

گلدستۂ سنّت

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

- نبی کریم ﷺ کی پسند گوشت
- خواب
- پگڑی، عمامہ
- لباس کی سنتیں
- لباس کے شرعی احکامات
- شریعت میں پسندیدہ لباس
- اللہ کے مقبول بندوں کا لباس
- غیر ضروری بالوں کا صاف کرنا
- عصا

ISHQEILAHI.COM
Facebook.com/ishqeilahi1
Dailymotion.com/ishq-e-ilahi